

# پاکستانی نوجوانوں میں تصور آخرت کا فہم اور اس کے کردار پر اثرات

(تحقیقی مقالہ ایم۔ فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

ولایت علی

ایم۔ فل علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 28-Mphil/IS/F22



شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

(سیشن 2022-2025)

# پاکستانی نوجوانوں میں تصور آخرت کا فہم اور اس کے کردار پر اثرات

(تحقیقی مقالہ ایم۔ فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار:

ولایت علی

ایم۔ فل علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 28-Mphil/IS/F22

نگران مقالہ

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

نمل، اسلام آباد



شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

(سیشن 2022-2025)

© ولایت علی



## منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔  
مقالہ بعنوان: پاکستانی نوجوانوں میں تصور آخرت کا فہم اور اس کے کردار پر اثرات

### Understanding of the Concept of the Afterlife among Pakistani Youth and Its Impact on Character Building

ماسٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام ڈگری:

ولایت علی

نام مقالہ نگار:

28-mphil/is/f22

رجسٹریشن نمبر:

(نگران مقالہ)

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

دستخط صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

(صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت)

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض شاد

دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)

تاریخ:



## حلف نامہ فارم

### (Candidate Declaration form)

میں ولایت علی ولد مرزا علی

رجسٹریشن نمبر: 28-Mphil/is/f22

رول نمبر: MP-IS-F22-321

طالب علم، ایم فل، شعبہ اسلامی فکر و اشاعت نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: پاکستانی نوجوانوں میں تصور آخرت کا فہم اور اس کے کردار پر اثرات

### Understanding of the Concept of the Afterlife among Pakistani Youth and Its Impact on Character Building

یہ مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا جا رہا ہے جو پروفیسر ریاض احمد سعید کی زیر نگرانی مکمل کیا گیا ہے۔ میں بطور مقالہ نگار مکمل ذمہ داری کے ساتھ اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی و تحقیقی کام ہے جسے نہ تو کسی اور ادارے میں پہلے جمع کروایا گیا ہے نہ ہی یہ پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی دوسری ڈگری کے حصول کے لیے کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں پیش کیا جائے گا۔

میں بخوبی آگاہ ہوں کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC) اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (NUML) علمی سرقت (Plagiarism) کے حوالے سے زیر و ثارنس کی پالیسی پر سختی سے کاربند ہیں۔ اس ضمن میں، میں اقرار کرتا ہوں کہ اس مقالے کا کوئی حصہ سرقت شدہ نہیں ہے۔ جہاں کہیں کسی دوسرے علمی کام سے استفادہ کیا گیا ہے وہاں باقاعدہ حوالہ جات فراہم کیے گئے ہیں۔ میں اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں علمی سرقت ثابت ہو جائے، تو یونیورسٹی کو میری ڈگری منسوخ کرنے اور واپس لینے کا مکمل اختیار حاصل ہو گا۔

دستخط مقالہ نگار:

نام مقالہ نگار: ولایت علی

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

## انتساب (Dedication)

یہ تحقیقی کاوش

رب ذوالجلال کے حضور

جس نے مجھے علم حاصل کرنے اور اس راہ میں محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائی

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور

جن کی حیاتِ طیبہ ہر میدانِ حیات میں راہنمائی کا ذریعہ ہے۔

اپنے والدین کے نام

جن کی دعاؤں، محبتوں، قربانیوں اور حوصلہ افزائی نے ہر لمحہ میرا ساتھ دیا۔

اور اپنے تمام اساتذہ کرام کے نام

جنہوں نے علم و اخلاق کے ذریعے میری فکری و شخصی تربیت فرمائی۔

## اظہارِ تشکر (Acknowledgements)

سب تعریفیں اُس خالق کائنات کے لیے ہیں جس نے قلم کو علم کا ذریعہ بنایا، اور انسان کو علم عطا فرمایا۔ درود و سلام ہو رسولِ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، جنہوں نے انسانیت کو اخلاق، کردار اور اخلاص کا عملی نمونہ عطا فرمایا۔ یہ میری سعادت ہے کہ مجھے "پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کا فہم اور کردار سازی پر اس کے اثرات" کے موضوع پر ایم فل کا تحقیقی مقالہ لکھنے کی توفیق ملی۔ اس سفر میں میں اپنی گہری تشکر اور ممنونیت کا اظہار ان تمام شخصیات کے لیے کرنا چاہتا ہوں جن کی رہنمائی، تعاون اور دعائیں میرے لیے مشعلِ راہ رہیں۔

سب سے پہلے میں اپنے محترم نگرانِ تحقیق ڈاکٹر ریاض احمد سعید صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی، اصلاحی مشورے دیے اور حوصلہ افزائی کی۔ ان کی علمی بصیرت اور اخلاقی شفقت کے بغیر یہ کام ممکن نہ تھا۔ میں صمیم قلب سے ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب (کوآرڈینیٹر) کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری تھیسس کی تیاری میں قیمتی رہنمائی فرمائی

میں اپنے والدین کا بھی خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی دعائیں، قربانیاں اور اخلاقی و مالی تعاون ہمیشہ میرے شامل حال رہے۔ ان کی مسلسل ہمت افزائی نے میرے حوصلے بلند رکھے۔

ساتھ ہی میں اپنے تمام اساتذہ، دوستوں، اور ان تمام افراد کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کسی بھی مرحلے پر علمی یا فکری معاونت فراہم کی، اور میرے مطالعے، تجزیے یا سوالنامے کی تکمیل میں مدد دی۔

آخر میں میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ میری یہ کوشش قبول فرمائے، اور اسے میرے لیے دنیا و آخرت میں نفع بخش بنائے۔

## ملخص

یہ مطالعہ پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے فہم کا جائزہ لیتا ہے اور اس کے کردار سازی پر اثرات کا تجزیہ کرتا ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جانا جائے کہ آخرت پر ایمان نوجوانوں کے اخلاقی رویے، سماجی ذمہ داریوں اور نفسیاتی تشکیل پر کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لیے تحقیقی عمل میں معیاری (qualitative) اور مقداری (quantitative) دونوں طریقے استعمال کیے گئے۔ ایک منظم سوالنامہ تیار کیا گیا جس میں بارہ سوالات شامل تھے تاکہ شرکاء کے خیالات کو مؤثر انداز میں جانچا جاسکے۔ ان سوالات کا محور محاسبہ، اخلاقی فیصلے، سماجی ہم آہنگی اور ایثار جیسے موضوعات تھے۔ تجزیے سے معلوم ہوا کہ تصورِ آخرت کی گہری سمجھ اور مثبت اخلاقی رویے کے درمیان نمایاں تعلق موجود ہے۔ وہ نوجوان جو آخرت پر پختہ ایمان رکھتے ہیں عموماً زیادہ دیانتداری، عدل پسندی ذمہ داری اور ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ تعلیمی اور سماجی نظام میں تصورِ آخرت کی آگاہی کو فروغ دینا کردار سازی اور اخلاقی استحکام میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ یہ تھیسس مذہبی عقائد اور نوجوانوں کے عملی رویوں کے باہمی تعلق پر مزید علمی تحقیق کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس تحقیق میں نہ صرف قرآنی تعلیمات اور اسلامی اخلاقی اصولوں کو بنیاد بنایا گیا بلکہ پاکستانی معاشرتی تناظر کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے جہاں نوجوان مختلف فکری، سماجی اور ثقافتی دباؤ کا سامنا کرتے ہیں۔ ان حالات میں تصورِ آخرت ایک ایسا نظریاتی و روحانی سہارا فراہم کرتا ہے جو انسان کو خود احتسابی، سماجی انصاف اور خیر خواہی جیسے اوصاف کی طرف مائل کرتا ہے۔ یہ پہلو اس مطالعے کو نہ صرف ایک فکری بلکہ ایک عملی اہمیت بھی عطا کرتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: تصورِ آخرت، کردار سازی، قرآن مجید، پاکستانی نوجوان، اخلاقی تشکیل، سماجی ہم آہنگی، مذہبی شعور

# **Understanding of the Concept of the Afterlife among Pakistani Youth and Its Impact on Character Building**

## **Abstract**

This study examines the understanding of the concept of the afterlife among Pakistani youth and analyzes its impact on character development. The primary objective of this research is to explore the extent to which belief in the afterlife influences the moral behavior, social responsibility and psychological orientation of young individuals.

To achieve this goal, both qualitative and quantitative research methods were employed. A structured questionnaire comprising twelve questions was developed to effectively assess participants' views. These questions focused on themes such as self-accountability, moral decision-making, social harmony and altruism.

The analysis revealed a significant correlation between a deep understanding of the afterlife and the exhibition of positive moral behaviors. Youth who possess strong belief in the hereafter tend to demonstrate greater honesty, sense of justice, responsibility, and compassion.

The findings suggest that promoting awareness of the afterlife within educational and social systems can play a vital role in character building and moral stability. This thesis offers a foundation for further scholarly inquiry into the relationship between religious beliefs and practical behavior among youth.

Moreover, the study not only draws upon Qur'anic teachings and Islamic moral principles but also takes into account the specific socio-cultural context of Pakistan, where youth often face intellectual, social, and emotional pressures. In such a setting, the concept of the afterlife provides a spiritual and ideological anchor that encourages self-evaluation, social justice and goodwill. This dimension lends both intellectual depth and practical relevance to the research.

**Keywords:** Concept of the Afterlife, Character Building, Holy Qur'an, Pakistani Youth, Moral Development, Social Harmony, Religious Awareness

## فہرس عناوین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ (Thesis and Defense Approval Form)	IV
2	حلف نامہ (Candidate Declaration form)	V
3	انتساب (Dedication)	VI
4	اظہار تشکر (Acknowledgements)	VII
5	مخلص (Abstract)	VIII
6	فہرست عنوان (Table of contents)	X
7	مقدمہ: مقالہ کے تعارفی مباحث	1
8	موضوع کا تعارف، ضرورت و اہمیت	2
9	سابقہ تحقیقاتی کام کا جائزہ	6
10	جواز تحقیق مقاصد تحقیق، سوالات تحقیق، دائرہ کار، منہج تحقیق	18
11	باب اول: کردار سازی کا اسلامی منہاج	21
12	فصل اول: کردار سازی بذریعہ تزکیہ نفس و احسان	26
13	فصل دوم: کردار سازی بذریعہ ترغیب و ترہیب	47
14	فصل سوم: کردار سازی بذریعہ جزا و سزا	58
15	باب دوم: آخرت سے متعلق پاکستانی نوجوانوں کے تصورات اور کردار سازی کا باہمی تعلق	70
16	فصل اول: پاکستانی نوجوانوں میں فہم آخرت اور کردار سازی	71
17	فصل دوم: فہم آخرت کا کردار سازی اور انسانی تعلقات میں کردار۔	81
18	فصل سوم: فہم تصور آخرت کا کردار سازی اور معاشرتی ترقی کے درمیان تعلق	92
19	باب سوم۔ انسانی کردار سازی پر تصور آخرت کے اثرات۔	113
20	فصل اول: تصور آخرت اور معاملات۔	114

143	فصل دوم: تصور آخرت اور اخلاقیات	21
163	فصل سوم: تصور آخرت اور نفسیات	22
180	خلاصہ بحث	23
182	نتائج تحقیق	24
184	سفارشات	25
185	فہرست آیات قرآنی	26
192	فہرست احادیث	27
197	فہرست مصادر و مراجع	28
		29

## مقدمہ: موضوع تحقیق کے متعلق مباحث:

موضوع کا تعارف، ضرورت و اہمیت

سابقہ تحقیقاتی کام کا جائزہ اور جواز تحقیق

مقاصد تحقیق، سوالات تحقیق، منہج تحقیق



## موضوع تحقیق کے تعارفی مباحث

موضوع کا تعارف، ضرورت و اہمیت

### موضوع کا تعارف: (Introduction of the Topic)

تعمیرِ شخصیت میں سب سے اہم عنصر کردار سازی ہے۔ اگر کسی فرد کا کردار مضبوط نہ ہو تو اس کی دیگر خوبیاں بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ انسانی زندگی میں اخلاقی، معاشی اور سیاسی ترقی کی بنیاد دراصل کردار کی مضبوطی پر قائم ہے۔ اسلام میں فرد کی شخصیت سازی کا بنیادی ماخذ قرآن کریم اور سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات میں ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا

تَفْضِيلًا﴾<sup>1</sup>

ترجمہ "اور بلاشبہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی، انہیں خشکی اور سمندر میں سواریاں عطا کیں، پاکیزہ چیزوں سے روزی دی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت عطا کی۔"

انسان کو یہ فضیلت اس کے اعلیٰ کردار کی بدولت عطا کی گئی ہے جو اسے دیگر مخلوقات سے ممتاز بناتی ہے۔ قرآن مجید نے تصورِ آخرت کو حسن کردار اور عملِ صالح کی جانچ کا پیمانہ قرار دیا ہے۔ سورہ ملک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾<sup>2</sup>

ترجمہ "وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے۔"

تصورِ آخرت شخصیت سازی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ یہ عقیدہ انسان کو اس دنیاوی زندگی کے بعد ایک دائمی زندگی کی تیاری کے لیے متحرک کرتا ہے۔

<sup>1</sup> الاسراء: 70

<sup>2</sup> الملک: 2

اسلام میں آخرت کا تصور ایک عقیدہ ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کی موت کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی اور اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ قرآن مجید اس بارے میں فرماتا ہے

﴿فَانظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَةِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذَٰلِكَ لَخَبِيرٌ الْبُيُوتِ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "تو دیکھو اللہ کی رحمت کے آثار کو، کہ وہ زمین کو اس کی موت کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے بے شک وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

قرآن مجید کی تقریباً ایک تہائی آیات آخرت اور اس سے متعلقہ موضوعات پر مشتمل ہیں جو اس عقیدے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔ آخرت پر ایمان انسان کو نیکی کی ترغیب دیتا ہے اس کی زندگی میں تقویٰ، صالحیت، اور اخلاقی بلندی پیدا کرتا ہے۔ وہ نہ صرف انفرادی سطح پر نیک بن جاتا ہے بلکہ معاشرتی سطح پر بھی ایک مفید فرد ثابت ہوتا ہے۔ شریعت کے احکام پر عمل کرنے سے اس کی روحانی اور اخلاقی ترقی کا سفر طے ہوتا ہے۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالہ میں پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے فہم اور اس کے کردار پر اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے تاکہ یہ واضح کیا جا سکے کہ یہ عقیدہ ان کی عملی زندگی، اخلاقیات اور نفسیاتی رجحانات پر کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔

## موضوع تحقیق کی ضرورت اہمیت (Importance of Topic)

تصورِ آخرت انسانی زندگی میں دو نمایاں جہات سے اثر انداز ہوتا ہے انفرادی اور اجتماعی زندگی۔ انسان کے اعمال کی نوعیت براہِ راست اس کے زندگی کے مقصد کے تعین سے وابستہ ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص زندگی کو محض دنیاوی لذتوں اور مادی مفادات تک محدود سمجھتا ہے تو اس کی تمام تر کوششیں اسی دنیوی فائدے کے گرد گردش کرتی ہیں۔

اس کے برعکس وہ شخص جو دنیا کو ایک عارضی قیام گاہ اور موت کو دوسرے جہان کی طرف ایک عبوری مرحلہ سمجھتا ہے وہ اپنی زندگی کو اس انداز سے منظم کرتا ہے کہ اس کا ہر عمل اخروی فلاح اور ابدی کامیابی کا ذریعہ بنے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "تاکہ اللہ ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ دے، یقیناً اللہ حساب لینے میں جلدی فرمانے والا ہے"

یہ آیت اس حقیقت کی غماز ہے کہ انسان کا ہر عمل محفوظ کیا جا رہا ہے اور قیامت کے دن ہر فرد کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔ جہاں تصورِ آخرت انسان کی انفرادی زندگی میں فکری، اخلاقی اور روحانی ترقی کا محرک بنتا ہے وہیں یہ عقیدہ اجتماعی زندگی میں بھی گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔

آخرت پر ایمان انسان کو دوسروں کے حقوق کی رعایت، ایثار و قربانی، انصاف پسندی اور معاشرتی بھلائی جیسے اوصاف سے آراستہ کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کسی کے ساتھ نا انصافی، ظلم یا حق تلفی صرف دنیاوی نہیں بلکہ اخروی باز پرس کا بھی سبب بنے گی۔ عقیدہ آخرت انسان میں احتسابِ ذات اور احساسِ جواب دہی کو بیدار کرتا ہے، جو اُسے تقویٰ، نیکی اور حسن سیرت کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ یہ ایمان اس کے افکار و نظریات کو خدا پرستی کے رنگ میں رنگ دیتا ہے اور اُسے اعلیٰ اخلاق و اعمال صالحہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کا دل اخلاص و للہیت سے معمور ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھتا ہے۔ اس کے برعکس اگر عقیدہ آخرت کمزور پڑ جائے، یا موت کے بعد جزا و سزا کا تصور ذہنوں سے محو ہو جائے، تو انسان فکری انحراف، اخلاقی زوال اور عملی بگاڑ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، وہ گناہوں کو معمولی سمجھنے لگتا ہے اور بالآخر ایسی روش اختیار کر لیتا ہے جو اسے ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے۔

اگر معاشرے میں عقیدہ آخرت راسخ ہو تو وہاں قانون کی سختی یا نفاذ کے لیے پولیس اور عدالتی نظام کی ضرورت کم پڑتی ہے کیونکہ ہر فرد خود اپنے اعمال کا نگہبان بن جاتا ہے۔ اگر دنیا بھر میں یہ عقیدہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہو جائے تو جرائم، بدعنوانی اور اخلاقی گراؤٹ میں نمایاں کمی آسکتی ہے۔ پاکستان دنیا کے اُن ممالک میں شامل ہے جہاں نوجوان آبادی کا سب سے بڑا تناسب رکھتے ہیں۔ 2023ء میں ملک کی کل آبادی کا تقریباً 63% حصہ 30 سال سے کم عمر افراد پر مشتمل تھا، اور نوجوانوں میں بیروزگاری کی شرح 33% تک پہنچ چکی ہے<sup>2</sup>

<sup>1</sup> ابراہیم: 51

<sup>2</sup> Pakistan Institute of Development Economics. (2023). Unemployment and youth bulge aggravate Pakistan's economic crisis. <https://crss.pk/unemployment-and-youth-bulge-aggravate-pakistans-economic-crisis>

منشیات کا بڑھتا ہوا استعمال ایک سنگین مسئلہ ہے۔ UNODC کے مطابق پاکستان میں 6.7 ملین افراد منشیات استعمال کرتے ہیں، جن میں اکثریت نوجوانوں کی ہے اور روزانہ تقریباً 1700 اموات منشیات سے متعلق پیچیدگیوں کے باعث ہوتی ہیں<sup>1</sup> اسی طرح صرف اسلام آباد میں 2024ء کے دوران 891 اغوا اور 152 جنسی زیادتی کے واقعات رپورٹ ہوئے جو معاشرتی عدم تحفظ کی سنگینی کو ظاہر کرتے ہیں<sup>2</sup>

یہ حقائق اس بات کو اجاگر کرتے ہیں کہ پاکستانی نوجوان اخلاقی اور سماجی چیلنجز سے دوچار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تصورِ آخرت کو کردار سازی میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور یہ شخصیت کی تعمیر میں اہم ترین کردار ادا کرتا ہے۔ انہی تمام وجوہات کے پیش نظر زیرِ نظر تحقیقی مقالہ "پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے فہم اور اس کے کردار پر اثرات" کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ عقیدہ نوجوان نسل کے انفرادی رویوں اور اجتماعی برتاؤ پر کس حد تک اثر انداز ہو رہا ہے۔

---

<sup>1</sup> United Nations Office on Drugs and Crime. (2013). Drug use in Pakistan 2013 survey report. <https://crss.pk/unemployment-and-youth-bulge-aggravate-pakistans-economic-crisis>

<sup>2</sup> The Financial Daily. (2024). Crime statistics for 2024 in Islamabad. <https://thefinancialdaily.com/crime-statistics-for-2024-in-islamabad>

## سابقہ تحقیقاتی کام کا جائزہ اور جواز تحقیق

### دراسات سابقہ: (Review of Literature)

موضوع تحقیق سے براہ راست متعلقہ کوئی جامع تحقیق میری نظر سے نہیں گزری تاہم بالواسطہ طور پر متعدد مقالات اور تحقیقی کاوشیں موجود ہیں جو انسانی کردار سازی، تزکیہ نفس اور قرآنی تعلیمات کے کردار ساز پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں۔ ذیل میں ایسے منتخب تحقیقی مقالات کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جن سے موجودہ تحقیق میں فکری رہنمائی حاصل کی گئی:

### تصورِ آخرت اور کردار سازی کا تعلق:

#### 1. Belief in the Hereafter and Iqbal's Concept of Eternity: An Analytical Study, Dr Hafiz Arshad Iqbal, Muhammad Jawad Abrar, Dr Muhammad Hafiz Abrar, AL-Qamar , November 2023

اس مقالہ میں مصنفین نے اسلامی عقیدے میں تصورِ آخرت کی بنیادی حیثیت اور علامہ اقبال کے فلسفہ ابدیت کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ قرآن مجید میں آخرت کے تصور کی کثرت تذکرہ، جزا و سزا، حشر و نشر اور ابدی زندگی کے پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا کہ اقبال کے نزدیک آخرت محض ایک عقیدہ نہیں بلکہ انسانی زندگی کو فکری و عملی سطح پر ایک ہمہ گیر سمت عطا کرنے والا نظریہ ہے۔ اس مضمون میں اقبال کے فلسفیانہ دلائل اور مغربی فکر پر ان کی تنقید کو بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ یہ واضح ہو کہ آخرت پر ایمان فرد اور معاشرے کے وجود کو کس طرح معنویت بخشتا ہے۔ یہ مقالہ میرے تحقیقی موضوع کے لیے اس اعتبار سے مفید ہے کہ یہ آخرت کے تصور کو محض مذہبی عقیدے کی حیثیت سے نہیں دیکھتا بلکہ اس کے عملی اور فکری اثرات پر روشنی ڈالتا ہے۔ اقبال کا تصور ابدیت اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ نوجوان نسل کے کردار کی تشکیل میں آخرت پر ایمان ایک مرکزی کردار ادا کرتا ہے جو ان کے اخلاق، فیصلوں اور طرزِ عمل کو متاثر کرتا ہے

#### 2- عہد حاضر میں تربیت و کردار سازی کے تقاضے اور فکر اقبال کی معنویت، شائستہ اعوان، تحقیقی مجلہ متن، جنوری 2023

مصنفہ نے موجودہ مادی دور میں کردار سازی اور تربیت کی ضروریات پر روشنی ڈالی ہے۔ معاشرتی اخلاقی زوال کے پس منظر میں وہ علامہ اقبال کے تصورات کو ایک روشن رہبر کے طور پر پیش کرتی ہیں خاص طور پر ان کے خیالات کی عصریت اور ان کی بنیاد قرآن کی فکری بصیرت میں مضمر ہونے کی بنا پر۔ مقالہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اگر ہم نظریاتی و عملی طور پر اپنے کردار میں اقبال کی فکر

کو شامل کر لیں تو ہماری قومی شناخت اور اخلاقی بحالی ممکن ہے۔ یہ مقالہ میرے موضوع کے لحاظ سے اس قدر اہم ہے کہ اس میں اقبال کے تربیتی و اخلاقی تصورات کو ایک عملی ذریعہ مان کر نوجوانوں میں کردار سازی کا زبردست احاطہ کیا گیا ہے۔

### **3- Moral Development Strategies for University Students in the Light of Islamic Philosophy of Moral Development in the Quran and Sunnah, M. Rafiq PhD, Faculty of Social Sciences, International Islamic University Islamabad, 2020**

اس تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ تصورِ آخرت پر ایمان، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں نوجوانوں میں اخلاقی اور شخصی ترقی کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق جب طلباء یومِ حساب پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کے عمل میں اخلاقی اصول جیسے انصاف، دیانت، اور ذمہ داری کی اہمیت بڑھتی ہے۔

یہ تحقیق موجودہ مطالعہ کے حوالے سے اہمیت رکھتی ہے کیونکہ میرا تھیسس میں بھی نوجوانوں کی کردار سازی میں تصورِ آخرت کے کردار کے متعلق ہے مقالہ نگار نے اخلاقی تربیت کے لیے اسلامی تعلیمات پر مبنی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں کی تجویز دی ہے جو میری تحقیق کے مقصد سے مکمل ہم آہنگ ہیں۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ ہمارے تعلیمی نظام میں تصورِ آخرت کی اہمیت کو کم کرنے کی وجہ سے نوجوانوں میں اخلاقی زوال آرہا ہے جس سے ان کی شخصی ترقی متاثر ہو رہی ہے۔ اس تحقیق کی سفارشات میں یہ شامل ہے کہ نصاب اور تعلیمی حکمت عملیوں میں اسلامی اقدار کو شامل کیا جائے تاکہ نوجوانوں کی اخلاقی اور روحانی ترقی کو فروغ دیا جاسکے۔

### **4 -The Quran and the personality development, Anjum Amin, Ph.D Research Scholar, Department of Education, University of Kashmir, August 2018**

مقالہ نگار نے اپنی تحقیق میں اس بات پر زور دیا ہے کہ انسان کی رہنمائی کا سب سے بہترین ذریعہ مذہبی کتب ہیں، جن میں قرآن مجید کی تعلیمات سب سے اہم اور نمایاں ہیں۔ قرآن کی تعلیمات کا نہ صرف عظیم ہستیوں جیسے سائنسدانوں، ماہرین نفسیات، اور اسکالرز نے اعتراف کیا ہے بلکہ ان تعلیمات میں انسان کی کردار سازی کے حوالے سے بھی ایک جامع اور قابل عمل رہنمائی موجود ہے۔ اس مقالے میں قرآن کی بعض اہم آیات کا ذکر کیا گیا ہے جن میں انسان کو اپنی شخصیت کی تعمیر اور معاشرتی برائیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے عملی طور پر رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔

اس مقالہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قرآن انسان کو صرف نظریاتی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے جس کے ذریعے فرد نہ صرف اپنی ذاتی اصلاح کرتا ہے بلکہ معاشرتی سطح پر بھی مثبت تبدیلی لاسکتا ہے۔

یہ مقالہ میرے موضوع تحقیق سے گہرا تعلق رکھتا ہے، کیونکہ دونوں میں انسان کی شخصیت کی تعمیر، اخلاقی اصلاح اور معاشرتی ترقی پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن کی تعلیمات اور تصورِ آخرت دونوں انسان کو اس کی ذاتی اور معاشرتی ذمہ داریوں کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں، اور دونوں ہی انسان کو برائیوں سے بچنے اور اس کی اخلاقی حدود کو بہتر بنانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ قرآن کی تعلیمات نہ صرف فرد کی ذاتی اصلاح کے لیے ہیں بلکہ اس کا اثر معاشرتی سطح پر بھی پڑتا ہے، اور تصورِ آخرت انسان کی کردار سازی کے اس عمل کو مکمل کرتا ہے۔ اس طرح قرآن کی تعلیمات اور تصورِ آخرت دونوں اس تحقیق کے مرکزی بنیاد میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

##### **5. Life after death: A study of the afterlife in world religions. Masumian, F Kalimat Press. (2002)**

یہ کتاب دنیا کے مختلف بڑے مذاہب میں تصورِ آخرت کے نظریات کا تقابلی جائزہ پیش کرتی ہے۔ مصنفہ نے ہندومت، زرتشتیت، بدھ مت، یہودیت، عیسائیت، اسلام، اور بہائی مذہب میں بعد از مرگ زندگی کے مختلف پہلوؤں کا سادہ مگر جامع تجزیہ پیش کیا ہے۔ ہر مذہب میں موت، روح، حساب، جنت، دوزخ اور تناسخ جیسے عقائد کو ان کی مذہبی متون کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں یہ بات نمایاں ہے کہ اگرچہ مختلف مذاہب میں آخرت کے تصورات میں کچھ فرق پایا جاتا ہے تاہم بیشتر مذاہب انسان کے اعمال اور اس کے بعد کی زندگی کے درمیان گہرے تعلق پر متفق ہیں۔ یہی تصور انسان کو اپنے کردار کی اصلاح، عدل، نیکی، اور خیر خواہی پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ پہلو زیر تحقیق موضوع "پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کا فہم اور اس کے کردار و معاشرتی ترقی پر اثرات" سے براہ راست تعلق رکھتا ہے کیونکہ کتاب ظاہر کرتی ہے کہ آخرت کا شعور صرف مذہبی وابستگی تک محدود نہیں بلکہ فرد کے سماجی رویوں اور معاشرتی ذمہ داریوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ لہذا، یہ کتاب موجودہ تحقیق میں تصورِ آخرت کے نفسیاتی، اخلاقی اور معاشرتی اثرات کے استدلال کو تقویت دیتی ہے، اور اسے دراستِ سابقہ میں بطور اہم ماخذ شامل کیا گیا ہے

6۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں نوجوانوں کی کردار سازی، عبدالرؤف، مقالہ برائے ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف سرگودھا، 2018

اس مقالے میں نوجوانوں کی کردار سازی کو اسلامی اصولوں کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ مصنف نے بالخصوص قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسے اوصاف بیان کیے ہیں جو ایک مثالی اسلامی نوجوان کی شخصیت تشکیل دیتے ہیں، جیسے تقویٰ، صبر، اخلاص دیانت داری اور خوفِ خدا۔ اگرچہ مقالے کا مرکزی عنوان تصورِ آخرت نہیں ہے، تاہم متعدد مقامات پر آخرت کا تصور بطور محرک نمایاں نظر آتا ہے۔ مثلاً، مصنف نے نوجوانوں میں جواب دہی کے احساس، نیکی کی رغبت، اور گناہوں سے اجتناب کو آخرت پر ایمان کا نتیجہ قرار دیا ہے۔

یہ مقالہ براہ راست میرے موضوع سے متعلق ہے کیونکہ یہ نوجوانوں کی کردار سازی اور اس پر مذہبی عقائد کے اثرات کو زیرِ بحث لاتا ہے۔ تصورِ آخرت کو کردار سازی میں ایک کلیدی عنصر کے طور پر بیان کرنا میرے تحقیقی سوالات سے ہم آہنگ ہے۔ اگرچہ مقالے میں پاکستانی نوجوانوں کا دائرہ مخصوص نہیں، لیکن تجزیاتی طور پر اس کے نکات پاکستانی معاشرے پر بآسانی منطبق کیے جاسکتے ہیں۔

7۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نوجوانوں کی تربیت، انیلہ طارق، مقالہ برائے ایم فل، شعبہ اسلامیات لیڈ یونیورسٹی لاہور، 2017

اس مقالے میں مصنف نے نوجوانوں کی تربیت کو دینی اخلاق، عقائد اور عبادات کی بنیاد پر بیان کیا ہے۔ اس تحقیق کی خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے تصورِ آخرت کو بطور بنیادی عنصر واضح کیا ہے جو نوجوانوں کے طرزِ عمل، احساسِ ذمہ داری، سماجی روابط اور ذاتی اصلاح میں مثبت تبدیلی لاتا ہے۔ مقالے میں متعدد حوالہ جات سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ ایک نوجوان جب آخرت کے انجام پر یقین رکھتا ہے تو وہ اپنی دنیاوی زندگی میں توازن اور اعتدال پیدا کرتا ہے۔

یہ مقالہ میرے عنوان سے نہایت ہم آہنگ ہے کیونکہ اس میں نہ صرف نوجوانوں کی اخلاقی و فکری تربیت پر توجہ دی گئی ہے بلکہ اس میں تصورِ آخرت کو بطور تربیتی آلہ متعارف کروایا گیا ہے۔ چونکہ میری تحقیق بھی پاکستانی نوجوانوں کے کردار پر اس تصور کے اثرات کا جائزہ لینے پر مبنی ہے لہذا یہ مقالہ میرے نظریاتی اور اطلاقی مباحث کو مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔



## 8- انسان اور آخرت، حافظ مبشر حسین لاہوری، ناشر: مبشر اکیڈمی، لاہور، سن اشاعت: جولائی 2016

مصنف نے اس کتاب میں قرآن و حدیث کی روشنی میں انسان کی ابدی زندگی کے تمام مراحل موت، قبر، حشر، میزان، جنت و جہنم پر سادہ زبان میں دلائل و مثالوں کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تصورِ آخرت کو محض عقیدتی سطح پر بیان نہیں کیا گیا بلکہ اسے انسان کی روزمرہ زندگی، کردار، اور اعمال کے ساتھ مربوط کر کے پیش کیا گیا ہے۔ مصنف نے نوجوانوں اور عام مسلمانوں کو باور کرایا ہے کہ عقیدہٴ آخرت محض ایک دینی تصور نہیں بلکہ ایک زندہ اور مؤثر حقیقت ہے جو انسان کے طرزِ عمل، اخلاق، نیت، اور ذمہ داری کے احساس کو تبدیل کر سکتی ہے۔ کتاب میں مصنف نے بارہا اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر انسان کو اپنی آخری منزل کا یقین ہو، تو وہ دنیاوی زندگی کو ایک امتحان کے طور پر دیکھے گا، اور اس کا رویہ دوسروں کے ساتھ نرم خو، دیانت دار، اور عدل پر مبنی ہو گا۔ یہ بات میرے تحقیقاتی موضوعِ تصورِ آخرت اور کردار سازی سے براہِ راست تعلق رکھتی ہے۔

کتاب کا اندازِ بیان علمی و دعوتی ہے، جو نوجوان قارئین کے فہم سے ہم آہنگ ہے۔ اس لیے یہ کتاب میرے تحقیق کے لیے نہ صرف ایک فکری اساس فراہم کرتی ہے بلکہ پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے اثرات کو سمجھنے کے لیے ایک عملی بنیاد بھی مہیا کرتی ہے۔

## 9- اسلام اور تعمیرِ شخصیت، میاں عبدالرشید، شیخ علی اینڈ سنز ایجوکیشنل پبلیشرز لاہور 1963

میاں عبدالرشید کی یہ اہم تصنیف اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فرد کی شخصیت سازی پر ایک جامع مطالعہ فراہم کرتی ہے۔ مصنف نے قرآن و سنت کی روشنی میں فرد کی اخلاقی، فکری اور روحانی تربیت کے اصولوں کو نہایت مربوط انداز میں بیان کیا ہے۔ کتاب میں اسلامی اخلاقیات، خود آگاہی، تزکیہٴ نفس اور معاشرتی ذمہ داری جیسے موضوعات کو خاص طور پر اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب موجودہ تحقیق "پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کا فہم اور اس کے کردار و معاشرتی ترقی پر اثرات" کے تناظر میں نہایت اہم ہے۔ کیونکہ مصنف نے اسلامی شخصیت کی تعمیر میں آخرت کے تصور کو مرکزی محرک کے طور پر بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق آخرت کی جواب دہی کا شعور انسان کو خیر و شر میں فرق کرنے اور اعلیٰ اخلاق کو اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ لہذا یہ کتاب اس تحقیق کے اس بنیادی نظریے کی تائید کرتی ہے کہ تصورِ آخرت نوجوانوں کی کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اور ایک ایسے سماج کی تشکیل میں مدد دیتا ہے جو عدل، امانت، خیر خواہی اور معاشرتی ہم آہنگی پر مبنی ہو۔

10- تطہیر فکر اور کردار سازی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، ڈاکٹر نزہت مفتی، ڈاکٹر خدیجہ عزیز، ملاکنڈ یونیورسٹی ریسرچ جرنل آف اسلامک اسٹڈیز، جلد 4 شماره 1 (2022)

ڈاکٹر نزہت مفتی اور ڈاکٹر خدیجہ عزیز کا تحقیقی مضمون "تطہیر فکر اور کردار سازی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں" اسلامی تعلیمات کے نفسیاتی و اخلاقی اثرات پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس میں قرآن مجید کے بنیادی مقصد یعنی انسان کی دنیا و آخرت کی فلاح کا ذکر کرتے ہوئے، اشرف المخلوقات کو عقل و ضمیر کی روشنی میں خیر و شر کے انتخاب کا اختیار دیا جانا کردار سازی کا اہم ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ مضمون میں تطہیر فکر، اعتدال، مثبت ماحول، زبان کی پاکیزگی اور ٹیکنالوجی کے مثبت استعمال کو فرد کی شخصیت کی تعمیر کے لیے لازمی عناصر بتایا گیا ہے۔

یہ نکات زیر نظر تحقیق سے گہرا ربط رکھتے ہیں کیونکہ تصور آخرت کا شعور انسان میں فکری سنجیدگی، احساس ذمہ داری اور اخلاقی ضبط پیدا کرتا ہے۔ مضمون میں سیرت نبویؐ کو کردار سازی کا نمونہ قرار دینا اور صحابہ کرامؓ کی تربیت کو ادارہ جاتی تنظیم میں بدلنے کی بات بھی اس تحقیق کے نظریاتی فریم ورک کی تائید کرتی ہے۔ لہذا یہ مضمون نوجوانوں کی فکری اور عملی اصلاح کے تناظر میں ایک قیمتی ماخذ ہے۔

پاکستانی نوجوانوں میں فہم آخرت:

1. A Course on Personality Development: An outline in the light of Quran, Hadith and Sirah, Dr.Aftab Alam, Al-Qamar ,Vol,3,Issue 1,Jan -June2020

اس مقالے میں ڈاکٹر آفتاب عالم نے قرآن، حدیث اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں شخصیت کی نشوونما کے لیے ایک مربوط نصاب کی ضرورت پر زور دیا ہے خاص طور پر یونیورسٹی کی سطح پر۔ مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ سیرت نبوی ﷺ صرف مذہبی و روحانی ہدایت کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک مکمل عملی نمونہ بھی ہے جس کے ذریعے فرد کی شخصیت میں اخلاقی سماجی اور فکری سطح پر مثبت تبدیلی ممکن ہے۔ اگرچہ یہ مقالہ براہ راست تصور آخرت پر نہیں ہے لیکن چونکہ سیرت نبوی ﷺ میں تصور آخرت ایک بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے اس لیے یہ مقالہ بالواسطہ طور پر اس موضوع سے مربوط ہو جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں دنیاوی معاملات میں اخلاص، عدل، خیر خواہی اور دیانت جیسے اوصاف اس حقیقت کا مظہر ہیں کہ آخرت

کالین کس طرح کردار سازی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ چنانچہ اس مقالے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شخصیت سازی کا کوئی بھی مؤثر کورس یا تربیت کا عمل، تصورِ آخرت سے الگ نہیں ہو سکتا۔

لہذا یہ مقالہ موجودہ تحقیق کے لیے ایک فکری و عملی حوالہ فراہم کرتا ہے جو اس امر کو اجاگر کرتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر کردار سازی کا کوئی بھی مؤثر ماڈل، تصورِ آخرت کے شعور سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔

## **2- Impact of Religious Sermons on Youth Behavior in Pakistan, Ahmed, S. & Farooq, M. Journal of Islamic Studies, 25(2), 2019**

اس مقالہ میں مصنفین نے مذہبی خطبات کے پاکستانی نوجوانوں پر اثرات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔ مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ خطبات نوجوانوں کے اخلاقی رویوں، سماجی تعلقات اور دینی شعور کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ تحقیقی نتائج کے مطابق مثبت اور متوازن مذہبی خطبات نوجوانوں میں نظم و ضبط، ذمہ داری اور خیر خواہی کو فروغ دیتے ہیں، جبکہ انتہا پسندانہ یا غیر معتدل خطبات رویوں میں شدت پسندی اور عدم برداشت کا سبب بھی بن سکتے ہیں یہ مقالہ میرے تحقیقی موضوع سے براہ راست متعلق ہے کیونکہ مذہبی خطبات اکثر آخرت کی تعلیمات پر زور دیتے ہیں۔ نوجوان جب ان خطبات سے متاثر ہوتے ہیں تو ان کے اخلاقی فیصلے، معاشرتی رویے اور کردار کی سمت آخرتی شعور کے تابع ہو جاتی ہے۔

## **3. A Critical Analysis of the Impact of Islamic Education in Social Context of Sindh, Pakistan, Mehboob Ali, M.Phil, Hamdarad University Sindh Karachi 2019**

یہ مقالہ سندھ کے سماجی پس منظر میں اسلامی تعلیمات کے اثرات پر ایک تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے خاص طور پر نوجوانوں اور مختلف معاشرتی طبقات پر اسلامی افکار کے اثرات کو اجاگر کرتا ہے۔ مصنف نے اسلامی تعلیم کو کردار سازی، معاشرتی ذمہ داری اور اخلاقی رویوں کے استحکام کے لیے ایک مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے۔ اگرچہ یہ مقالہ تصورِ آخرت کے مخصوص موضوع پر مرکوز نہیں تاہم کردار سازی میں اسلامی تعلیمات کے کردار کو اس انداز میں پیش کیا گیا ہے جو میرے تحقیقی موضوع کے اس حصے سے بخوبی ہم آہنگ ہے جہاں کردار سازی اور دینی فہم کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ لہذا اس مقالے کا مطالعہ میرے تحقیقی کام کی نظریاتی بنیادوں کو مزید مستحکم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

**4. Death and life: A study on Pakistani youth ,Sarwat amin rattan and Dr. Farah Iqbal, Journal Of Social Science Reasearch, Volume 11, Number.1, February 2017**

اس تحقیق میں پاکستانی نوجوانوں میں موت اور زندگی کے بارے میں سوچ کو سمجھنے کے لیے 120 طلباء و طالبات کو شامل کیا گیا۔ نتائج سے معلوم ہوا کہ نوجوان موت کے بارے میں مختلف جذبات رکھتے ہیں، جیسے: کچھ نوجوان موت سے خوف محسوس کرتے ہیں

کچھ اسے ایک فطری چیز کے طور پر قبول کرتے ہیں، اور کچھ موت سے بچنے یا بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح، نوجوانوں میں زندگی کے معنی کو تلاش کرنے کی کوشش بھی نمایاں تھی، خاص طور پر لڑکیوں میں موت کا خوف زیادہ پایا گیا۔ یہ مطالعہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نوجوان جب زندگی کو با مقصد سمجھتے ہیں تو وہ موت کے بارے میں بھی سنجیدہ سوچ رکھتے ہیں۔ اس کا تعلق ان کے رویوں اور کردار سے بھی جڑتا ہے۔ لیکن اس تحقیق میں ایک کمی یہ ہے کہ اس میں "آخرت" کے تصور کو براہ راست شامل نہیں کیا گیا۔ یعنی موت کے بعد کی زندگی، جزا و سزا، یا دین اسلام کے عقائد کو واضح طور پر زیر بحث نہیں لایا گیا۔ میرا مقالہ اسی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، جس میں میں یہ جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ پاکستانی نوجوان جب آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، تو وہ کس طرح اپنے کردار، اخلاق اور معاشرتی ذمہ داریوں کو بہتر بناتے ہیں۔

**5. Impact of Digital Religious Content on Pakistani Youth, Shahid, M. & Khan, A. Journal of Islamic Studies, 25(2), 2021**

اس میں مصنفین نے ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر موجود مذہبی مواد کے پاکستانی نوجوانوں پر اثرات کا مطالعہ کیا ہے۔ تحقیق سے ظاہر ہوا کہ آن لائن خطبات، ویڈیوز، اور سوشل میڈیا مواد نوجوانوں کی مذہبی وابستگی، رویوں اور اقدار پر نمایاں اثر ڈالتے ہیں۔ مثبت اور متوازن ڈیجیٹل مواد نوجوانوں کے دینی شعور، اخلاقی کردار اور سماجی ذمہ داری کو بڑھاتا ہے، جبکہ غیر مصدقہ یا انتہا پسندانہ مواد ذہنی انتشار، انتہا پسندی اور رویوں میں شدت کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ یہ مقالہ میرے موضوع کے لیے اس وجہ سے اہم ہے کہ ڈیجیٹل مذہبی مواد میں آخرت کے حوالے سب سے زیادہ دہرائے جاتے ہیں جو براہ راست نوجوانوں کے رویوں اور کردار پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جب نوجوان یوٹیوب، فیس بک یا دیگر پلیٹ فارمز پر مذہبی خطبات اور مواد دیکھتے ہیں تو ان کے اندر آخرت کا فہم یا تو مضبوط ہوتا ہے یا بعض اوقات مسخ شدہ صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

**6.Perceptions of Death among Pakistani Undergraduates, Amina Obaid Khwaja and M Asir ajmal pakistan journal od social psychology, vol 9 no3,3-8,2012**

اس تحقیق میں مصنفین نے پاکستانی انڈرگریجویٹ طلبہ کے درمیان موت اور موت کے بعد زندگی سے متعلق تصورات کا مطالعہ کیا ہے۔ اس تحقیق میں طلبہ کے مختلف رویوں، جذباتی رد عمل اور فکری رجحانات کا جائزہ لیا گیا جن میں خوف، تجسس، مذہبی عقائد پر اعتماد اور موت کے بعد کی زندگی سے جڑی توقعات شامل ہیں۔ مقالہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ نوجوان طبقہ موت کے تصور کو محض حیاتیاتی اختتام نہیں سمجھتا بلکہ اسے مذہبی اور روحانی تناظر میں دیکھتا ہے۔ یہ تحقیق میرے موضوع سے براہ راست جڑی ہوئی ہے کیونکہ موت اور آخرت کے تصورات آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ پاکستانی طلبہ کی موت سے متعلق سوچ دراصل آخرت کے فہم کی بنیاد فراہم کرتی ہے، جو ان کے رویوں، اخلاقی فیصلوں اور کردار سازی پر اثر انداز ہوتی ہے۔

**7۔ محمد امین "تعلیمی ادارے اور کردار سازی" عزیز بک ڈپو اردو بازار لاہور مئی 1997**

یہ کتاب پاکستان کے تعلیمی نظام میں کردار سازی کے اصولی اور عملی پہلوؤں کا عمیق مطالعہ پیش کرتی ہے۔ مصنف نے تعلیم کے ذریعے فرد کی فکری، اخلاقی اور روحانی تعمیر کو معاشرتی ترقی کا بنیادی ذریعہ قرار دیا ہے۔ کتاب میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ نصابی و غیر نصابی سرگرمیاں، اساتذہ کا کردار، اور اداروں کا ماحول نوجوانوں کی شخصیت پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد امین کی تحقیق یہ ظاہر کرتی ہے کہ تعلیمی ادارے محض علم کی ترسیل کے مراکز نہیں بلکہ کردار سازی کے بنیادی مراکز بھی ہیں، جہاں آخرت کے تصور کو اگر مؤثر طریقے سے تعلیم و تربیت کا حصہ بنایا جائے تو یہ نوجوانوں کے اخلاق و عمل میں انقلابی تبدیلی لاسکتا ہے۔

لہذا یہ کتاب موجودہ تحقیق میں اس نظریے کی تائید فراہم کرتی ہے کہ تعلیمی ادارے نوجوانوں میں تصور آخرت کے فہم اور اس کے نتیجے میں کردار سازی و سماجی بہتری کے اہم محرک بن سکتے ہیں۔

## فہم آخرت کا کردار سازی پر اثرات:

**1. Thought-Action Fusion, Scrupulosity and Afterlife Beliefs in Young Adults. Muhammad Usama Gondal, Sadia Malik, Applied Psychology Review, Volume: 3, University of Management and Technology (UMT) Lahore 2024**

اس تحقیق میں نوجوانوں میں فکری و عملی الجھنوں اور مذہبی حساسیت کے پس منظر میں آخرت کے عقیدے کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ جب نوجوان اپنے خیالات کو براہ راست اعمال کے برابر سمجھتے ہیں تو ان میں اخلاقی حساسیت بڑھ جاتی ہے اور یہ کیفیت بالخصوص آخرت پر ایمان کے ساتھ جڑ کر ان کے رویوں اور نفسیاتی کیفیت پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ یہ تحقیق میرے موضوع کے ساتھ گہری مطابقت رکھتے ہیں کیونکہ یہ واضح کرتے ہیں کہ آخرت پر یقین نہ صرف نوجوانوں کی اخلاقی ترجیحات بلکہ ان کی نفسیاتی تشکیل اور کردار سازی پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ مذکورہ مطالعہ زیادہ تر نفسیاتی پہلو یعنی فکری و عملی الجھن اور مذہبی حساسیت پر مرکوز ہے جبکہ میرا تھیسس آخرت کے تصور کو ایک ہمہ گیر بنیاد بنا کر پاکستانی نوجوانوں کے کردار پر اس کے عملی، اخلاقی اور سماجی اثرات کا تجزیہ کرتا ہے۔

## 2- آخرت کا تصور اور انسانی زندگی پر اثرات، منیرہ شیخ، حجاب اسلامی، جلد 22، شمارہ 9، ستمبر 2022

اس مقالہ میں واضح کیا گیا ہے کہ آخرت پر ایمان فرد کی عملی زندگی کو نہ صرف عبادات اور اخلاقیات کے دائرے میں منظم کرتا ہے بلکہ اس کے روزمرہ رویوں اور معاشرتی تعلقات پر بھی مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ مصنفہ کے مطابق آخرت کا یقین انسان کو دنیاوی لذتوں اور مفادات کی غلامی سے نکال کر جواب دہی اور احتساب کے شعور کی طرف متوجہ کرتا ہے، جس سے اس کے کردار میں دیانت، انصاف اور ایثار جیسے اوصاف پروان چڑھتے ہیں۔ یہ تحقیق براہ راست میرے موضوع کے ساتھ ہم آہنگ ہے کیونکہ دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ آخرت کا شعور انفرادی و اجتماعی سطح پر اخلاقی اور نفسیاتی توازن پیدا کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

## 3- افراد معاشرہ کی کردار سازی اور اسلامی تعلیمات، ڈاکٹر رضیہ شبانہ، ڈاکٹر فیاض احمد فاروقی، عقیقہ رشید، اسلامی تہذیب و ثقافت

جلد 4 شمارہ (1) 2021

ڈاکٹر رضیہ شبانہ، ڈاکٹر فیاض احمد فاروقی، اور عقیقہ رشید کا تحقیقی مضمون میں اس نکتے پر زور دیتا ہے کہ فرد کی کردار سازی سماجی ترقی کا بنیادی ستون ہے۔ مضمون میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے افکار، اعمال اور طرز زندگی ہی کسی فلاحی معاشرے کی

تشکیل کا اصل معیار ہیں، اور والدین، اساتذہ، اور معاشرتی عوامل اس تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ خاص طور پر سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں کردار سازی کے عملی طریقہ کار کو آج کے تقاضوں کے مطابق بیان کیا گیا ہے، تاکہ انسان اپنی شخصیت میں نرمی، حسن اخلاق، اور معاشرتی ذمہ داری جیسے اوصاف پیدا کر سکے۔

یہ تحقیق زیرِ نظر مطالعے سے براہِ راست ہم آہنگ ہے کیونکہ تصورِ آخرت بھی انسان کو اپنے کردار اور رویے پر نظر ثانی کا داعیہ فراہم کرتا ہے۔ جس طرح مضمون میں معاشرتی عوامل اور اصلاحی کردار پر زور دیا گیا ہے اسی طرح موجودہ تحقیق میں نوجوانوں کی کردار سازی میں تصورِ آخرت کو محرک کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ لہذا یہ مضمون نظریاتی و عملی دونوں لحاظ سے ایک مؤثر حوالہ ہے۔

#### 4- الإیمان بالیوم الآخر وأثاره النفسية، مصنف، د- سید مثنیٰ علی الأبارة، منبع، شبكة الألوكة، تاریخ

اشاعت: 11 نومبر 2015

اس مقالے میں مقالہ نگار نے یہ واضح کیا ہے کہ جب انسان کو آخرت پر یقین ہوتا ہے تو وہ زیادہ پرسکون، صابر، خوفِ خدا رکھنے والا اور ذمہ دار بن جاتا ہے۔ اس یقین سے انسان کے دل و دماغ میں نرمی، امید، اور خود کو بہتر بنانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو اس کی شخصیت پر اچھا اثر ڈالتا ہے۔ یہ مطالعہ اگرچہ مفید ہے، لیکن اس میں نوجوانوں کے مخصوص حالات یا ان کے کردار کی تشکیل پر خاص توجہ نہیں دی گئی۔ نہ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ آج کے دور میں نوجوان کس طرح آخرت کے تصور سے متاثر ہو کر اپنی زندگی میں تبدیلی لاسکتے ہیں۔ میری تحقیق اسی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ میں نے پاکستانی نوجوانوں کو موضوع بنایا ہے اور یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ آخرت پر یقین رکھنے سے ان کے کردار، سوچ اور معاشرتی رویوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس طرح میری تحقیق اس مقالے کو ایک نیا زاویہ فراہم کرتی ہے اور اس کے علمی دائرے کو مزید وسیع کرتی ہے۔

#### 5- الإیمان بعوالم الآخرة ومواقفها، از شیخ عبد اللہ سراج الدین الحسینی، ناشر، دار المنہاج القویم دمشق، 2019

یہ کتاب تصورِ آخرت کے موضوع پر ایک جامع اور علمی کاوش ہے جو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آخرت کے مختلف مراحل جیسے موت، برزخ، قیامت، حساب، صراط، میزان، جنت و جہنم پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے۔ مؤلف نے نہ صرف ان عقائد کی وضاحت کی ہے بلکہ ان کے فردی اور اجتماعی زندگی پر اثرات کو بھی بیان کیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آخرت پر ایمان انسان کے اخلاقی

رویے دینی وابستگی، اور معاشرتی معاملات پر مثبت اثر ڈالتا ہے۔ فرد جب اپنے اعمال کے نتائج سے باخبر ہوتا ہے تو وہ اپنے کردار کو سنوارنے اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ پہلو براہ راست کردار سازی سے جڑتے ہیں، جو زیر تحقیق موضوع کا مرکزی نکتہ ہے۔ علاوہ ازیں، کتاب اس بات کو بھی واضح کرتی ہے کہ آخرت کا شعور معاشرتی سطح پر عدل، امانت داری، اور باہمی خیر خواہی کو فروغ دیتا ہے، جس سے معاشرتی ہم آہنگی اور ترقی ممکن ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب موجودہ تحقیق کے لیے ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کرتی ہے، اور تصور آخرت کے کردار سازی اور معاشرتی ترقی پر اثرات کے فہم میں مدد دیتی ہے۔

#### **6.Divergent Effects of Beliefs in Heaven and Hell on National Crime Rates. Shariff, A. F., & Rhemtulla, M. PLoS ONE, 7(6), e39048.(2012)**

ایک بین الاقوامی سطح کا مطالعہ ہے جو 67 ممالک اور 143,197 افراد پر مشتمل ڈیٹا کے ذریعے کیا گیا۔ اس تحقیق میں یہ نتیجہ سامنے آیا کہ وہ معاشرے جہاں جنت پر یقین زیادہ ہے لیکن دوزخ کے تصور کو کم اہمیت دی جاتی ہے، وہاں جرائم کی شرح نسبتاً زیادہ پائی گئی جبکہ دوزخ پر یقین رکھنے والے معاشروں میں احتساب کے خوف کے باعث جرائم کی سطح کم رہی۔ اس سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ تصور آخرت، بالخصوص جزا و سزا پر ایمان، افراد کے رویوں کو قابو میں رکھنے اور معاشرتی نظم قائم رکھنے میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ موجودہ مقالہ کے تناظر میں یہ تحقیق اس امر کی تائید کرتی ہے کہ پاکستانی نوجوانوں میں بھی اگر آخرت کے تصور کو جزا و سزا کے متوازن شعور کے ساتھ اجاگر کیا جائے تو ان کی کردار سازی اور اخلاقی ذمہ داری کا شعور زیادہ مستحکم ہو سکتا ہے۔



## جواز تحقیق مقاصد تحقیق، سوالات تحقیق، دائرہ کار، منہج تحقیق

### جواز تحقیق (Rationale of The Study)

کسی بھی فرد یا قوم کی تعمیر و ترقی میں کردار سازی بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اور یہ عمل اُس وقت مؤثر ہوتا ہے جب اس کی بنیاد کسی پائیدار فکری و عقیدتی تصور پر ہو۔ اسلامی تعلیمات میں تصورِ آخرت کو کردار سازی کا مرکز قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی کثیر آیات انسان کو یومِ حساب، جزا و سزا، اور اعمال کے انجام کی یاد دہانی کروا کر اس کے اخلاق و کردار کو سنوارنے پر زور دیتی ہیں۔ عصرِ حاضر میں ہمارے رائج تعلیمی نظام میں کردار سازی کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کی ضرورت تھی، جس کے نتیجے میں نوجوان نسل مایوسی، تنگ نظری، اخلاقی بے راہ روی، عورتوں کے استحصال، اور دیگر معاشرتی جرائم کا شکار ہو رہی ہے۔ ان سنگین مسائل کے انسداد کے لیے ضروری ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں تصورِ آخرت اور کردار سازی کا گہرا اور تجزیاتی مطالعہ کیا جائے، تاکہ نوجوانوں میں مثبت اخلاقی تبدیلی اور معاشرتی اصلاح کی بنیاد رکھی جاسکے۔

### مقاصد تحقیق (Objective of Research)

اس مقالے کے اہم تحقیقی مقاصد درج ذیل ہیں۔

- 1۔ پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے فہم کا جائزہ لینا۔
- 2۔ تصورِ آخرت اور کردار سازی کے باہمی تعلق کی توضیح کرنا۔
- 3۔ تصورِ آخرت کا فہم اور اس کے کردار سازی پر اثرات کا کھوج لگانا۔

### سوالات تحقیق (Research questions)

- 1۔ پاکستانی نوجوانوں میں آخرت کے متعلق کیا فہم پایا جاتا ہے؟
- 2۔ فہمِ آخرت اور کردار سازی کا باہمی تعلق کیوں ضروری ہے؟
- 3۔ آخرت کا فہم انسان کی کردار سازی میں کیسے معاون ثابت ہو سکتا ہے؟

## تحدید (Dilimitation)

یہ تحقیق "آخرت سے متعلق پاکستانی نوجوانوں کے تصورات اور کردار سازی پر اس کے اثرات" کے موضوع تک محدود ہے۔ تحقیق کا دائرہ کار صرف اسلام آباد کی چار منتخب یونیورسٹیوں تک محدود رکھا گیا ہے، جن میں نمل یونیورسٹی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، بحریہ یونیورسٹی، اور الحمد اسلامک یونیورسٹی شامل ہیں۔ اس مطالعے میں ان جامعات کے مختلف شعبہ جات کے طلباء و طالبات کو آن لائن سروے کے ذریعے شامل کیا گیا ہے تاکہ ان کے نظریات، فکری رجحانات اور کردار سازی پر تصورِ آخرت کے ممکنہ اثرات کو جانچا جاسکے۔

## منہج تحقیق (Research Methodology)

اس تحقیقی مقالے میں مندرجہ ذیل منہج کو اختیار کیا گیا ہے:

- 1۔ اس تحقیق میں مخلوط تحقیقی طریقہ کار (Mixed Methodology) اپنایا گیا ہے، جس میں مقداری (Quantitative) اور معیاری (Qualitative) دونوں پہلو شامل کیے گئے ہیں۔ اس طریقے کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے فہم اور اس کے کردار سازی پر اثرات کا جامع تجزیہ ممکن ہو سکے۔ مقداری تحقیق کے ذریعے رجحانات اور عمومی خیالات کا اندازہ لگایا گیا جبکہ معیاری تحقیق کے ذریعے ان خیالات کی گہرائی اور پس منظر کو سمجھنے کی کوشش کی گئی۔
- 2۔ اس تحقیق کے لیے سروے (Survey) کے طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک سوالنامہ (Questionnaire) تیار کیا گیا، جو پاکستانی نوجوانوں کے مذہبی شعور، اخلاقی رویوں، اور سماجی کردار پر تصورِ آخرت کے ممکنہ اثرات کو جانچنے کے لیے مختلف سوالات پر مشتمل ہے۔
- 3۔ آن لائن سروے (Google Forms) کے ذریعے ڈیٹا اکٹھا کیا گیا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کی آراء حاصل کی جاسکیں۔

- 4۔ جمع شدہ ڈیٹا کا مقداری تجزیہ (Quantitative Analysis) مکمل کیا گیا ہے۔ اور نتائج کی بصری وضاحت کے لئے پائی چارٹس اور بیبلز تیار کئے گئے ہیں۔ تاکہ ہر اثرات کی اہمیت کو اعداد و شمار کی روشنی میں مؤثر انداز میں سمجھا جاسکے۔

5۔ جدید ٹیکنالوجی کو بروئے کار لاتے ہوئے مکتبہ شاملہ، مکتبہ نور، اور معتبر انٹرنیٹ ذرائع سے بھی مواد حاصل کیا گیا ہے، تاکہ تحقیقی معلومات کی وسعت اور دقت کو یقینی بنایا جاسکے۔

- <https://scholar.google.com>
- <https://theislam360.com>
- <https://asianindexing.com>
- <https://www.alukah.net/sharia>
- [www.archive.com](http://www.archive.com)

اور دیگر ویب سائٹ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

6۔ مقالہ کی تدوین و تحریر کے لیے نمل اسلام آباد کفار میٹ استعمال کیا جائے گا۔

## باب اول: کردار سازی کا اسلامی منہاج۔

فصل اول: کردار سازی بذریعہ تزکیہ نفس و احسان

فصل دوم: کردار سازی بذریعہ ترغیب و ترہیب

فصل سوم: کردار سازی بذریعہ جزاء و سزا

## باب اول: کردار سازی کا اسلامی منہاج۔

اسلامی تعلیمات میں کردار سازی کو انسانی زندگی کا مرکزی مقصد تصور کیا جاتا ہے جو نہ صرف فرد کی روحانی اور اخلاقی تطہیر کا ذریعہ بنتی ہے بلکہ معاشرتی فلاح اور اجتماعی نظم کی بنیاد بھی فراہم کرتی ہے۔ قرآن و سنت میں کردار سازی کا ایک جامع اور مربوط منہاج پیش کیا گیا ہے، جو انسان کے ظاہر و باطن دونوں کو سنوارنے کا عمل ہے۔

یہ منہاج محض نظریاتی تعلیمات تک محدود نہیں بلکہ عملی اطلاقات اور نفسیاتی اصولوں کو بھی محیط ہے۔ اس باب میں کردار سازی کے اسلامی تصور کو تین بنیادی زاویوں سے واضح کیا گیا ہے: تزکیہ نفس و احسان، ترغیب و ترہیب، اور نظام جزا و سزا۔ یہ تینوں جہات اسلام کے تربیتی نظام میں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں جو انسان کو اعلیٰ اقدار اپنانے، برائیوں سے اجتناب کرنے اور نیکی کی ترغیب دلانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔

تزکیہ نفس کردار سازی کا باطنی پہلو ہے جو انسان کی نیت، ارادے اور روحانی طہارت سے متعلق ہے، جبکہ احسان انسان کے رویوں کو خلوص، ہمدردی، اور عدل کے سانچے میں ڈھالتا ہے۔ دوسری طرف ترغیب و ترہیب کا طریقہ انسان کی فطری خواہشات اور خوف کے جذبات کو متوازن رکھتے ہوئے اس کے کردار کو مطلوبہ راہ پر گامزن کرتا ہے۔

اسی طرح جزا و سزا کا تصور انسانی ضمیر کو بیدار رکھنے اور عمل کے نتائج کو نمایاں کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اسلامی منہاج میں یہ تینوں اصول ایک ہم آہنگ نظام کی حیثیت رکھتے ہیں جو فرد کی شخصیت کی ہمہ جہتی تعمیر میں معاون ہیں۔ یہ باب اسی ہمہ گیر تصور کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی کردار سازی کے فکری، روحانی اور عملی پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ پیش کرنے کی کوشش کرونگا۔

## فصل اول: کردار سازی بذریعہ تزکیہ نفس واحسان

اسلامی تعلیمات میں کردار سازی (Character Building) کو انسانی ارتقاء اور معاشرتی استحکام کے لیے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ محض اخلاقی تربیت کا عمل نہیں بلکہ ایک ایسا ہمہ جہتی نظام ہے جو انسان کے باطن، اعمال، افکار اور رویوں کو اصلاح و تہذیب کے ذریعے نکھارتا ہے۔ تزکیہ نفس اور احسان، کردار سازی کے دو بنیادی ستون ہیں، جو انسان کے باطنی اور ظاہری رویوں کو مکمل ہم آہنگی کے ساتھ سنوارتے ہیں۔

### کردار سازی اور تزکیہ نفس: باہمی ربط

کردار سازی دراصل ان عملی و اخلاقی صفات کے فروغ کا عمل ہے جو فرد کو ایک صالح، متوازن اور مثبت معاشرتی کردار ادا کرنے کے قابل بناتی ہیں۔ دوسری طرف تزکیہ نفس ایک ایسا روحانی و اخلاقی سفر ہے جس میں انسان اپنی نفسانی آلائشوں، منفی رجحانات اور اخلاقی کمزوریوں کو ختم کر کے اپنے نفس کو پاکیزہ بناتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے یہ دونوں عمل ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ لازم و ملزوم ہیں۔ کردار سازی کا بیرونی اظہار، تزکیہ نفس کی اندرونی تبدیلی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جب انسان اپنے نفس کی تربیت، محاسبہ اور اصلاح کرتا ہے تو وہی باطنی پاکیزگی اس کے اخلاق و کردار میں جھلکتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾<sup>1</sup>

"یقیناً وہ کامیاب ہوا جس نے تزکیہ اختیار کیا"

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں نبی ﷺ کے طریقہ تربیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"وكان من هديه ﷺ تعليم الناس ما ينفعهم في دينهم ودنياهم، وتزكية نفوسهم، وتطهير قلوبهم من"

الأدران"<sup>2</sup>

<sup>1</sup> الاعلى: 14

<sup>2</sup> الجوزية ابن قيم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد، دار الكتب العلمية، بيروت 1410ھ جلد 1، صفحہ 45

"اور یہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا کہ وہ لوگوں کو ان کے دین و دنیا کے نفع بخش امور سکھاتے ان کے نفوس کا تزکیہ کرتے اور ان کے دلوں کو آلودگیوں سے پاک کرتے"

یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تربیت کا مقصد محض ظاہری علم نہیں بلکہ دلوں کی پاکیزگی اور شخصیت کی اصلاح بھی تھا۔ آپ ﷺ نے دین و دنیا دونوں کی بھلائی سکھا کر ایک متوازن اور جامع کردار سازی کا نمونہ پیش کیا۔

## تزکیہ نفس اور محاسبہ نفس کا کردار

تزکیہ نفس ایک مسلسل اور شعوری عمل ہے، جس کے ذریعے انسان اپنی روحانی اور اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ایک تدریجی اور گہرا سفر ہے جو مختلف مرحلوں سے گزر کر مکمل ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس میں محاسبہ نفس کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ انسان کو اپنے آپ کا جائزہ لینے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی غلطیوں کو پہچان کر ان کی اصلاح کر سکے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس کی اہمیت کو بیان کیا ہے:

﴿وَمَا أَرْبَىٰ نَفْسٌ إِلَّا مَا رَزَقْنَا بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي﴾<sup>1</sup>

"میں کچھ اپنے نفس کی براءت نہیں کر رہا ہوں نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے الا یہ کہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو بے شک میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے"

یہ آیت نفس کی اس فطرت کی طرف اشارہ کرتی ہے جو انسان کو برائیوں کی جانب مائل کرتی ہے تاہم اللہ کی رحمت سے انسان اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔

## محاسبہ نفس کا مقصد

محاسبہ نفس ایک اہم عمل ہے جس میں انسان اپنے اعمال، خیالات اور نیتوں کا جائزہ لیتا ہے تاکہ وہ اپنی غلطیوں کو پہچان کر ان کی اصلاح کرے۔ اسلام میں محاسبہ نفس کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور اس کا ذکر قرآن میں کئی بار آیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ<sup>2</sup> وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ<sup>3</sup>﴾<sup>1</sup>

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو اللہ یقیناً تمہارے اُن سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔"

یہ آیت انسان کو خود احتسابی کی طرف راغب کرتی ہے تاکہ وہ اپنے اعمال کا جائزہ لے اور اپنی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرے۔

## محاسبہ نفس کے فوائد

اسلامی اخلاقیات میں محاسبہ نفس (Self-accountability) کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ وہ روحانی عمل ہے جو انسان کو اپنی اصلاح، کردار سازی اور ذمہ داری کے احساس کی طرف مائل کرتا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں محاسبہ نفس نہ صرف آخرت کی جوابدہی کے احساس کو اجاگر کرتا ہے، بلکہ دنیاوی زندگی میں بھی افراد کی ترقی، نظم، تعلقات اور رویے کو بہتر بنانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

### 1۔ ذمہ داری کا احساس

محاسبہ نفس انسان کو اس کے اعمال کے نتائج سے خبردار رکھتا ہے، اور وہ اپنی ذمہ داریوں کو سنجیدگی سے نبھاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا:

﴿وَقَفُّهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ﴾<sup>2</sup>

"اور انہیں روکو، یقیناً ان سے سوال کیا جائے گا"

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ ہر انسان کو اپنے اعمال کا جواب دینا ہو گا۔

### 2۔ خود احتسابی

جب انسان خود احتسابی کرتا ہے، تو وہ اپنی کمزوریوں کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔

انیلہ طارق کے مطابق:

"محاسبہ نفس انسان کو اپنی اندرونی کمزوریوں کا شعور دیتا ہے اور یہ شعور اسے بہتری کی طرف گامزن کرتا ہے۔"<sup>1</sup>

<sup>1</sup> الحشر: 18

<sup>2</sup> الصافات: 24



### 3۔ اعتماد کی افزائش

خود احتسابی سے انسان میں اعتماد بڑھتا ہے کیونکہ وہ اپنے اعمال سے آگاہ ہو کر بہتر فیصلے کرتا ہے۔

مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی فرماتے ہیں:

"جو انسان روزانہ اپنا محاسبہ کرتا ہے، وہ خود اعتمادی میں اضافہ محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے افعال پر نظر رکھ کر بہتر فیصلے کرنے کے قابل ہوتا ہے۔"<sup>2</sup>

### 4۔ مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت

محاسبہ نفس انسان کو غور و فکر کے ذریعے اپنے مسائل کا ادراک کرنے اور ان کا حل نکالنے میں مدد دیتا ہے۔

محمد الیاس اعظمی لکھتے ہیں:

"محاسبہ نفس انسان کو اندرونی تجزیے کی صلاحیت عطا کرتا ہے، جس سے وہ مسائل کی جڑ کو سمجھ کر ان کا حل نکالنے کے قابل ہوتا ہے۔"<sup>3</sup>

### 5۔ مثبت رویہ

محاسبہ نفس سے انسان کا رویہ نرم، سنجیدہ اور مثبت بنتا ہے، کیونکہ وہ اپنی کوتاہیوں کو تسلیم کر کے انہیں دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ منیرہ شیخ کے مطابق:

"جو انسان اپنی خامیوں کو تسلیم کرتا ہے اور ان کی اصلاح پر محنت کرتا ہے، اس کا رویہ خود بخود مثبت ہو جاتا ہے۔"<sup>4</sup>

### 6۔ وقت کی بچت

خود احتسابی انسان کو وقت کی قدر سکھاتی ہے، کیونکہ وہ اپنے روزمرہ کے اعمال کا جائزہ لے کر اپنی ترجیحات درست کرتا ہے۔

حافظ مبشر حسین لکھتے ہیں:

<sup>1</sup> انیلہ طارق، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نوجوانوں کی تربیت، مقالہ برائے ایم فل، لیڈ یونیورسٹی لاہور، 2017ء، ص 37

<sup>2</sup> ندوی، ابواللیث اصلاحی، زندگی پر عقیدہ آخرت کا اثر، زندگی نو، 30 جنوری 2021ء، ص 82

<sup>3</sup> اعظمی، محمد الیاس معاشرتی تعمیر اور کردار سازی کے اصول قرآن و سنت کی روشنی میں، منہاج القرآن لاہور، شمارہ مئی 2022ء، ص 17

<sup>4</sup> شیخ، منیرہ بنت عبدالرؤف شیخ، آخرت کا تصور اور انسانی زندگی پر اثرات، حجاب اسلامی، جلد 22، شمارہ 9، ستمبر 2022ء ص 19

"محاسبہ نفس انسان کو نظم و ضبط سکھاتا ہے، اور وہ وقت کے ضیاع سے بچ کر مؤثر طریقے سے اپنے اہداف حاصل کرتا ہے۔"<sup>1</sup>

## 7۔ مثبت تعلقات

جو انسان خود کو اللہ کے سامنے جوابدہ سمجھتا ہے، وہ دوسروں کے ساتھ معاملات میں ایمانداری، اخلاص اور نرمی اختیار کرتا ہے۔

محمد امین کے مطابق:

"انسان جب خود کو اللہ کے سامنے جوابدہ سمجھتا ہے تو وہ دوسروں سے معاملات میں دیانت داری اور اخلاص اختیار کرتا ہے جس سے

اس کے تعلقات بہتر ہوتے ہیں۔"<sup>2</sup>

## تعمیر شخصیت میں توبہ و استغفار کا کردار

توبہ اور استغفار انسانی کردار سازی میں ایک کلیدی عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ وہ روحانی عمل ہے جو انسان کو اس کی غلطیوں اور لغزشوں پر نادم کرتا ہے اور اسے آئندہ کے لیے بہتر طرزِ عمل اپنانے پر آمادہ کرتا ہے۔ توبہ محض گناہوں پر اظہارِ ندامت کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک ہمہ جہتی تبدیلی کی بنیاد ہے جس میں انسان اپنے ماضی سے رجوع کرتا اور ایک نئی سمت کا تعین کرتا ہے۔

توبہ کا عمل انسان کو نفس کے محاسبے، باطن کی پاکیزگی اور ذہنی و روحانی سکون کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں انسان کی شخصیت میں مثبت تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ وہ نہ صرف اپنے اندرونی رویوں میں بہتری لاتا ہے بلکہ معاشرے کے ساتھ اس کے تعلقات میں بھی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ توبہ کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے اور اپنی اصلاح کی جانب بڑھتا ہے، جو کردار سازی کا بنیادی تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾<sup>3</sup>

<sup>1</sup> لاہوری، حافظ مبشر حسین، انسان اور آخرت، مبشر اکیڈمی، لاہور 2016ء، ص 55

<sup>2</sup> محمد امین، تعلیمی ادارے اور کردار سازی، عزیز بک ڈپو اور دو بازار لاہور مئی 1997ء، ص 41

<sup>3</sup> التوبہ: 104

ترجمہ: "کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خیرات کو قبولیت عطا فرماتا ہے؟ بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔"

اسی طرح متعدد احادیث میں بھی توبہ کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

( اللَّهُ أَفْرَحَ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلَى بَعِيرِهِ وَقَدْ أَضَلَّهُ فِي أَرْضٍ فَلَا )<sup>1</sup>

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر تم میں سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو بیابان میں اپنی گم شدہ سواری دوبارہ پا لے۔"

ایک اور روایت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نقل فرمایا:

( أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأَ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأَ )

خَيْرٌ مِنْهُمْ)<sup>2</sup>

ترجمہ: "میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرے تو میں اسے اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔"

علامہ ابن قیم الجوزیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب زاد المعاد میں لکھتے ہیں:

"فَإِذَا أَذْنَبَ الْعَبْدُ ذَنْبًا فَلْيُبَادِرْ إِلَى التَّوْبَةِ، فَإِنَّ التَّسْوِيفَ خَطَرٌ عَظِيمٌ"<sup>3</sup>

یعنی جب بندہ گناہ کا ارتکاب کرے تو اسے فوراً توبہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ توبہ میں تاخیر کرنا بہت بڑا خطرہ ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ شخصیت سازی کے عمل میں وقت کی اہمیت نہایت بنیادی ہے۔ گناہ کے بعد توبہ میں تاخیر، انسان کو گناہوں کی

<sup>1</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، الجامع المسند الصحیح، المعروف صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بها، ریاض دار السلام 2007: حدیث 2747

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المعروف صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ {مَنْ يَتُوبْ إِلَى اللَّهِ حَقًّا يَحْذَرِ اللَّهُ نَفْسَهُ} ریاض دار السلام 1997: حدیث 7405

<sup>3</sup> الجوزیہ، ابن قیم، زاد المعاد، جلد 2، صفحہ 583

عادت اور روحانی زوال کی طرف دھکیل سکتی ہے، جبکہ فوری رجوع انسان کو نیکی، پاکیزگی اور اصلاح کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ لہذا، توبہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی ہے بلکہ یہ انسان کی اخلاقی پختگی اور کردار کی تعمیر کا بھی مؤثر ذریعہ ہے۔

## توبہ کے اثرات:

اسلامی تعلیمات میں توبہ کو انسانی شخصیت کی اصلاح، پاکیزگی اور ترقی کے لیے ایک بنیادی اصول کی حیثیت حاصل ہے۔ توبہ صرف گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ یہ ایک ایسا تربیتی اور نفسیاتی عمل ہے جو انسان کی باطنی دنیا میں انقلاب برپا کر دیتا ہے۔

### 1- توبہ: گناہوں کی دوا

توبہ کو گناہوں کی دوا قرار دینا نہایت با معنی تشبیہ ہے۔ گناہ انسانی روح کو مجروح کرتے ہیں اور توبہ ان زخموں کا علاج ہے۔ ہر انسان کو اس دوا کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ ندامت، ضمیر کی خلش اور منفی سوچ سے باہر آ سکے۔ یہ دوا انسان کو روحانی سکون، امید اور نیکی کی طرف رغبت عطا کرتی ہے جو تعمیرِ شخصیت کا بنیادی مقصد ہے۔ اس کے متعلق محمد مبشر نذیر لکھتے ہیں:

"توبہ انسان کو اپنی کمزوریوں کا احساس دلاتی ہے اور اسے بہتر انسان بننے کی راہ دکھاتی ہے۔"<sup>1</sup>

### 2- توبہ: شخصیت کی تطہیر کا ذریعہ

توبہ انسان کے دل و دماغ کو گناہوں کے اثرات سے پاک کرتی ہے اور اسے نیکی کی راہ پر گامزن کرتی ہے۔ یہ باطنی صفائی کا عمل ہے جو شخصیت کو روحانی بلندی عطا کرتا ہے۔ ابن قیم الجوزیہ فرماتے ہیں:

"التَّوْبَةُ تُحَوِّلُ الْعَبْدَ مِنْ سَيِّئٍ إِلَى صَالِحٍ، وَمِنْ غَافِلٍ إِلَى ذَاكِرٍ، وَمِنْ فَاجِرٍ إِلَى تَقِيٍّ"<sup>2</sup>

یعنی: توبہ بندے کو بدکار سے نیک، غافل سے ذاکر اور فاجر سے پرہیزگار بنادیتی ہے۔

<sup>1</sup> محمد مبشر، اپنی شخصیت اور کردار کی تعمیر کیسے کی جائے، ناشر، انڈارٹرسٹ 2018 ص 112

<sup>2</sup> الجوزیہ، ابن قیم، زاد المعاد، جلد 2، صفحہ 588

یہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ توبہ نہ صرف گناہوں کو مٹاتی ہے بلکہ انسان کی شخصیت میں بنیادی تبدیلی پیدا کرتی ہے، اسے نیکی، ذکرِ الہی اور تقویٰ کی صفات سے مزین کرتی ہے۔ یہ تطہیرِ نفس کا وہ ذریعہ ہے جو فرد کی روحانی و اخلاقی تعمیر میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔

### 3۔ توبہ: دل کی اصلاح کا ذریعہ

توبہ دل کی اصلاح کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے کیونکہ یہ انسان کے دل میں اللہ کی طرف رغبت پیدا کرتی ہے اور نفس کی برائیوں سے نجات دلاتی ہے۔ توبہ کے ذریعے انسان اپنے دل کو صاف کرتا ہے اور اللہ کی قربت حاصل کرتا ہے، جو روحانی سکون کا باعث بنتا ہے۔ علامہ ابن الجوزیہ فرماتے ہیں:

"فَإِنَّ التَّوْبَةَ تَجْلُو صَدَأَ الْقَلْبِ، وَتُحْيِي نُورَهُ، وَتُقَرِّبُهُ إِلَى اللَّهِ"<sup>1</sup>

یعنی: توبہ دل کے زنگ کو دور کرتی ہے، اس کے نور کو زندہ کرتی ہے، اور اسے اللہ کے قریب کرتی ہے۔

### 4۔ توبہ: روحانی ترقی کا ذریعہ

توبہ انسان کی روحانی ترقی کا بنیادی ذریعہ ہے کیونکہ یہ دل کی صفائی اور اللہ کے قریب ہونے کا ذریعہ بنتی ہے۔ توبہ کے ذریعے انسان اپنی روح کو سکون اور نور حاصل کرتا ہے، جو اسے روحانی بلندیوں تک پہنچاتا ہے۔ اس کے متعلق میاں عبدالرشید لکھتے ہیں:

"اسلامی تعلیمات میں توبہ کو شخصیت کی تعمیر کا بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا ہے، جو انسان کو اخلاقی بلندیوں تک پہنچاتی ہے۔"<sup>2</sup>

توبہ انسانی شخصیت کی روحانی تعمیر میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور یہی نکتہ کردار سازی سے متعلق مباحث میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ موجودہ تحقیق میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ توبہ نہ صرف گناہوں سے رجوع کا ذریعہ ہے بلکہ یہ فرد کو باطنی پاکیزگی، احساسِ ندامت اور اصلاحِ حال کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے فہم کے ساتھ جب توبہ کا جذبہ پروان چڑھتا ہے تو وہ اپنے کردار، رویوں اور فیصلوں کو محاسبہ نفس کی بنیاد پر استوار کرنے لگتے ہیں

<sup>1</sup> الجوزیہ، ابن قیم، زاد المعاد، جلد 3، صفحہ 590

<sup>2</sup> میاں عبدالرشید، اسلام اور تعمیرِ شخصیت، ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز ایجوکیشنل پبلیشرز، لاہور 1963، ص 45

## تعمیر شخصیت میں مجاہدہ نفس کا کردار

تزکیہ نفس یا مجاہدہ نفس وہ اہم مرحلہ ہے جس میں انسان کو اپنی نفسانی خواہشات، برائیوں اور منفی جذبات کے خلاف جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اس مرحلے میں انسان کو غصے، لالچ، حسد، تکبر اور دیگر منفی جذبات پر قابو پانے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اپنی شخصیت کی تعمیر کر سکے اور بہتر انسان بن سکے۔ مجاہدہ نفس ایک ایسا عمل ہے جس میں آپ اپنے خیالات، احساسات اور اعمال کا تجزیہ کرتے ہیں تاکہ اپنی ذات کو بہتر سمجھ سکیں اور اپنی زندگی میں مثبت تبدیلی لاسکیں۔

یہ عمل انسان کو اپنی کمزوریوں اور طاقتوں کا ادراک فراہم کرتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں کا جائزہ لینے کا موقع بھی ملتا ہے۔ مجاہدہ نفس کی مدد سے انسان اپنی زندگی کے مقاصد کا تجزیہ کرتا ہے اور بہتر فیصلے کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ اس کے ذریعے انسان اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا ہے، اپنی روحانیت کو بہتر بناتا ہے اور اپنے اخلاقی معیار کو بلند کرتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں وعدہ کیا ہے جو اپنی زندگی میں اللہ کی رضا کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَكَنَ الْبُحْسِينِ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے، ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔" اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جب انسان اللہ کی رضا کے لئے اپنی خواہشات پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے راستے آسان کر دیتا ہے اور اس کی زندگی میں ہدایت دیتا ہے۔ اسی طرح، حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(مَا تَعْدُونَ الصَّرْعَةَ فَيَكُمُ قَالُوا: الَّذِي لَا يَصْرَعُهُ الرَّجَالُ. قَالَ: لَيْسَ بِذَلِكَ، وَلَكِنَّهُ الَّذِي يَهْدِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ

الْغَضَبِ<sup>2</sup>)

<sup>1</sup> العنکبوت: 69

<sup>2</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب وبأي شيء يذهب الغضب، حدیث: 6641

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پہلوان کسے سمجھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں ہے، بلکہ پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔"

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حقیقی طاقت نفس پر قابو پانے اور غصے کو کنٹرول کرنے میں ہے، جو کہ مجاہدہ نفس کا حصہ ہے۔ یہ عمل انسان کی روحانی اور اخلاقی بہتری کے لیے نہایت اہم ہے۔ امین حسن اصلاحی اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"شریعت اسلامیہ میں مجاہدہ سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو ان ممنوع، معیوب اور مکروہ امور سے پاک صاف رکھے جنہیں قرآن و سنت میں ممنوع، معیوب اور مکروہ کہا گیا ہے۔ گویا نفس کو گناہ اور عیب دار کاموں کی آلودگی سے پاک صاف کر لینا اور اسے قرآن و سنت کی روشنی میں محمود و محبوب اور خوبصورت خیالات و امور سے آراستہ رکھنا نفس کا مجاہدہ ہے۔"<sup>1</sup>

## دنیاوی نقطہ نظر سے مجاہدہ نفس:

مجاہدہ نفس کا عمل نہ صرف روحانی سطح پر فائدہ مند ہے بلکہ یہ دنیاوی نقطہ نظر سے بھی انسان کی شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس سے انسان اپنی ذہنی، جسمانی اور روحانی صحت کو بہتر بنا سکتا ہے۔ یہ انسان کو مشکلات کا سامنا کرنے کی طاقت فراہم کرتا ہے اس کی خود اعتمادی میں اضافہ کرتا ہے اور اسے اپنے مقاصد کے حصول میں مدد دیتا ہے۔

یعنی مجاہدہ نفس انسان کو اپنی کمزوریوں اور طاقتوں کا شعور دلاتا ہے، اور اس کے ذریعے وہ اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں بہتری لا سکتا ہے۔ یہ عمل انسان کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے بہتر منصوبہ بندی کرنے میں مدد دیتا ہے اور اس کے ذریعے وہ خود کو دنیا و آخرت میں کامیاب بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

## تعمیر شخصیت میں تزکیہ اخلاق کا کردار

انسانی شخصیت کی تعمیر میں اخلاقی تزکیہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کیونکہ اخلاق وہ داخلی اوصاف ہیں جو انسان کے کردار، رویے اور سماجی معاملات کو تشکیل دیتے ہیں۔ تزکیہ اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے اندر موجود منفی رجحانات جیسے کہ

<sup>1</sup> اصلاحی، امین احسن، تزکیہ نفس، ناشر ملک سنز تاجران کتب فیصل آباد، ص 15

حسد تکبر، جھوٹ، غیبت اور بددیانتی کو ختم کرے اور ان کی جگہ مثبت صفات جیسے صدق، عدل، حیا، تواضع، صبر اور احسان کو اپنائے۔ قرآن کریم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی اخلاقی تطہیر قرار دیا گیا:

﴿يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾<sup>1</sup>

جب انسان اپنے اخلاق کو سنوارتا ہے تو اس کا اثر نہ صرف فرد کی شخصیت پر پڑتا ہے بلکہ پورے معاشرے کی فلاح اور ہم آہنگی کا سبب بنتا ہے۔ تزکیہ اخلاق انسان کو خود احتسابی، نرم مزاجی، اور دیانت داری کی راہ پر گامزن کرتا ہے جو ایک متوازن اور باوقار شخصیت کی بنیاد ہے۔ لہذا یہ کہنا بجا ہو گا کہ اخلاقی تطہیر کے بغیر تعمیرِ شخصیت ایک نامکمل اور ناپائیدار عمل ہے۔ ڈاکٹر محمد رفیق اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں:

"The findings about the principles were moral development means spiritual development, the elimination of disparity between thoughts and actions, inculcation of patience as a basic Islamic moral value, and orientation of morality according to the faith in Allah and His Prophet (PBUH)<sup>2</sup> "

یعنی: "تحقیق کے نتائج کے مطابق اخلاقی ترقی کا مطلب روحانی ترقی ہے، خیالات اور اعمال کے درمیان تضاد کا خاتمہ، صبر کو ایک بنیادی اسلامی اخلاقی قدر کے طور پر اپنانا، اور اخلاقیات کی سمت اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کے مطابق متعین کرنا۔" یہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ اسلامی فلسفہ اخلاق کے مطابق، شخصیت کی تعمیر میں تزکیہ اخلاق کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نہ صرف فرد کی روحانی ترقی کا ذریعہ ہے بلکہ اس کے خیالات اور اعمال میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے جو ایک متوازن اور باوقار شخصیت کی بنیاد ہے۔

<sup>1</sup> البقرة: 129

<sup>2</sup> Rafiq, M. 2020. Moral Development Strategies for University Students in the Light of Islamic Philosophy of Moral Development in the Quran and Sunnah, p. 311



## تعمیرِ شخصیت میں ذکرِ الہی کا کردار

تعمیرِ شخصیت کے عمل میں ذکرِ الہی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ذکرِ الہی محض زبانی ورد یا عبادت کا رسمی پہلو نہیں بلکہ ایک ایسی روحانی کیفیت ہے جو انسان کے باطن کو جلا بخشتی ہے اور اسے اخلاقی و روحانی طور پر سنوارتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ذکر کو دلوں کے اطمینان کا ذریعہ قرار دیتا ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۖ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ "اللہ نے سب سے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، ایک ایسی کتاب جس کے مضامین ملتے جلتے ہیں اور بار بار دہرائے گئے ہیں، جسے سن کر ان لوگوں کے جسم کا نپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے جسم اور دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں یہ آیت اس حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے کہ ذکر انسان کے دل و دماغ میں سکون اور وقار پیدا کرتا ہے جو اس کی شخصیت کو متوازن اور مضبوط بناتا ہے۔"

ذکرِ الہی فرد کو یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔ یہی احساس اسے خود احتسابی، اخلاقی استقامت اور کردار کی شفافیت کی طرف مائل کرتا ہے۔ سورہ الزمر میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانٍ تَفْشَعُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾<sup>2</sup>

ترجمہ "وہ لوگ جو ایمان لائے اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ خبردار! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ ذکرِ الہی دلوں کو نرمی، خشیت اور روحانی جلا عطا کرتا ہے جو شخصیت میں فروتنی، شفقت، تحمل اور ایثار جیسی صفات پیدا کرتا ہے۔ اس کے متعلق علامہ ابن الجوزیہ فرماتے ہیں:

<sup>1</sup> الرعد: 28

<sup>2</sup> الزمر: 23

"فَإِنَّ فِي الذِّكْرِ مِنَ الْإِسْمَارِ وَالْمَنَافِعِ مَا لَا يُحِيطُ بِهِ وَصَفٌ، وَلَا يَعْكُبُهُ إِلَّا مَنْ ذَاقَهُ وَجَرَّبَهُ"<sup>1</sup>

یعنی "بے شک ذکر میں ایسے راز اور فوائد ہیں جن کا احاطہ بیان سے ممکن نہیں، اور ان کو وہی جانتا ہے جس نے ان کا ذائقہ چکھا اور تجربہ کیا۔"

تعمیرِ شخصیت میں ذکرِ الہی ایک مؤثر روحانی عمل ہے جو انسان کے باطن کو جلا دیتا ہے اور اس کے اخلاق و کردار کو نکھارتا ہے۔ جب انسان خدا کی یاد میں مشغول ہوتا ہے تو اس کے اندر عاجزی، خلوص اور تقویٰ جیسی صفات نشوونما پاتی ہیں جو اخلاقی کردار کی بنیاد بنتی ہیں۔ ذکرِ انسان کو اپنے مقصدِ حیات کی یاد دہانی کرواتا ہے اور اُسے مسلسل اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ اس کے اعمال کا محاسبہ ہو گا۔ یہی احساس اسے خود احتسابی، نظم و ضبط اور مثبت طرزِ عمل اپنانے پر آمادہ کرتا ہے۔

روحانی اطمینان جس کی انسان مسلسل تلاش میں رہتا ہے ذکرِ الہی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ یہ اطمینان شخصیت کو مضبوط بناتا ہے اور فرد کو زندگی کی مشکلات کا بہتر طور پر سامنا کرنے کے قابل بناتا ہے۔ اس طرح ذکرِ الہی محض عبادت نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر تربیتی عمل ہے جو انسان کو باطن سے بہتر بنا کر ایک باوقار اور متوازن شخصیت میں ڈھالتا ہے۔ جب انسان خدا کا ذکر کرتا ہے تو وہ اپنے خالق سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اس کے ساتھ کے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ یہ تعلقات انسان کی زندگی کو خوشگوار اور پُر سکون بناتے ہیں۔

## تعمیرِ شخصیت میں خدمتِ خلق کا کردار

خدمتِ خلق ایک ایسا اخلاقی، سماجی اور دینی اصول ہے جو فرد کی شخصیت کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ انسانی فطرت میں دوسروں کی مدد کا جذبہ موجود ہے، مگر جب اس جذبے کو دینی تعلیمات اور شعوری عمل سے مربوط کر دیا جائے تو یہ فرد کی شخصیت کو باوقار، متوازن اور معاشرے کے لیے مفید بناتا ہے۔ خدمتِ خلق محض ایک اختیاری فعل نہیں بلکہ اسلام میں یہ ایمان کا حصہ اور نیکی کی علامت ہے۔ قرآن مجید میں نیکی کی حقیقی تعریف کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

<sup>1</sup> الجوزیہ، ابن قیم، زاد المعاد، جلد 2، صفحہ 186

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ... وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ

حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ "نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کر لو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور انبیاء پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں (کی آزادی) پر خرچ کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان، عبادات اور سماجی خدمت کو نیکی کی جامع تعریف کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور ضرورت مندوں کی مدد کو نیکی کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے جو خدمتِ خلق کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(ادْحَبُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَبُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ، قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح)<sup>2</sup>

یعنی "زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا"

یہ حدیث خدمتِ خلق کے اخلاقی، روحانی اور شخصی پہلو کو نہایت خوبصورتی سے اجاگر کرتی ہے۔ "زمین والوں پر رحم" کرنے کا مطلب صرف انسانوں ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات سے ہمدردی، نرمی اور خیر خواہی کا مظاہرہ ہے۔ ایسا رویہ انسان کے اندر رحمہ، ایثار، ہمدردی اور اخلاقی وسعت جیسے اوصاف کو پروان چڑھاتا ہے، جو کسی بھی فرد کی مثبت شخصیت کی تعمیر میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

**تزکیہ نفس کی راہ میں رکاوٹیں**

**1- نفس کی پیروی**

نفس انسانی فطرت کا وہ پہلو ہے جو خیر و شر کے درمیان کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کے ذریعے نفس اتارہ کا ذکر آیا ہے:

<sup>1</sup> البقرہ: 177

<sup>2</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الکبیر المعروف سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الناس، دار الکتب العلمیہ بیروت 2007، حدیث: 1924

﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا نَزَّحْنَاهَا﴾<sup>1</sup>

ترجمہ "بے شک نفس تو برائی پر اکساتا ہے سوائے اس کے جس پر میرے رب کی رحمت ہو۔"

نفس اتارہ انسان کو فوری خواہشات، لذتوں، خود غرضی اور اخلاقی زوال کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کی پیروی انسان کی شخصیت میں عدم توازن پیدا کرتی ہے اور وہ سچائی، دیانت، صبر، ایثار اور خدمت جیسے اعلیٰ اخلاقی اوصاف سے محروم ہو جاتا ہے۔ نفس اتارہ کی قوت اگر قابو میں نہ لائی جائے تو انسان ظلم، حسد، غرور، اور حرص جیسی تباہ کن صفات کا شکار ہو کر معاشرے کے لیے بوجھ بن سکتا ہے۔ اس لیے تزکیہ نفس اور روحانی تربیت کے بغیر ایک متوازن اور باکردار شخصیت کی تعمیر ممکن نہیں۔

## 2- دنیا کی محبت اور مادہ پرستی

دنیا کی محبت کو روحانی زوال اور اخلاقی انحطاط کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"ذُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ"<sup>2</sup>

یعنی: "لوگوں کے لیے عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتی کی محبت خوشنمابندی گئی ہے" یہ آیت واضح کرتی ہے کہ دنیاوی اشیاء کی محبت ایک فطری جذبہ ہے لیکن جب یہ محبت اعتدال سے تجاوز کر جائے اور انسان کی زندگی کا مقصد بن جائے تو یہ مادہ پرستی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مادہ پرستی انسان کو روحانی، اخلاقی اور سماجی ذمہ داریوں سے غافل کر دیتی ہے۔

## 3- غفلت اور لاپرواہی

تزکیہ نفس میں غفلت اور لاپرواہی بڑی رکاوٹ ہیں۔ غفلت انسان کو اپنے اصل مقصد، یعنی اللہ کی عبادت اور آخرت کی تیاری سے غافل کر دیتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ﴾<sup>3</sup>

<sup>1</sup> یوسف: 53

<sup>2</sup> آل عمران: 14

<sup>3</sup> الانبیاء: 1

"لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے اور وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔"

غفلت کا نتیجہ لاپرواہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جس سے انسان نیک عملوں کو ترک کرتا ہے اور اپنی اصلاح پر توجہ نہیں دیتا۔  
قرآن میں ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً<sup>1</sup>﴾

"پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے ہیں، یہاں تک کہ وہ پتھروں یا اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔"  
غفلت اور لاپرواہی انسان کے دل کو سخت اور روحانی ترقی کو روک دیتی ہیں جس کے نتیجے میں تزکیہ نفس کا عمل متاثر ہوتا ہے۔  
رکاوٹ: دینی امور سے دوری، ذکرِ الہی سے غفلت، اور علم سے بے نیازی۔

#### 4۔ معاشرتی ماحول کا منفی اثر

معاشرتی ماحول انسان کی شخصیت اور تزکیہ نفس پر گہرا اثر ڈالتا ہے، خاص طور پر جب یہ ماحول منفی ہو۔ معاشرتی دباؤ، بدعات، اور غلط روایات فرد کے اخلاقی اور روحانی عمل کو متاثر کر سکتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(البرءُ علی دینِ خلیلہ فلینظر أحدکم من یُخالِلُ)<sup>2</sup>

"آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔"  
اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کا معاشرتی ماحول اور اس کے ارد گرد کے لوگ اس کی اخلاقی اور روحانی حالت پر اثر ڈالتے ہیں۔ اس لیے ایک مثبت اور نیک معاشرتی ماحول کا انتخاب تزکیہ نفس کے عمل کے لیے ضروری ہے، تاکہ انسان اپنی روحانی ترقی کی راہ پر گامزن رہ سکے۔

#### 5۔ نیت میں اخلاص کی کمی اور تزکیہ نفس

تزکیہ نفس کے عمل میں سب سے اہم رکاوٹوں میں سے ایک نیت میں اخلاص کی کمی ہے۔ نیت کا اخلاص انسان کی تمام عبادات اور اعمال کو اللہ کی رضا کے لیے خالص کرنے کی بنیاد ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

<sup>1</sup> البقرہ: 74

<sup>2</sup> مسلم، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب من یومر أن یجالس، حدیث: 2635

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾<sup>1</sup>

"اور ان سے یہ نہیں کہا گیا تھا مگر یہ کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔"

اس آیت میں اخلاص کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کیونکہ جب انسان کا عمل صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو تو وہ عمل روحانی ترقی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ نیت میں اخلاص کی کمی انسان کو دنیا کی لذتوں اور دکھاوے کے پیچھے لگا دیتی ہے جس کے نتیجے میں اعمال کی قبولیت میں کمی آتی ہے۔

### تزکیہ نفس بزریرہ احسان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں احسان کا ذکر متعدد مقامات پر کیا ہے۔ سورۃ النحل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ﴾<sup>2</sup>

ترجمہ: "بے شک اللہ عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔"

یہ آیت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ احسان کا درجہ عدل سے بلند ہے۔ احسان میں انسان اپنی استطاعت سے بڑھ کر دوسروں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرتا ہے۔

قرآن مجید میں احسان کے بارے میں دیگر کئی آیات بھی ہیں جو اس کی اہمیت کو وضاحت سے بیان کرتی ہیں:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنِّي أَنَا بَوِّقُ الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾<sup>3</sup>

ترجمہ: "کہہ دو: اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو، اپنے رب سے ڈرو۔ جو لوگ دنیا میں احسان کرتے ہیں، ان کے لیے اچھائی ہے، اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب ملے گا۔"

حدیث نبوی ﷺ میں احسان کی وضاحت نبی اکرم ﷺ نے احسان کی حقیقت کو ایک مشہور حدیث میں یوں بیان کیا:

<sup>1</sup> البینۃ: 5

<sup>2</sup> سورۃ النحل: 90

<sup>3</sup> سورۃ الزمر: 10

(أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)<sup>1</sup>

ترجمہ: "احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اُسے نہیں دیکھ رہے تو یہ جان لو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

یہ آیت اور حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ انسان کو اللہ کی عبادت میں اتنی توجہ اور اخلاص ہونا چاہیے کہ وہ اس کی موجودگی کا شعور رکھے۔ اس سے انسان کے اعمال بہتر ہوتے ہیں اور وہ اللہ کی رضا کی طرف بڑھتا ہے۔

احسان کا تصور جو کہ اخلاص، ایثار اور بلند اخلاقی معیار پر مبنی ہے پاکستانی معاشرے میں کردار سازی اور سماجی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے ایک مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔ جب انسان عدل سے آگے بڑھ کر احسان کی سطح پر پہنچتا ہے تو وہ دوسروں کے ساتھ محض انصاف نہیں بلکہ نرمی، درگزر اور خیر خواہی کا برتاؤ کرتا ہے جو ایک پُر امن اور باہمی اعتماد پر مبنی معاشرے کی بنیاد ہے۔

## احسان کی شخصیت کی تعمیر میں کردار

احسان شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ یہ انسان کے نفسیاتی، اخلاقی اور معاشرتی پہلو کو مستحکم کرتا ہے۔

### اخلاقی تربیت میں احسان کا کردار

احسان انسان کو خود غرضی، بددیانتی، اور بدسلوکی سے دور رکھتا ہے۔ جب انسان دوسروں کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کرتا ہے تو اس کے دل میں نرم دلی، خلوص، اور عاجزی پیدا ہوتی ہے، جو اعلیٰ اخلاقی شخصیت کی بنیاد ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَةَ، وَلْيُحَدِّثْ أَحَدُكُمْ

شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَيْبِحَتَهُ)<sup>2</sup>

ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں احسان کو فرض کیا ہے۔ جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کرے اور اپنی ذبیحہ کو آرام دے۔"

<sup>1</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة الایمان والاسلام والاحسان ووجوب الایمان بالاثبات قدر اللہ تعالیٰ، حدیث: 50

<sup>2</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب: الصيد والذبايح، باب حسن الذبح، حدیث: 1955

یہ حدیث اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ اسلام میں احسان صرف عبادت تک محدود نہیں بلکہ روزمرہ کے تمام معاملات حتیٰ کہ ذبح جیسے سخت عمل میں بھی نرمی، رحم اور حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ جب دین ہمیں جانور کے ساتھ بھی نرمی کا حکم دیتا ہے تو انسانوں کے ساتھ حسن اخلاق کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس حدیث کا پیغام یہ ہے کہ اخلاقی تربیت کا اعلیٰ معیار وہی شخص حاصل کرتا ہے جو ہر حال میں ہر سطح پر حتیٰ کہ ناپسندیدہ حالات میں بھی دوسروں کے ساتھ بھلائی، نرمی اور عدل سے پیش آئے یہی احسان ہے جو کردار سازی کی معراج ہے

### روحانی ترقی میں احسان کا کردار

احسان انسان کی روحانی تربیت کا ایک اہم جز ہے۔ جب انسان یہ شعور پیدا کرتا ہے کہ اللہ ہر وقت اسے دیکھ رہا ہے، تو وہ اپنے اعمال کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ حدیث جبریل میں احسان کی تعریف یوں کی گئی ہے:

( اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ )<sup>1</sup>

یعنی "احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

یہ شعور انسان کو جھوٹ، فریب اور بد عملی سے بچاتا ہے اور اس کی شخصیت کو مضبوط اور متوازن بناتا ہے۔

### معاشرتی تعلقات میں احسان کا کردار

احسان کا رویہ معاشرتی زندگی میں محبت، بھائی چارہ، اور ہمدردی کو فروغ دیتا ہے۔ جب انسان دوسروں کے ساتھ احسان کرتا ہے تو اس کے ارد گرد کے لوگ بھی اس کے ساتھ محبت اور خیر خواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾<sup>2</sup>

یعنی "بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔" یہ آیت اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ احسان نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی زندگی کے لیے بھی ضروری ہے۔

<sup>1</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة الایمان والاسلام والاحسان ووجوب الایمان بإثبات قدر اللہ تعالیٰ، حدیث: 50

<sup>2</sup> النحل: 90



## برائی کے بدلے احسان

مشکل حالات میں احسان کا مظاہرہ انسان کو مضبوط بناتا ہے۔ اگر کسی کے ساتھ برا سلوک کیا جائے اور وہ بدلے میں احسان کرے تو یہ ایک عظیم اخلاقی طاقت کا مظہر ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا:

﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾<sup>1</sup>

یعنی "برائی کو ایسے طریقے سے دفع کرو جو بہترین ہو۔"

یعنی جب کوئی تم سے برائی کرے تو تم جواب میں اچھائی، نرمی اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اس میں احسان کا بلند ترین اخلاقی رویہ مراد ہے جو دلوں کو نرم کرتا اور دشمنی کو دوستی میں بدل سکتا ہے۔ اس آیت کا عملی نفاذ انسان کو سکون، صبر، اور برداشت کے ساتھ زندگی گزارنے کا راستہ دکھاتا ہے۔

## شخصیت کے استحکام میں احسان

احسان جو کہ اسلامی تعلیمات کا ایک مرکزی پہلو ہے فرد کی شخصیت سازی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ صرف ایک اخلاقی قدر ہی نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر نفسیاتی، روحانی اور سماجی عمل ہے جو انسان کے باطن کو جلا بخشتا ہے اور اس کی شخصیت کو توازن عطا کرتا ہے۔ جب ایک فرد احسان کا رویہ اپناتا ہے تو وہ نہ صرف دوسروں کے لیے خیر کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ اس کے اثرات خود اس کی ذات پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ احسان انسان میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے، اس کے رویوں میں مثبت تبدیلی لاتا ہے اور اسے ذہنی سکون عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ محمد الیاس اعظمی اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

"شخصیت اور کردار کی تعمیر دین کا اہم ترین موضوع ہے۔ اللہ نے اپنی جو ہدایات انبیاء کرام کے ذریعے دنیا میں بھیجی ہیں ان کا بنیادی مقصد ہی انسان کی شخصیت اور کردار کی صفائی ہے۔"<sup>2</sup>

یہ اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ دینی تعلیمات کا بنیادی مقصد فرد کی باطنی اور ظاہری اصلاح ہے، جس میں احسان بنیادی محرک کے طور پر سامنے آتا ہے۔ احسان کا رویہ فرد کو مستقل مزاج، مہذب اور دوسروں کی بھلائی کا سوچنے والا بناتا ہے جس کے نتیجے میں اس

<sup>1</sup>فصلت: 34

<sup>2</sup>اعظمی، محمد الیاس، معاشرتی تعمیر اور کردار سازی کے اصول قرآن و سنت کی روشنی میں۔ ص 17

کی شخصیت میں ایک باوقار توازن پیدا ہوتا ہے۔ مزید یہ رویہ انسان کے سماجی تعلقات میں بہتری، ہمدردی اور رحم دلی جیسے اوصاف کو فروغ دیتا ہے، جو ایک متوازن اور مستحکم شخصیت کی بنیاد ہیں۔

### سماجی تعلقات میں بہتری

احسان انسان کے سماجی رویوں میں مثبت تبدیلی کا ذریعہ بنتا ہے۔ جب ایک فرد دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، درگزر اور بھلائی کا معاملہ کرتا ہے تو اس کا اثر نہ صرف ذاتی تعلقات بلکہ پورے معاشرے پر پڑتا ہے۔ احسان کا عمل معاشرتی رشتوں کو مضبوطی فراہم کرتا ہے، باہمی اعتماد کو فروغ دیتا ہے اور انسانوں کے درمیان محبت اور عزت کے جذبات کو جنم دیتا ہے۔ جیسا کہ منیرہ شیخ اپنے مضمون میں لکھتی ہیں:

"احسان ایک ایسا وصف ہے جو فرد کو دوسروں کی خدمت کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ اس کے ذریعے ایک معاشرتی ہم آہنگی اور محبت کا ماحول پیدا ہوتا ہے جہاں افراد ایک دوسرے کے لیے خیر خواہی رکھتے ہیں۔"<sup>1</sup>

احسان کرنے سے انسان کے سماجی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ جب ہم دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں، تو اس کے جواب میں ہمیں بھی محبت اور عزت ملتی ہے۔

### نفسیاتی سکون

انسانی شخصیت کی تشکیل میں احسان ایک کلیدی کردار ادا کرتا ہے، خاص طور پر نفسیاتی پہلو سے۔ جب انسان دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور ان کے لیے بھلائی کا جذبہ رکھتا ہے تو وہ نہ صرف دوسروں کے دل میں جگہ بناتا ہے بلکہ خود بھی ایک اندرونی سکون اور اطمینان کا تجربہ کرتا ہے۔ احسان انسان کو منفی خیالات سے نجات دلاتا ہے اور زندگی میں مثبت تبدیلیاں پیدا کرتا ہے، جو اس کی شخصیت کو مضبوط بناتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں بھی یہ واضح ہدایت دی گئی ہے کہ سچائی، خیر خواہی، اور تحقیق پر مبنی بات چیت کو اپنایا جائے، تاکہ فرد اور معاشرہ دونوں سکون کا تجربہ کریں۔ جیسا کہ محمد احسن اعظمی فرماتے ہیں:

"اسلام کا یہ بنیادی اصول ہے کہ کوئی خبر بغیر تحقیق کے نہ پھیلانی جائے جھوٹی افواہوں سے معاشرتی امن و سکون ختم ہو جاتا ہے۔"<sup>1</sup>

<sup>1</sup> منیرہ شیخ، آخرت کا تصور اور انسانی زندگی پر اثرات، ص 19

یہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ جھوٹ، بدگمانی اور انوہیں نہ صرف معاشرتی نظم کو نقصان پہنچاتی ہیں بلکہ فرد کے ذہنی سکون کو بھی متزلزل کر دیتی ہیں۔ جب انسان حسن ظن، خیر خواہی، اور احسان کا رویہ اپناتا ہے، تو اس کے ذہن و دل کو سکون ملتا ہے اور وہ ایک متوازن شخصیت کے طور پر ابھرتا ہے۔

## انسانی ہمدردی اور رحم دلی

احسان کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ یہ انسان میں ہمدردی اور رحم دلی جیسے جذبات کو بیدار کرتا ہے۔ ایک احسان کرنے والا فرد نہ صرف دوسروں کے دکھ درد کو محسوس کرتا ہے بلکہ ان کے مسائل کے حل کے لیے عملی اقدامات بھی کرتا ہے۔ یہ جذبہ صرف معاشرتی ضرورت نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کا بنیادی جز ہے، جو انسان کی شخصیت کو نرم، دلنشین اور دوسروں کے لیے قابل قبول بناتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(اَرْحَبُوا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَبْكُم مِّنْ فِي السَّمَاوَاتِ)<sup>2</sup>

ترجمہ: "زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔"

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رحم دلی نہ صرف ایک اخلاقی قدر ہے بلکہ یہ خدائی رحمت کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔ جب انسان دوسروں کے لیے خیر خواہی، محبت اور مدد کا رویہ اپناتا ہے تو وہ نہ صرف ایک بہتر فرد بن جاتا ہے بلکہ اس کی شخصیت میں نرمی، وقار اور دینی گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ میاں عبدالرشید نے لکھا ہے:

"اسلامی نقطہ نظر سے شخصیت کی تعمیر کا آغاز دل کی نرمی اور دوسروں کے لیے جذبہ خیر سے ہوتا ہے۔ احسان اور رحم دلی، شخصیت میں وہ نرمی پیدا کرتے ہیں جو فرد کو معاشرے میں قابل قبول بناتی ہے۔"<sup>3</sup>

<sup>1</sup> اعظمی، محمد الیاس، معاشرتی تعمیر اور کردار سازی کے اصول قرآن و سنت کی روشنی میں، ص 15

<sup>2</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب البر والصدقة، باب ما جاء فی رحمة الناس، دار الکتب العلمیہ بیروت 2007، حدیث: 1924

<sup>3</sup> عبدالرشید، میاں، اسلام اور تعمیر شخصیت، شیخ علی ایڈ سنز ایجوکیشنل پبلیشرز لاہور 1963، ص 61

## شخصیت کی تعمیر میں احسان اور خود اعتمادی کا کردار

احسان اسلامی اخلاقیات کا ایک بنیادی اصول ہے جو نہ صرف دوسروں کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے بلکہ خود انسان کی شخصیت کی تعمیر میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جب ایک شخص دوسروں کی مدد کرتا ہے یا ان کے لیے خیر خواہی کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہ عمل اس کے اندر ایک مثبت شعور پیدا کرتا ہے جو خود اعتمادی کو فروغ دیتا ہے۔ یہ اعتماد محض جذباتی تسکین کا باعث نہیں بنتا بلکہ انسان کو اس احساس تک لے جاتا ہے کہ وہ معاشرے میں ایک با مقصد اور مثبت تبدیلی کا ذریعہ ہے۔

اسلامی تعلیمات میں احسان کو صرف ایک نیکی یا سماجی عمل نہیں بلکہ روحانی ترقی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾<sup>1</sup>

"بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

یہ آیت اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ احسان صرف ایک سماجی ضرورت نہیں بلکہ اللہ کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جو ہر مومن کی اعلیٰ ترین خواہش ہے۔ احسان کی یہ روحانی حیثیت انسان کی شخصیت کو باوقار، پُر اعتماد اور مہذب بناتی ہے۔ جیسا کہ الیاس اعظمی اپنے تحقیقی مضمون میں لکھتے ہیں:

"شخصیت اور کردار کی تعمیر دین کا اہم ترین موضوع ہے۔ اللہ نے اپنی جو ہدایات انبیاء کرام کے ذریعے دنیا میں بھیجی ہیں ان کا بنیادی مقصد ہی انسان کی شخصیت اور کردار کی صفائی ہے۔"<sup>2</sup>

یہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ دینی تعلیمات کا مرکزی ہدف انسانی شخصیت کی اصلاح اور تعمیر ہے اور احسان اس تعمیر کا لازمی ستون ہے۔ ایک محسن انسان نہ صرف ایک بہتر فرد ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے ماحول کو بھی بہتر بنانے والا کردار ادا کرتا ہے۔ لہذا یہ کہنا بجا ہو گا کہ احسان، خود اعتمادی، روحانی ترقی، اور مثالی کردار کی بنیاد ہے۔ یہ دنیا میں کامیاب اور پرسکون زندگی کے ساتھ ساتھ آخرت میں سرخروئی کا ذریعہ بھی ہے۔

<sup>1</sup> البقرہ: 195

<sup>2</sup> اعظمی، محمد الیاس، معاشرتی تعمیر اور کردار سازی کے اصول قرآن و سنت کی روشنی میں۔ ص 15

اس فصل میں میں نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کردار سازی کے اس بنیادی اصولوں پیش کیا ہے جس کی جڑیں تزکیہ نفس اور احسان جیسے اہم روحانی و اخلاقی تصورات میں پیوست ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے کردار سازی صرف ظاہری اخلاقیات کی تربیت کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ہمہ گیر عمل ہے جو انسان کے باطن اس کی نیت، خیالات، رجحانات اور اعمال کو سنوارتا ہے۔

اس تربیت کا مقصد انسان کو اندرونی آلائشوں اور نفسانی خواہشات سے پاک کر کے ایک صالح متوازن اور باکردار فرد بنانا ہے۔ اس فصل میں میں نے واضح کیا ہے کہ تزکیہ، محاسبہ نفس، توبہ، ذکر الہی، خدمتِ خلق اور مجاہدہ نفس جیسے تصورات کس طرح ایک شخص کی شخصیت کو تعمیر کرتے ہیں اور اسے نہ صرف ذاتی بلکہ اجتماعی زندگی میں بھی مثبت کردار ادا کرنے کے قابل بناتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ میں نے اس بات پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ تصورِ آخرت انسان کو اپنے اعمال کے نتائج کا شعور دیتا ہے، جو اسے خود احتسابی، سچائی، عدل، خیر خواہی اور نرمی جیسے اخلاقی اوصاف اپنانے پر آمادہ کرتا ہے۔

میں نے محسوس کیا کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصد بناتا ہے تو اس کی شخصیت میں سکون، ٹھہراؤ اور بلند اخلاقی اقدار پروان چڑھتی ہیں جو نہ صرف اس کے انفرادی رویے کو سنوارتے ہیں بلکہ معاشرتی سطح پر بھی بہتری اور ہم آہنگی کا باعث بنتے ہیں۔ یہ تمام نکات میرے تھیسس کے مرکزی تصور یعنی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے فہم اور اس کے کردار سازی پر اثرات سے گہرے طور پر ہم آہنگ ہیں۔

بالخصوص پاکستانی نوجوانوں کے تناظر میں دیکھا جائے تو تزکیہ نفس، محاسبہ نفس اور تصورِ آخرت جیسے اسلامی اصول اُن کی شخصیت سازی میں کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ موجودہ دور میں نوجوان جس فکری انتشار، اخلاقی زوال اور سماجی دباؤ کا شکار ہیں اُن سے نکلنے کے لیے اُنہیں ایک ایسی فکری و روحانی بنیاد درکار ہے جو اُنہیں اندرونی پاکیزگی، احساسِ جوابدہی اور اخلاقی استقامت فراہم کرے۔ تصورِ آخرت کا شعور نوجوانوں میں نہ صرف نیکی کے رجحان کو بڑھاتا ہے بلکہ اُنہیں سچائی، دیانت، عدل اور خدمتِ خلق جیسے اقدار کو اپنانے پر بھی آمادہ کرتا ہے جو ایک متوازن اور باکردار پاکستانی معاشرے کی تشکیل میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

## فصل دوم: کردار سازی بذریعہ ترغیب و ترہیب

انسانی معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں کردار سازی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ایک باکردار فرد نہ صرف اپنی ذات کو سنوارتا ہے بلکہ پورے معاشرے کے لیے خیر و فلاح کا سبب بنتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں کردار سازی کو ہمیشہ بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے اور اس کی ترغیب قرآن و سنت میں مختلف طریقوں سے دی گئی ہے۔ ان طریقوں میں "ترغیب" اور "ترہیب" دو اہم اور مؤثر ذرائع ہیں جن کے ذریعے انسان کے باطن میں نیکی کی خواہش اور بدی سے اجتناب پیدا کیا جاتا ہے۔

ترغیب سے مراد وہ دعوت ہے جس میں انسان کو نیکی، بھلائی، کامیابی اور جزا کی جانب راغب کیا جاتا ہے جبکہ ترہیب سے مراد وہ تنبیہ ہے جس میں برائی، گناہ، ناکامی اور سزا سے ڈرایا جاتا ہے تاکہ انسان راہِ حق پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿نَبِّئْ عِبَادِيَ أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ، وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اے نبی! میرے بندوں کو خبر دو کہ بے شک میں بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یہ (بھی بتادو) کہ میرا عذاب بڑا دردناک عذاب ہے۔"

اس آیت میں ترغیب اور ترہیب دونوں کا امتزاج موجود ہے۔ ایک طرف اللہ کی مغفرت کا ذکر ہے تو دوسری طرف اس کے عذاب کی شدت کا بیان۔ یہی توازن انسان کو متوازن شخصیت کی طرف لے جاتا ہے۔ امام ابن قیمؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"الْقَلْبُ فِي سِيرَةٍ إِلَى اللَّهِ بَيْنَ جَنَاحِي الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ"<sup>2</sup>

"دل جب اللہ کی طرف سفر کرتا ہے تو وہ خوف اور امید کے دو پروں کے درمیان ہوتا ہے۔"

یہی خوف (ترہیب) اور امید (ترغیب) انسانی کردار میں توازن، سنجیدگی، نرمی اور قربِ الہی کے جذبات کو جنم دیتے ہیں۔ دورِ حاضر میں جہاں نوجوان نسل مختلف فکری اور اخلاقی چیلنجز سے دوچار ہے، وہاں ان کی شخصیت سازی کے لیے اسلامی ترغیب و ترہیب کا مطالعہ نہایت اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ جب نوجوانوں کے سامنے جنت کی نعمتیں اور اللہ کی رضا کی خوشخبریاں آتی ہیں تو وہ

<sup>1</sup> الحج: 49-50

<sup>2</sup> ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، مدارج السالکین، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2004ء، ج 1، ص 518

نیکی کی طرف مائل ہوتے ہیں اور جب جہنم کی وعید اور رب کی ناراضگی کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے جو برائی سے باز رکھنے کا مؤثر ذریعہ بنتا ہے۔

## ترغیب و ترہیب کا مفہوم اور ان کی اخلاقی تشکیل میں اہمیت

اسلامی اخلاقیات میں انسانی کردار سازی کے دو مؤثر ذرائع "ترغیب" اور "ترہیب" ہیں، جن کے ذریعے فرد کے باطن کو نیکی کی طرف مائل اور برائی سے دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لغوی اعتبار سے "ترغیب" کا مطلب کسی خیر، نیکی یا مطلوب امر کی طرف رغبت دلانا ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ نے "الرغبة" کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ميل النفس إلى الشيء" <sup>1</sup>

یعنی "نفس کا کسی چیز کی طرف میلان ہونا"

اس کے برعکس "ترہیب" کا مفہوم خوف دلانا، ڈرانا یا کسی برائی کے ممکنہ انجام سے متنبہ کرنا ہے۔ راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں:

"الرَّهْبَةُ مَخَافَةٌ مَعَ تَحَرُّزٍ وَاضْطِرَابٍ" <sup>2</sup>

یعنی "رہبت ایسا خوف ہے جس کے ساتھ احتیاط اور اضطراب ہو"

یہ دونوں اصول قرآن و سنت میں اصلاحِ نفس اور تزکیہِ اخلاق کے بنیادی اسالیب کے طور پر پائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں جنت کی خوشخبریاں ترغیب کے طور پر اور جہنم کی وعیدیں ترہیب کے طور پر موجود ہیں تاکہ انسان نیکی کی طرف بڑھے اور برائی سے بچے۔ چنانچہ ترغیب انسان کے اندر امید، شوق اور ایثار جیسے مثبت جذبات کو بیدار کرتی ہے جب کہ ترہیب احتساب، خوفِ خدا اور گناہوں سے اجتناب کو جنم دیتی ہے۔

اسلامی تربیت میں یہ دونوں اسلوب نہ صرف فرد کی اصلاح کا ذریعہ بنتے ہیں بلکہ ایک منظم، پرامن اور اخلاقی معاشرے کے قیام کی بنیاد بھی فراہم کرتے ہیں۔ سید مراد سلامہ اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں:

<sup>1</sup> راغب اصفہانی، ابوالقاسم حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، المکتبۃ القاسمیہ لاہور۔ 2012ء، ص 196

<sup>2</sup> راغب اصفہانی۔ المفردات فی غریب القرآن ص 428

"الْإِيمَانُ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ يَبْعَثُ فِي النَّفْسِ الطَّائِنَةِ وَيَجْعَلُ الْإِنْسَانَ يَحْرِصُ عَلَى الْعَمَلِ الصَّالِحِ وَيَبْتَغِي عَنِ الْمَعَاصِي وَيَسْتَشْعِرُ مُرَاقَبَةَ اللَّهِ فِي كُلِّ أَعْمَالِهِ"<sup>1</sup>

یعنی "یوم آخرت پر ایمان انسان کے دل میں اطمینان پیدا کرتا ہے، وہ نیک اعمال پر محنت کرتا ہے، گناہوں سے دور رہتا ہے اور اپنی تمام حرکات میں اللہ کی نگرانی کو محسوس کرتا ہے۔" اس تناظر میں یوم آخرت پر ایمان انسانی شخصیت پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے جن میں سب سے نمایاں اثر دل کا اطمینان اور باطنی سکون ہے۔ جب انسان یہ شعور رکھتا ہے کہ ایک دن اسے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو وہ زندگی کو ایک ذمے داری کے طور پر لیتا ہے۔

## قرآنی اسلوب ترغیب و ترہیب

قرآن مجید کا انداز تربیت نہایت حکیمانہ اور متوازن ہے، جس میں انسان کی فطرت کو مد نظر رکھتے ہوئے نیکی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے کے مختلف طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔ ان میں سب سے مؤثر اسلوب ترغیب و ترہیب ہے۔ قرآن پاک نیکی کے راستے پر چلنے والوں کو خوشخبریاں دیتا ہے جبکہ گمراہی اور نافرمانی کی روش اپنانے والوں کو سخت انجام سے خبردار کرتا ہے۔ یہ انداز نہ صرف انفرادی تزکیہ کے لیے مؤثر ہے بلکہ اجتماعی اصلاح کے لیے بھی کارگر ہے۔

### 1۔ نیکی کی ترغیب

قرآن مجید میں نیکی کی ترغیب ایک ایسا حکیمانہ اسلوب ہے جو انسان کی فطرت میں موجود خیر کی تلاش اور دائمی کامیابی کی خواہش کو جلا بخشتا ہے۔ قرآن کریم انسان کو صرف قانونی یا اخلاقی تعلیمات نہیں دیتا بلکہ اس کے دل و دماغ کو متاثر کرنے کے لیے اُسے نیکی کی جانب رغبت دلاتا ہے اور ان اعمال کے خوشگوار انجام کو جنت کی صورت میں پیش کرتا ہے۔

﴿وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾<sup>2</sup>

<sup>1</sup> سلامہ، سید مراد، ثمرات الایمان بالیوم الآخر و اثرہ فی حیۃ الفرد و المجتمع، شبکہ الالوکتہ 2020

<sup>2</sup> آل عمران: 133



ترجمہ: "اور اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

یہ آیت نہ صرف مغفرت کے تصور کو اجاگر کرتی ہے بلکہ جنت کی وسعت کو بیان کر کے ایک عظیم اُمید پیدا کرتی ہے۔ انسان کی فطرت ترغیب پذیر ہے جب وہ جانتا ہے کہ نیکی کا انجام عظیم کامیابی ہے تو وہ اس راستے کو اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "یقیناً پرہیزگار لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گے۔"

نیکی کی ترغیب درحقیقت تصورِ آخرت کا مثبت پہلو ہے جہاں انسان کو آخرت میں کامیابی، جنت، اللہ کی رضا، اور دائمی آرام کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ یہ وعدے نوجوانوں کے کردار پر گہرے اثرات ڈالتے ہیں۔ اسی لیے قرآن کا اسلوبِ ترغیب، نوجوانوں میں کردار سازی کے لیے ایک فطری، روحانی اور موثر ذریعہ بنتا ہے جو نہ صرف ان کے ذاتی تزکیہ کے لیے مفید ہے بلکہ معاشرتی ہم آہنگی، عدل اور خیر خواہی جیسے اقدار کو بھی پروان چڑھاتا ہے۔

## 2۔ برائی سے ترہیب

قرآن مجید کا اسلوبِ ترہیب انسانی ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے، اور اس کے دل میں برائی کے انجام سے خوف بٹھاتا ہے تاکہ وہ گناہوں سے باز رہے۔ قرآن کریم میں برائی کے انجام کو عذاب، جہنم، حسرت، اور محرومی جیسے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے تاکہ انسان اللہ کے غضب سے ڈرے اور برے افعال سے بچے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى﴾<sup>2</sup>

ترجمہ: "تو میں نے تمہیں آگ سے ڈرایا جو بھڑکتی ہے۔"

<sup>1</sup> الذاریات: 15

<sup>2</sup> اللیل: 14

یہ آیت ایک شدید خبردار کرنے والے انداز میں انسان کو متنبہ کرتی ہے کہ نافرمانی اور گناہ کا انجام ہولناک ہو سکتا ہے۔ اس طرح کا اسلوب صرف سزا سنانے کے لیے نہیں بلکہ انسان کے اندر اصلاح، توبہ اور رجوع الی اللہ کی تحریک پیدا کرنے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:<sup>1</sup>

﴿كَلَّا إِنَّهَا لَنظَىٰ، نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ﴾

ترجمہ: "ہرگز نہیں، وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے، جو کھال اتار دیتی ہے۔"

یہ اسلوب دل پر ایسا اثر چھوڑتا ہے کہ انسان برائی کے فوری اور دائمی انجام سے ڈر کر اپنے اعمال پر نظر ثانی کرتا ہے۔ قرآن ان لوگوں کو سخت وعید سناتا ہے جو ظلم، فحاشی، کفر، نفاق، اور گناہوں کے راستے کو اپناتے ہیں۔ انہیں نہ صرف آخرت کے عذاب سے خبردار کیا جاتا ہے بلکہ دنیاوی ذلت و محرومی کی مثالیں بھی بیان کی جاتی ہیں۔

### 3- ترغیب و ترہیب کا توازن

قرآن مجید کا اسلوب تربیت انسان کی فطرت اور نفسیات سے مکمل ہم آہنگ ہے، جس میں ترغیب (نیکی پر ابھارنے) اور ترہیب (برائی سے روکنے) کا حسین توازن قائم کیا گیا ہے۔ یہ توازن انسان کی روحانی اور اخلاقی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ قرآن کریم نہ صرف جنت، مغفرت اور اللہ کی رضا کی نویدیں سناتا ہے بلکہ جہنم، عذاب اور اللہ کے غضب سے خبردار بھی کرتا ہے۔ یہی امتزاج انسان کو غرور اور مایوسی کے دو انتہاؤں سے بچا کر اعتدال، خود احتسابی اور اصلاح کی طرف مائل کرتا ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ اس توازن کو یوں بیان کرتے ہیں:

"لِلْقَلْبِ فِي سِيرَةٍ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى كَطَائِرٍ رَأْسُهُ الْبَحْبَةُ وَجَنَاحَاهُ الْخَوْفُ وَالرَّجَاءُ..."<sup>2</sup>

یعنی "دل اللہ کی طرف سفر میں ایک پرندے کی مانند ہے جس کا سر محبت ہے اور دونوں پر خوف اور امید ہیں۔۔۔"

<sup>1</sup> المعارج: 15-16

<sup>2</sup> ابن قیم الجوزیة، محمد بن ابی بکر مدارج السالکین، ج 1، ص 519

یہ توازن قرآن کا ایسا اسلوب ہے جو نہ صرف انفرادی تزکیہ کو فروغ دیتا ہے بلکہ معاشرتی سطح پر اخلاقی بہتری کی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ نوجوانوں کی کردار سازی میں یہ اسلوب اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ امید اُن کے اندر نیکی کی جستجو پیدا کرتی ہے اور خوف اُنہیں گناہ سے باز رکھتا ہے۔

قرآن میں امید اور خوف کا حسین توازن ہے، تاکہ انسان نہ صرف اللہ کی رحمت پر یقین رکھے بلکہ اس کے غضب سے بھی ڈرتا رہے۔ یہ توازن ایک معتدل شخصیت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت اور عذاب کا بیان، جیسا کہ آیت میں آیا ہے:

﴿نَبِّئْ عِبَادِيَ أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اپنے بندوں کو خبر دو کہ میں بے حد بخشنے والا نہایت مہربان ہوں اور میرا عذاب بڑا دردناک ہے۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی بندوں کو یہ پیغام دیتا ہے کہ وہ نہایت مہربان اور بخشنے والا ہے لیکن اس کے عذاب کا انجام بھی نہایت دردناک اور عبرت آموز ہے۔ یہ متوازن پیغام نوجوانوں کی شخصیت سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے نیکی کی جانب راغب ہوتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے اعمال کے انجام سے خوفزدہ ہو کر برائیوں سے باز رہتے ہیں۔ یوں قرآن کا یہ اسلوب نوجوانوں کو اصلاح کی جانب مائل کرتا ہے اور انہیں ذمہ دار شہری اور اخلاقی فرد بنانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے آخرت کے ایمان کے اثرات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"الإِيمَانُ بِالْآخِرَةِ يَزِدُّ عَرْفَ الْقَلْبِ الرَّجَاءَ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَيُحَدِّدُ مِنْ عَذَابِهِ الْأَلِيمِ وَهَذَا التَّوَازُنُ هُوَ الَّذِي يُقَوِّي الْعَبْدَ عَلَى الصَّبْرِ وَالطَّاعَةِ، وَيَنْتَعُهُ مِنَ الْغَفْلَةِ وَالشَّكَاوَلِ"<sup>2</sup>

ترجمہ "آخرت پر ایمان انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید پیدا کرتا ہے اور اس کے دردناک عذاب سے خبردار کرتا ہے اور یہی توازن بندے کو صبر و طاعت پر مضبوط کرتا ہے اور غفلت و سستی سے روکتا ہے" شیخ عبد الرحمن السدیس اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

<sup>1</sup> الحج: 49-50

<sup>2</sup> ابن قیم الجوزية، محمد بن ابی بکر زاد المعاد، ج 2، ص 345

"إِنَّ تَوَازُنَ التَّرْغِيبِ بِالْجَنَّةِ وَالتَّهْذِيبِ مِنَ النَّارِ هُوَ الْأُسْلُوبُ الْقُرْآنِيُّ الَّذِي يُهَيِّئُ النَّفْسَ لِلْسَّيْرِ عَلَى طَرِيقِ الْحَقِّ بِإِرَادَةٍ قَوِيَّةٍ لَا تَدِينُ"<sup>1</sup>

ترجمہ: جنت کی ترغیب اور جہنم کے ترہیب کا توازن قرآن کریم کا ایسا اسلوب ہے جو انسان کی روح کو مضبوط ارادے کے ساتھ راہِ حق پر چلنے کے لیے تیار کرتا ہے۔

قرآن کا ترغیب و ترہیب کا متوازن اسلوب انسان کو اللہ کی رحمت کی امید اور عذاب کے خوف کے درمیان متوازن رکھتا ہے۔ یہ توازن مضبوط ارادے کے ساتھ نیکی کی طرف بڑھنے کی تحریک دیتا ہے۔ تصورِ آخرت کا ایسا فہم انسان کو اللہ کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب کے خوف کے درمیان اعتدال قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ اس متوازن فہم کی بدولت نوجوان اپنے کردار کی اصلاح میں سنجیدہ ہو کر معاشرتی اور اخلاقی ترقی کے راستے پر گامزن ہوتے ہیں

#### 4- تربیتی اثرات

ترغیب و ترہیب کردار سازی کا ایک مؤثر اور متوازن ذریعہ شمار ہوتے ہیں جو انسانی شخصیت کی تعمیر و تہذیب میں نمایاں اثرات چھوڑتے ہیں۔ ان میں سے اہم اثرات مندرجہ ذیل ہیں:

- انسان کے دل میں نیکی کی محبت اور برائی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔
  - احساسِ ذمہ داری اور احتساب کا شعور بیدار ہوتا ہے۔
  - کردار میں توازن، استقلال، اور اللہ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔
  - معاشرتی رویوں میں نرمی، عدل، خیر خواہی اور برداشت پروان چڑھتی ہے۔
- ترغیب انسان کو نیکی، حسنِ اخلاق، دیانت داری اور عدل و انصاف جیسے اوصاف اختیار کرنے کی ترغیبی قوت فراہم کرتی ہے جب کہ ترہیب گناہوں، بدعنوانی، ظلم اور دیگر منفی رویوں سے باز رکھنے میں حفاظتی کردار ادا کرتی ہے۔ یہ دونوں اصول فرد کے اندر خیر و شر کے شعور، احساسِ ذمہ داری اور اصلاحِ نفس کے جذبے کو بیدار کرتے ہیں۔

<sup>1</sup> السدیس، شیخ عبد الرحمن، ایمان بالآخرة وأثره في بناء الشخصية الإسلامية، دار النفائس، جدة، 2015 ص 58

ترغیب کے ذریعے انسان کو جنت، اللہ تعالیٰ کی رضا اور روحانی سکون جیسی نعمتوں کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے جب کہ ترہیب کے ذریعے جہنم، الہی ناراضگی اور دنیوی و اخروی سزاؤں سے خبردار کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں بہت تیز ہے، اور بے شک وہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

( قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسِّرُوا وَلَا تَعْسِرُوا وَأَسْكُنُوا وَلَا تَتَّعِسُوا )<sup>2</sup>

ترجمہ " آسانی پیدا کرو تنگی نہ پیدا کرو، لوگوں کو تسلی اور تشفی دو نفرت نہ دلاؤ۔ "

ان نصوص سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ ترغیب و ترہیب کا امتزاج ایک معتدل، متوازن اور باکردار معاشرے کی تشکیل کے لیے ناگزیر ہے۔ ترغیب و ترہیب انسانی شخصیت کی تعمیر میں ایک متوازن اور مؤثر تربیتی ذریعہ ہیں جو فرد کے اندر نیکی کی رغبت اور گناہ سے اجتناب کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔

یہ دونوں پہلو انسان کے دل میں خیر و شر کا شعور بیدار کرتے ہیں اور اُسے احساسِ ذمہ داری خود احتسابی اور اصلاحِ نفس کی راہ پر گامزن کرتے ہیں۔ ترغیب انسان کو اعلیٰ اخلاق، نرمی، عدل، دیانت اور خیر خواہی کی طرف مائل کرتی ہے جب کہ ترہیب اُسے سستی، غفلت، ظلم اور بد عملی سے روکتی ہے۔

ان کے امتزاج سے فرد میں نہ صرف طاعت و صبر کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کے رویوں میں سنجیدگی، توازن اور استقلال بھی پروان چڑھتا ہے۔ یہ تربیتی نظام فرد کو باطنی طور پر مضبوط بناتا ہے اور اسے ایسا کردار عطا کرتا ہے جو نہ صرف ذاتی فلاح کا سبب بنتا ہے بلکہ ایک مہذب، منظم اور بااخلاق معاشرے کے قیام میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

<sup>1</sup>الأعراف: 167

<sup>2</sup>بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یسرُوا ولا تعسروا، حدیث: 6125

## سنتِ نبویؐ میں ترغیب و ترہیب کا کردار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مبارکہ میں ترغیب (خوشخبری) اور ترہیب (خوف دلانا) کا اسلوب ایک متوازن تربیتی حکمتِ عملی کے طور پر واضح ہے۔ آپؐ نے لوگوں کے دلوں میں اللہ کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب کا خوف بیک وقت جاگزیں کیا۔

1- ترغیب کی مثال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)<sup>1</sup>

"جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔" یہ حدیث نیکی کی ترغیب کا بہترین نمونہ ہے، جس میں نبی کریمؐ نے جنت اور مغفرت کی بشارت دے کر بندے کو عملِ صالح پر آمادہ کیا۔

2- ترہیب کی مثال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ)<sup>2</sup>

"بیشک جھوٹ فجور (گناہ) کی طرف لے جاتا ہے اور فجور آگ کی طرف لے جاتا ہے۔" یہ حدیث ترہیب کا مؤثر اسلوب ہے جس میں جھوٹ کے سنگین انجام سے خبردار کیا گیا ہے تاکہ بندہ اس بری خصلت سے بچے۔ نماز کو ترک کرنے کی وعید انسان کو لاپرواہی سے باز رکھتی ہے اور ایمان کی حفاظت پر زور دیتی ہے۔ اور یہ کردار سازی کے لئے بنیادی عوامل ہیں۔

## ترغیب و ترہیب کی تربیتی افادیت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ میں ترغیب (اللہ کی رحمت، مغفرت اور جنت کی امید) اور ترہیب (عذاب، حساب

<sup>1</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان إيمانًا واحتسابًا، حدیث: 1901

<sup>2</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب في الكذب وحسن الصدق وفضله، حدیث: 6637

اور جہنم کا ڈر) کو بطور تربیتی حکمت عملی اختیار کیا گیا۔

آپؐ نے ان دونوں پہلوؤں میں ایسا فطری توازن قائم فرمایا جس نے فرد کے جذبات کو متحرک کیا، نفس کی اصلاح کی اور ایک بااخلاق و صالح معاشرہ کی بنیاد رکھی۔

ترغیب انسان کو خیر کی طرف مائل کرتی ہے جبکہ ترہیب اسے برائی سے روکتی ہے۔ یہی توازن اسلامی تعلیمات کی جامعیت اور انسانی فطرت سے ہم آہنگی کا مظہر ہے۔

ڈاکٹر انجم امین اس حوالے سے لکھتی ہیں:

"The Prophet of Islam employed the psychological tools of reward and warning not merely as theological constructs, but as active means for nurturing moral consciousness and responsible behavior in individuals."<sup>1</sup>

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ترغیب و ترہیب کا توازن ایک ایسا جامع تعلیمی ماڈل فراہم کرتا ہے جو فرد کی فطرت سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے اس کی روحانی، نفسیاتی اور معاشرتی تربیت میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ یہی اسلوب اسلامی تربیت کی افادیت اور ہمہ گیری کو ثابت کرتا ہے

کردار سازی بذریعہ ترغیب و ترہیب ایک ایسا جامع اور فطری تربیتی عمل ہے جس کے ذریعے انسانی نفس کو نیکی کی رغبت اور برائی سے گریز کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ اسلام میں ترغیب انسان کو اللہ کی رحمت، جنت، اور اجرِ عظیم کی امید دلا کر نیک عمل کی طرف مائل کرتی ہے، جبکہ ترہیب گناہوں کے نتائج، عذابِ الہی اور اخروی مواخذے کا تصور دے کر برائی سے روکتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں اسالیب کو نہایت حکمت و توازن کے ساتھ استعمال فرمایا، جس سے فرد میں اخلاقی بیداری، ذمہ داری کا احساس اور معاشرتی اصلاح کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ طریقہ صرف مذہبی تعلیمات تک محدود نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت اخلاقی نظام کی بنیاد ہے جو ایک صالح فرد اور پر امن معاشرہ تشکیل دینے میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

<sup>1</sup> Amin, A. (2018). The Quran and the Personality Development, Ph.D. Thesis, University of Kashmir, p. 107

قرآنی تعلیمات میں ترغیب (انعام و خوشخبری) اور ترہیب (عذاب و تنبیہ) کے اسلوب کو شخصیت سازی کا مؤثر ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ اسلوب انسانی فطرت کو مد نظر رکھتے ہوئے نیکی کی طرف ابھارتا اور برائی سے روکتا ہے۔

نوجوان نسل کے کردار کی تعمیر میں یہ اسلوب اس لیے مؤثر ہے کہ تصورِ آخرت کے تناظر میں جب جنت کی نعمتوں اور مغفرت کا ذکر ہوتا ہے تو انسان نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور جب جہنم کی وعید اور رب کی ناراضگی کا ذکر ہوتا ہے تو برائی سے باز رہتا ہے۔ یہ متوازن طرزِ تربیت نوجوانوں کو فکری طور پر بیدار کرتا ہے اور ان کے اندر خود احتسابی اللہ کا خوف اور اخلاقی ذمہ داری پیدا کرتا ہے۔ قرآن مجید کا ترغیب و ترہیب پر مبنی تربیتی نظام نوجوانوں کے اندر نہ صرف اصلاحِ نفس اور احساسِ ذمہ داری پیدا کرتا ہے بلکہ یہ معاشرتی ہم آہنگی، عدل، نرمی اور خیر خواہی جیسے اوصاف کو فروغ دینے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ محققین لکھتے ہیں:

A glance at the Holy Quran provides the idea that believing in the Hereafter is the most important issue in Islam after believing in God.<sup>1</sup>

قرآن مجید کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان کے بعد اسلام میں سب سے اہم مسئلہ آخرت پر ایمان ہے۔ تصورِ آخرت کا یہی شعور نوجوان کو برے افعال کے انجام سے خبردار کرتا ہے اور انہیں مثبت اقدار اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ شیخ ابن قیم اور دیگر مفسرین نے واضح کیا ہے کہ جب انسان اللہ کی رحمت کی امید اور عذاب کے خوف کے درمیان متوازن حالت میں ہوتا ہے، تو اس کی شخصیت اخلاقی و روحانی لحاظ سے مضبوط بنتی ہے۔

یہی توازن کردار سازی اور اصلاحِ معاشرہ میں بنیاد فراہم کرتا ہے۔ پاکستانی نوجوانوں میں جب تصورِ آخرت پر مبنی ترغیب و ترہیب کا فہم پیدا ہوتا ہے تو ان کے کردار میں سنجیدگی احساسِ جوابدہی اور نیکی کی طرف رغبت بڑھتی ہے۔ یہی تصور ان کی معاشرتی اور روحانی نشوونما کو تقویت دیتا ہے جس سے وہ نہ صرف اپنی ذات بلکہ معاشرے کے لیے بھی مفید بن سکتے ہیں۔

چنانچہ یہ اسلوب تعلیم و تبلیغ، خطبات، اور سوشل میڈیا جیسے ذرائع کے ذریعے نوجوانوں تک مؤثر انداز میں پہنچایا جائے تو ایک بااخلاق، منظم اور مہذب نسل کی تشکیل ممکن ہے۔ آپ کے تھیسس کے مرکزی موضوع کے مطابق یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ترغیب و ترہیب کا قرآنی اسلوب تصورِ آخرت کی فکری بنیاد پر نوجوانوں کی کردار سازی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

<sup>1</sup>Dr Hafiz Arshad Iqbal, Muhammad Jawad Abrar, Dr Muhammad Hafiz Abrar Belief in the Hereafter and Iqbal's Concept of Eternity: An Analytical Study, AL-Qamar , November 2023



## فصل سوئم: کردار سازی بذریعہ جزا و سزا

اسلامی نظام تربیت میں تصورِ جزا و سزا کو ایک بنیادی اصول کی حیثیت حاصل ہے جو انسانی اعمال کے احتساب پر مبنی ہے۔ اس نظام میں انسان کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اس کے تمام افعال و اعمال قابلِ جواب دہی ہیں اور ان کا محاسبہ محض دنیاوی سطح پر نہیں بلکہ اخروی سطح پر بھی ہوگا۔ اس عقیدے کی بنیاد قرآن و سنت میں موجود متعدد نصوص پر ہے جو فرد کی اخلاقی تربیت اور اس کی نیت و عمل کی اصلاح میں مرکزی کردار ادا کرتی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "جس نے برائی کی اسے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے نیکی کی مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو وہ جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں بے حساب رزق پائیں گے۔"

یہ آیت ہمیں انسانی اعمال کے نتائج کے ایک منصفانہ اور مکمل نظام کی جھلک دکھاتی ہے، جہاں برائی کی سزا برابری کی بنیاد پر اور نیکی کا انعام اللہ کے فضل و رحمت کے تحت بے حساب عطا کیا جاتا ہے۔ صاحبِ تفسیر تبیان القرآن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یہ دنیا دار الامتحان ہے اس کے باوجود رحمان و رحیم رب تعالیٰ نے اتنی زبردست رعایت رکھی ہے کہ جو شخص کوئی برائی کرے اسے صرف اس ایک برائی ہی کا بدلہ دیا جائے گا، مگر جو شخص ایمان لا کر کوئی صالح عمل کرے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اس میں انھیں بے حساب رزق دیا جائے گا"<sup>2</sup>

یہی تصور انسان کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے اور مستقبل کے لیے بہتر طرزِ عمل اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اسی مفہوم کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت جامع انداز میں بیان فرمایا:

<sup>1</sup> نافر: 40

<sup>2</sup> سعیدی، غلام رسول، تفسیر تبیان القرآن، نعمانی کتب خانہ لاہور، 2006ء، 10 ج 361 ص

( الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَبَتَّى عَلَى اللَّهِ الْأَمَانِي )<sup>1</sup>

ترجمہ: "عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کے پیچھے چلے اور اللہ سے صرف آرزوئیں رکھے۔"

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کردار سازی کے دو بنیادی اصول متعین فرمادیے نفس کا محاسبہ اور آخرت کی تیاری یہ دونوں عناصر اس وقت ہی ممکن ہیں جب انسان جزا و سزا کے تصور پر مکمل یقین رکھتا ہو۔ یہی یقین اس کے خیالات رجحانات اور رویوں کو مہذب بناتا ہے اور اسے ایک مفید، باکردار اور بااخلاق فرد میں ڈھالتا ہے۔ یقین آخرت انسان کو نیکی اور شریعت پر عمل کے لیے ایک مضبوط محرک فراہم کرتا ہے۔ جب کسی شخص کے دل میں یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کے ہر عمل کا بدلہ اُسے قیامت کے دن ضرور ملے گا، علامہ قاضی عیاض اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

( إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ مَا يَبْعَثُ عَلَى التَّهَبُّكِ بِالسُّنَنِ وَالْآدَابِ، هُوَ الْيَقِينُ بِالْجَزَاءِ الْآخِرِيِّ، فَإِنَّ ذَلِكَ يُورِثُ فِي الْقَلْبِ

تَعْظِيمًا لِلشَّرَائِعِ وَحِرْصًا عَلَى الْإِمْتِثَالِ )<sup>2</sup>

ترجمہ: "سننوں اور آداب پر عمل کرنے کی سب سے بڑی محرک چیز آخرت میں جزا کا یقین ہے، جو دل میں شریعت کی عظمت اور اس پر عمل کی حرص پیدا کرتا ہے۔"

لہذا، جزا و سزا کا تصور ایک جامع اخلاقی و تربیتی فلسفہ ہے، جو انسان کے اندر باطنی ضبط، خود احتسابی، اور نیکی کی طرف رغبت پیدا کر کے ایک صالح اور مثالی معاشرے کی بنیاد رکھتا ہے۔

## 1۔ جزا کا کردار، کردار سازی میں

جزا (انعام) کا تصور انسانی فطرت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ انسان جب یہ جانتا ہے کہ اس کی نیکی اور مثبت کردار کا بدلہ اللہ

تعالیٰ کی رضا، جنت اور ابدی کامیابی کی صورت میں ملے گا، تو اس کے اندر خیر کے لیے خود کار تحریک پیدا ہوتی ہے۔

<sup>1</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ سنن الترمذی کتاب الزہد، باب: ذکر الموت والاستعداد، حدیث: 4260

<sup>2</sup> عیاض، القاضی ابی الفضل، الشفا، بتعظیم السنة، صفحہ 200

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ، فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ﴾<sup>1</sup>

یعنی "جو شخص اللہ کی راہ میں دیتا ہے، تقویٰ اختیار کرتا ہے اور بھلائی کو سچ مانتا ہے، اللہ اسے آسان راستے کی طرف ہموار کر دیتا ہے" یہ وعدہ انسان کو اخلاقی راستے پر ثابت قدم رہنے کی قوت دیتا ہے۔ جزاء انسان کو یہ یقین دلاتی ہے کہ اگر وہ اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ عمل کرے تقویٰ اختیار کرے اور آخرت کی بھلائی پر یقین رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیکی کا راستہ آسان بنا دیتا ہے۔ یہ وعدہ فرد کے اندر نیکی کی طرف رغبت پیدا کرتا ہے اور کردار سازی میں جزا کے تصور کو مرکزی حیثیت دیتا ہے۔ جب انسان کو یہ شعور حاصل ہوتا ہے کہ ہر نیک عمل کا انعام نہ صرف دنیا بلکہ آخرت میں بھی عطا کیا جائے گا، تو وہ خلوص اور استقامت کے ساتھ اخلاقی اصولوں پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

## 2۔ سزا کا کردار، کردار سازی میں

سزا کا تصور اسلامی تربیت میں روک تھام کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ انسان کو اس کے اعمال کے ممکنہ منفی نتائج سے آگاہ کرتا ہے جس سے وہ برے کاموں سے باز رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾<sup>2</sup>

ترجمہ "اُس بڑے عذاب سے پہلے ہم اسی دنیا میں (کسی نہ کسی چھوٹے) عذاب کا مزہ انہیں چکھاتے رہیں گے شاید کہ یہ (اپنی باغیانہ روش سے) باز آجائیں" یہ احساس فرد کے اندر ایسا داخلی نظام پیدا کرتا ہے جو اسے حتی الامکان برائی سے بچاتا ہے۔ سزا کا تصور صرف خوف نہیں بلکہ تربیت، اصلاح اور روک تھام کا مؤثر ذریعہ ہے۔ محققین لکھتے ہیں:

Mediation analysis confirmed the mediating role of afterlife belief in the relationship between thought-action fusion and scrupulosity<sup>3</sup>.

<sup>1</sup> اللیل: 5-7

<sup>2</sup> السجدہ: 21

<sup>3</sup> Gondal, M. U., & Malik, S. (2024). Thought-Action Fusion, Scrupulosity and Afterlife Beliefs in Young Adults. Applied Psychology Review, 3(2), 14-30.

جب کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ صرف کوئی بُرا غلط خیال آنا بھی ویسا ہی ہے جیسے اس عمل کو کر لینا تو اس کی وجہ سے اس میں بے حد مذہبی باریک بینی اور غیر ضروری گناہ کے خوف (scrupulosity) بڑھ جاتے ہیں۔ اس رشتے میں آخرت پر یقین ایک بچہ کا کردار ادا کرتا ہے۔ یعنی آخرت کے عقیدے کی وجہ سے یہ اثر اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

### 3۔ معاشرتی اثرات

جب ایک فرد جزا و سزا کے اصول کو اپنے کردار میں شامل کرتا ہے تو اس کے اثرات صرف فرد تک محدود نہیں رہتے بلکہ پورے معاشرے میں نیکی، دیانت، عدل، وفاداری اور خیر خواہی کو فروغ ملتا ہے ایک ایسا معاشرہ جہاں کے افراد یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ہر عمل کا احتساب ہو گا وہ بد عنوانی، ظلم اور بد اخلاقی سے بچتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

(الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ)<sup>1</sup>

یعنی دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے (جہاں وہ اپنی خواہشات کو قابو میں رکھتا ہے) اور کافر کے لیے جنت۔

مومن اپنے آپ کو جوابدہ سمجھتے ہوئے معاشرے کا ایک مثبت اور تعمیری فرد بن جاتا ہے۔ اس طرح جزا و سزا کا تصور معاشرتی ہم آہنگی، عدل، اور امن کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی لکھتے ہیں:

"معاشرتی تعمیر اور کردار سازی کے لیے قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ کے عطا فرمودہ اصول حیات کا مقابلہ ساری دنیا بھی مل کر نہیں کر سکتی۔"<sup>2</sup>

جزا و سزا کا تصور فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرتی سطح پر بھی مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ جب انسان اس شعور کے ساتھ زندگی گزارتا ہے کہ اس کے ہر عمل کا احتساب ہو گا تو وہ دیانت، عدل، وفاداری اور خیر خواہی جیسے اوصاف کو اپنے کردار کا حصہ بناتا ہے۔

<sup>1</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، باب ما جاء ان الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر، حدیث: 7417

<sup>2</sup> اعظمی، محمد الیاس، معاشرتی تعمیر اور کردار سازی کے اصول قرآن و سنت کی روشنی میں، ص 17

ایسا فرد بد عنوانی، ظلم اور بد اخلاقی سے اجتناب کرتا ہے اور اپنے طرزِ عمل سے معاشرے میں مثبت اقدار کو فروغ دیتا ہے۔ یوں جزا و سزا کا اصول نہ صرف فرد کی شخصیت کو نکھارتا ہے بلکہ ایک منصف، پُر امن اور باہمی اعتماد پر مبنی معاشرے کی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔

## 1۔ ہر عمل کا حساب اور نگرانی کا احساس

اسلامی تعلیمات میں تصورِ آخرت اور جزا و سزا کا مرکزی مقام ہے۔ یہ تصور انسان کو محض دنیوی نفع و نقصان سے بلند کر کے ایک اعلیٰ اخلاقی شعور سے آشنا کرتا ہے۔ جب انسان اس عقیدے پر ایمان رکھتا ہے کہ اس کے تمام اعمال چاہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور قیامت کے دن ان کا حساب ہو گا تو وہ ہر لمحہ اپنی حرکات و سکنات کو درست رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

﴿مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾<sup>1</sup>

یعنی "انسان کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگران (فرشتہ) موجود ہوتا ہے جو اس کو لکھ رہا ہوتا ہے۔" یہ آیت انسان کے اندر یہ احساس پیدا کرتی ہے کہ وہ مسلسل ایک الہی نگرانی میں ہے۔ نہ صرف اس کے ظاہری اعمال بلکہ اس کے الفاظ اور نیتیں بھی ریکارڈ کی جا رہی ہیں۔ یہی احساس اس کی شخصیت میں احتیاط، ضبطِ نفس اور خود احتسابی کی خصوصیات پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ امام ابن القیم فرماتے ہیں:

( فَالْيَقِينُ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ هُوَ بَاعِثٌ عَلَى مُرَاقَبَةِ النَّفْسِ وَتَرْكِ الْبُحْرَاءِ )<sup>2</sup>

یعنی "یقینِ آخرت انسان کو خود پر نگرانی اور گناہوں سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے۔"

تصورِ آخرت انسان کو یہ شعور دیتا ہے کہ اس کا ہر قول و فعل اللہ کے علم میں ہے اور ہر عمل کا حساب دینا ہو گا۔ یہ احساس انسان کی سوچ اور رویے کو محتاط بناتا ہے۔ یہ تصور انسان کو غیبت، جھوٹ، بد زبانی جیسے گناہوں سے روکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سب محفوظ ہو رہا ہے۔

<sup>1</sup> ق: 18

<sup>2</sup> ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، مدارج السالکین، ج 1، ص 125

## 2- نیت میں اخلاص اور ریاکاری سے اجتناب

تصورِ آخرت اور جزا و سزا کا ایمان انسان کے باطن کو بھی متاثر کرتا ہے اور اس کی نیت کی صفائی اور اخلاص میں اضافہ کرتا ہے۔ جب بندہ یہ یقین رکھتا ہے کہ قیامت کے دن صرف وہی اعمال قبول ہوں گے جو خالص اللہ کی رضا کے لیے کیے گئے ہوں گے تو وہ ریاکاری (دکھاوے) سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ وہ ظاہری شہرت یا لوگوں کی واہ واہ کے بجائے صرف خدا کی خوشنودی کو اپنا مقصد بناتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾<sup>1</sup>

"جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔" یہ آیت اخلاصِ نیت کی بنیاد بناتی ہے۔ روزِ جزا پر ایمان انسان کو اندر سے پاک کرتا ہے تاکہ اس کی ہر نیکی ریا اور خود نمائی سے خالی ہو۔ احادیث کی روشنی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَبْدِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا، وَابْتَغِ بِهِ وَجْهَهُ)<sup>2</sup>

"اللہ تعالیٰ صرف وہ عمل قبول کرتا ہے جو خالص اس کے لیے کیا گیا ہو اور اس میں اس کی رضا مطلوب ہو۔"

مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی لکھتے ہیں:

"عقیدہ آخرت انسان کے اندر نیت کی پاکیزگی پیدا کرتا ہے۔ وہ ہر عمل کو رب کی رضا کے لیے خالص بناتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دکھاوے کے اعمال وہاں قابلِ قبول نہیں ہوں گے۔"<sup>3</sup>

جزا و سزا کا تصور انسان کو ظاہر ہی نہیں بلکہ باطن کو بھی سنوارنے پر مجبور کرتا ہے۔ وہ نیکی کرتے ہوئے دل سے ریا کو نکالتا ہے اور خلوص کے ساتھ عمل کرتا ہے کیونکہ اس کی نگاہ اللہ کی عدالت پر ہوتی ہے، نہ کہ لوگوں کی واہ واہ پر۔

<sup>1</sup> الکہف: 110

<sup>2</sup> النسائی، احمد بن شعیب، السنن الکبریٰ المعروف سنن نسائی، کتاب الجہاد، باب من غزا یمیتس الأجر والذکر، دارالکتب العلمیہ بیروت 2001 حدیث: 3142

<sup>3</sup> ندوی، مولانا ابواللیث اصلاحی، زندگی کا عقیدہ آخرت پر اثر، ص 82

### 3۔ عمل میں احتیاط اور توازن

تصورِ آخرت اور جزا و سزا پر ایمان انسان کے عمل کو غیر معمولی طور پر نکھارتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے تمام اعمال، چاہے بڑے ہوں یا چھوٹے، سب کا محاسبہ ہو گا۔ یہی یقین اسے ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے پر مجبور کرتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے بڑے کاموں بلکہ روزمرہ کے چھوٹے افعال کو بھی سنجیدگی سے لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾<sup>1</sup>

"جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔"

یہ آیت ایک واضح پیغام دیتی ہے کہ ہر چھوٹے بڑے عمل کا حساب ہے، اور یہی شعور انسان کے ہر قدم میں توازن، اعتدال اور ذمہ داری پیدا کرتا ہے۔ احادیث کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

( اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَبْرَةٍ )<sup>2</sup>

"دوزخ سے بچو، چاہے آدھی کھجور صدقہ دے کر ہی کیوں نہ ہو۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ چھوٹے اعمال بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں اس لیے انسان کو ہر عمل میں احتیاط برتنا چاہیے۔ تصورِ جزا و سزا انسان کے رویے میں توازن، اسلوب میں ذمہ داری اور عمل میں اعتدال پیدا کرتا ہے۔ وہ جلد بازی، بے احتیاطی یا شدت پسندی سے گریز کرتا ہے کیونکہ اسے ہر عمل کے انجام کا یقین ہوتا ہے۔ اس طرح اس کا کردار مضبوط، سنجیدہ اور معاشرتی طور پر مفید بن جاتا ہے۔

### 4۔ معاشرتی تعلقات میں بہتری

تصورِ آخرت، بالخصوص جزا و سزا پر ایمان، صرف فرد کی ذاتی زندگی تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے سماجی اور معاشرتی

<sup>1</sup> الزلزال: 7-8

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ، حدیث: 1417

تعلقات پر بھی گہرا اثر ڈالتا ہے۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ اسے دوسروں کے ساتھ برتاؤ، حقوق کی ادائیگی، اور انصاف یا ظلم ہر چیز کا حساب دینا ہے، تو وہ اپنے رویے میں عدل، احترام، ہمدردی اور خیر خواہی پیدا کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ﴾<sup>1</sup>

"انہیں روکو، بے شک ان سے سوال کیا جائے گا۔"

یہ آیت بتاتی ہے کہ انسان سے اس کے سماجی کردار اور دوسروں کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ یہی تصور انسان کو ہر معاشرتی تعلق میں جواب دہی کا احساس دیتا ہے۔ احادیث کی روشنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

( الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ )<sup>2</sup>

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

اس فرمان میں سماجی تعلقات کی بنیاد دی گئی ہے امن، خیر خواہی، اور دوسرے کے حق کا خیال۔

مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی فرماتے ہیں:

"جب انسان کو یہ یقین ہو کہ قیامت کے دن اس کے ہر عمل کا حساب ہوگا تو وہ دوسروں پر ظلم، حق تلفی یا بدسلوکی سے بچتا ہے۔

ایسا شخص معاشرے میں امن اور رواداری کا سبب بنتا ہے۔"<sup>3</sup>

اسی طرح انیلہ طارق اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتی ہیں:

عقیدہ آخرت نوجوانوں میں سماجی ذمہ داری، تعاون، ایثار اور رواداری جیسے اوصاف پیدا کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہر ظلم یا

زیادتی کا انجام انہیں بھگتنا پڑے گا۔"<sup>4</sup>

تصور آخرت اور جزا و سزا کا ایمان فرد کو نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی بااخلاق، ذمہ دار اور ہمدرد انسان بناتا ہے۔ وہ

<sup>1</sup> الصافات: 24

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ما جاء فی أن المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، حدیث 10

<sup>3</sup> ندوی، مولانا ابواللیث اصلاحی، زندگی کا عقیدہ آخرت پر اثر، ص 84

<sup>4</sup> طارق، انیلہ، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نوجوانوں کی تربیت، مقالہ برائے ایم اے، لیڈونیورسٹی لاہور، 2017



دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے، اپنے فرائض ادا کرتا ہے، اور معاشرتی تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سب باتوں کا حساب ہو گا۔

## 5۔ خلوت میں گناہوں سے بچاؤ

تصورِ آخرت، بالخصوص جزا و سزا کا یقین انسان کے اندر ایک ایسا داخلی نگران پیدا کرتا ہے جو نہ صرف علانیہ اعمال بلکہ خلوت (تنہائی) میں کیے جانے والے افعال پر بھی انسان کو محتاط رکھتا ہے۔ جب ایک مومن یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ دنیا سے چھپ کر کوئی گناہ کرے تب بھی اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے اور آخرت میں ہر چھوٹے بڑے عمل کا حساب لیا جائے گا تو وہ گناہ سے باز رہتا ہے چاہے کوئی دیکھ رہا ہو یا نہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾<sup>1</sup>

"وہ نگاہوں کی خیانت اور دلوں کے چھپے راز کو بھی جانتا ہے۔"

یہ آیت انسان کو یاد دہانی کراتی ہے کہ اللہ کی نگاہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں اور یہی تصور انسان کو تنہائی میں بھی محتاط اور باوقار بناتا ہے۔ حدیث مبارکہ کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

( سَبْعَةٌ يَظِلُّهُمْ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ... وَذَكَرَ مِنْهُمْ رَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ )<sup>2</sup>

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سات قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا... ان میں ایک یہ ہے وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔"

امین حسن اصلاحی اپنی کتاب تزکیہ نفس میں لکھتے ہیں:

"سچا مومن وہی ہے جو تنہائی میں بھی اللہ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر سمجھتا ہے۔ خلوت میں گناہوں سے بچنا تقویٰ کی سب سے اعلیٰ علامت ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان کو جزا و سزا کا یقین ہو۔"<sup>1</sup>

<sup>1</sup> تافر: 19

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المحاربین، باب فضل من ترک الفواحش، حدیث: 6806

اسی طرح محمد الیاس اعظمی لکھتے ہیں:

"آخرت کا پختہ یقین انسان کو ایسی اندرونی حفاظت دیتا ہے کہ وہ اکیلا بھی ہو تو بدی کے قریب نہیں جاتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ

اسے دیکھ رہا ہے اور ہر عمل کا حساب ہو گا۔"<sup>2</sup>

جزا و سزا کا تصور انسان کے اندر ایک مستقل نگران بیدار کرتا ہے جو اسے خلوت میں بھی گناہوں سے بچنے پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ

ایمان انسان کی نیت، نگاہ، سوچ اور عمل کو درست رکھتا ہے چاہے وہ تنہائی میں ہو یا مجمع میں۔ یہی ایمان انسان کو سچا، خالص اور متقی

بناتا ہے۔

## 6۔ نیکی کی ترغیب اور استقامت

جزا و سزا کا تصور انسان کو صرف گناہوں سے روکنے تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اسے نیکی کی طرف راغب بھی کرتا ہے۔ جب

بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کے ہر نیک عمل کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے، تو وہ حتی المقدور نیکی کی کوشش کرتا ہے۔ تصورِ آخرت

اور اجر کی امید انسان کو نیکی پر قائم رکھتی ہے، چاہے دنیا میں اس کا کوئی فوری فائدہ نہ ہو۔ قرآن میں فرمایا گیا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْحَسَنِينَ﴾<sup>3</sup>

یعنی "اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

ایسا عقیدہ انسان میں ثبات، صبر اور مستقل مزاجی پیدا کرتا ہے جو ایک پختہ کردار کی علامت ہے۔ ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا...﴾<sup>4</sup>

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے"

<sup>1</sup> اصلاحی، امین حسن، تزکیہ نفس، ص 16

<sup>2</sup> اعظمی، محمد الیاس، معاشرتی تعمیر اور کردار سازی کے اصول قرآن و سنت کی روشنی میں، ص 18

<sup>3</sup> التوبہ: 120

<sup>4</sup> فصلت: 30

نیکی کی ترغیب اور اس پر استقامت کا جذبہ تصورِ آخرت کے اثرات کا اہم پہلو ہے۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ ہر نیک عمل کا بدلہ محفوظ ہے تو وہ دنیاوی فائدے کے بغیر بھی نیکی پر قائم رہتا ہے۔ یہی عقیدہ نوجوانوں میں صبر، استقامت اور اخلاقی اصولوں پر جمے رہنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے جو ایک پختہ اور باکردار شخصیت کی علامت ہے۔ یہ کیفیت فرد کی ذات تک محدود نہیں رہتی بلکہ معاشرے میں خیر، عدل اور امانت جیسے اعلیٰ اقدار کے فروغ کا ذریعہ بنتی ہے جو کہ تصورِ آخرت اور کردار سازی کی فکری بنیاد کو تقویت دیتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمَّ"<sup>1</sup>

"کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہو۔"

نبی کریم ﷺ نے واضح فرمایا کہ صرف ایمان کا دعویٰ کافی نہیں بلکہ اس پر ثابت قدمی ضروری ہے۔ یہی استقامت کردار کی پختگی نیکی کی مسلسل کوشش اور آخرت کے اجر پر یقین کی علامت ہے۔

یہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ تصورِ آخرت انسانی کردار اور رویے پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ جزا و سزا پر ایمان انسان کو نیکی کی طرف راغب اور برائی سے باز رکھتا ہے۔ جب یہ یقین مضبوط ہو تو زندگی کے فیصلے بھی ذمہ داری، عدل اور تقویٰ پر مبنی ہوتے ہیں۔

تصورِ آخرت، بالخصوص جزا و سزا کا عقیدہ، فرد کی شخصیت سازی، اخلاقی تربیت اور سماجی کردار میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ عقیدہ انسان میں احساسِ جواب دہی پیدا کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے ہر قول و فعل کو نہ صرف اللہ کی نظر میں دیکھتا ہے بلکہ خود احتسابی کے اعلیٰ معیار پر رکھتا ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات اس تصور کو اتنی شدت سے پیش کرتی ہیں کہ انسان اپنے ظاہری و باطنی اعمال، نیت، نرمی، اخلاص، صبر، استقامت اور معاشرتی ذمہ داریوں کو انتہائی سنجیدگی سے ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی تصور انسان کو گناہوں سے بچانے، نیکیوں کی ترغیب دینے اور آخرت کی کامیابی کے لیے متحرک کرنے کا محرک بنتا ہے۔

<sup>1</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتابُ الْإِيمَانِ، باب جامع أوصاف الإسلام، حدیث: 159

یہ بھی حقیقت ہے کہ جزا و سزا کا تصور صرف انفرادی کردار سازی تک محدود نہیں رہتا بلکہ اجتماعی اور ادارہ جاتی سطح پر بھی نمایاں اثرات مرتب کرتا ہے۔ جب تعلیمی ادارے، خاندان، اور دینی مراکز اس تصور کو تربیت کا مرکزی جزو بناتے ہیں تو ایک ایسا ماحول پروان چڑھتا ہے جہاں فرد نیکی کی طرف مائل اور برائی سے متنفر ہوتا ہے۔ اسی تربیتی ماحول میں نوجوان نسل کے اندر وہ اخلاقی اصول راسخ ہوتے ہیں جو ایک مہذب اور ترقی یافتہ معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہیں۔ چنانچہ تصورِ آخرت کی تعلیمات فرد کی اصلاح سے لے کر قومی ترقی تک ایک مربوط فکری و عملی خاکہ فراہم کرتی ہیں۔

جزا و سزا کا شعور فرد کو تنہائی میں بھی محتاط رکھتا ہے اور معاشرتی تعلقات کو بہتر بنانے میں معاون ہوتا ہے۔ جب انسان اس حقیقت کو سمجھ لیتا ہے کہ اس کے تمام اعمال کا حساب ہو گا تو وہ نہ صرف دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے بلکہ عدل، احسان، وفاداری، خیر خواہی اور دیانت جیسے اوصاف کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتا ہے۔ نتیجتاً ایک ایسا مہذب، باکردار اور پُر امن معاشرہ جنم لیتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہوتا ہے۔ یہ حقیقت اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ تصورِ آخرت نہ صرف فرد کی اصلاح کا ذریعہ ہے بلکہ ایک صالح اجتماعی نظام کے قیام کی بھی بنیاد ہے۔

باب دوم: آخرت سے متعلق پاکستانی نوجوانوں کے تصورات اور کردار سازی

کا باہمی تعلق

فصل اول: پاکستانی نوجوانوں میں فہم آخرت اور کردار سازی -

فصل دوم: فہم آخرت کا کردار سازی اور انسانی تعلقات میں کردار -

فصل سوئم: فہم تصور آخرت کا کردار سازی اور معاشرتی ترقی کے درمیان تعلق -

## باب دوم:

### آخرت سے متعلق پاکستانی نوجوانوں کے تصورات اور کردار سازی کا باہمی تعلق

اس باب میں اس امر کا جائزہ لیا جائے گا کہ پاکستانی نوجوانوں کے ذہنوں میں موجود تصورِ آخرت کس حد تک ان کی کردار سازی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ چونکہ نوجوان کسی بھی معاشرے کا فعال اور مؤثر حصہ ہوتے ہیں اس لیے ان کی فکری اور عملی سمت کا تعین معاشرتی و دینی تصورات سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔

تصورِ آخرت جس میں موت کے بعد کی زندگی جزا و سزا اور اعمال کی جواب دہی جیسے عقائد شامل ہیں نوجوانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس تصور کی موجودگی یا کمی ان کے طرزِ فکر، اخلاقی رویوں اور عملی فیصلوں میں نمایاں فرق پیدا کرتی ہے۔ اس باب میں مختلف سماجی، نفسیاتی اور اخلاقی زاویوں سے اس تعلق کا تجزیہ کیا جائے گا تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ کس حد تک تصورِ آخرت نوجوانوں کی شخصیت سازی اور کردار کی تعمیر میں مثبت یا منفی کردار ادا کرتا ہے۔

### فصل اول: پاکستانی نوجوانوں میں فہمِ آخرت اور کردار سازی۔

پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کا فہم ایک پیچیدہ سماجی عمل کے نتیجے میں تشکیل پاتا ہے جس پر گھر، تعلیمی ادارے، مذہبی رہنمائی اور سوشل میڈیا جیسے عناصر اثر انداز ہوتے ہیں۔

گھریلو تربیت اور ابتدائی مذہبی تعلیم نوجوانوں کے ذہن میں آخرت کا بنیادی تصور اجاگر کرتی ہے تاہم عملی زندگی میں والدین اور دیگر بڑوں کا رویہ بعض اوقات اس تعلیم کی تاثیر کو کمزور کر دیتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں اسلامیات کے مضامین کے ذریعے آخرت کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن یہ تعلیم اکثر رٹے یا امتحان کی حد تک محدود رہتی ہے۔

مذہبی خطبات اور محافل نوجوانوں کو وقتی طور پر متاثر کرتے ہیں لیکن جدید میڈیا کی غیر متوازن معلومات بعض اوقات ان کے ذہن میں الجھن اور سوالات بھی پیدا کرتی ہیں۔ مزید یہ کہ جب نوجوان اپنے ارد گرد کے معاشرے میں اخلاقی انحطاط، کرپشن اور جھوٹ کو دیکھتے ہیں تو ان کے اندر یہ سوال ابھرتا ہے کہ کیا واقعی آخرت کا تصور معاشرے کی بنیاد ہے یا محض زبانی دعویٰ؟ یہی تضادات نوجوانوں کے اندر یا تو شدید روحانی رجحان پیدا کرتے ہیں یا مکمل بے حسی۔

## خاندانی تربیت اور تصور آخرت:

فہم آخرت کی ابتدائی بنیاد فرد کے خاندانی ماحول میں رکھی جاتی ہے۔ بچپن ہی سے والدین کی طرف سے دی جانے والی دینی تعلیم ان کے اقوال و افعال اور ان کا عملی رویہ بچوں کے ذہن میں آخرت کا تصور بٹھاتے ہیں۔ اگر والدین اپنے عمل اور گفتگو میں جزا و سزا حساب و کتاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا تذکرہ کرتے ہیں تو بچوں میں آخرت کا تصور ایک زندہ حقیقت بن جاتا ہے۔ محترمہ زینب نقوی لکھتی ہیں:

"خاندان بچوں کی ابتدائی مذہبی تربیت کا پہلا ذریعہ ہوتا ہے۔ ماں کی گود وہ پہلی درسگاہ ہے جہاں تصور آخرت، نیکی و بدی، جنت و جہنم جیسے بنیادی تصورات منتقل کیے جاتے ہیں۔"<sup>1</sup>

بچوں کی ابتدائی مذہبی تربیت میں خاندان بالخصوص والدین اور ماں کی گود ایک اولین درسگاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بچے نیکی و بدی، ثواب و عذاب، جنت و جہنم اور تصور آخرت جیسے بنیادی دینی تصورات سے متعارف ہوتے ہیں۔ ماں کا کردار بچے کی ابتدائی دینی تربیت میں سب سے نمایاں ہوتا ہے۔

اسلامی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ماں کی گود بچے کی فکری اور روحانی بنیادوں کو استوار کرنے کا مرکز ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُجَسِّسَانِهِ<sup>2</sup>)

ترجمہ: "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔"

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ بچوں کی ابتدائی دینی شناخت میں والدین خصوصاً ماں کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس حوالے سے محققہ ام سلمیٰ لکھتی ہیں:

"مسلم والدین کی آنکھوں سے زمانہ کی چکاچوند نے انبیائی مشن کو اوجھل کر دیا ہے اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں بھی اولاد کی

<sup>1</sup> نقوی، سیدہ زینب، اسلامی معاشرتی نظام اور خاندانی تربیت، ادارہ تحقیقات اسلامی، 2019ء صفحہ 102

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ و حکم موت اطفال الکفار و اطفال المسلمین، حدیث: 6599

تربیت تعلیم اور ترجیحات کا پورا نظام بدل گیا ہے، مسلمان بھی طلب دنیا کی دوڑ میں اپنی اولاد کو آگے رکھنے کے لئے وہی کچھ کر رہے ہیں جو باطل نظریات رکھنے والے کر رہے ہیں خاندانوں کے اندر تربیتی نظام کمزور پڑ گیا ہے۔<sup>1</sup>

آپ نے اپنے مقالہ میں اس اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کس طرح جدید دنیا کی چکا چوند اور مادہ پرستی نے مسلم والدین کی ترجیحات کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا اصل مشن انسان کی فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت تھا مگر آج کے والدین کی توجہ دنیاوی کامیابی، مالی استحکام اور معاشرتی مقام حاصل کرنے پر مرکوز ہو چکی ہے۔

نتیجتاً اولاد کی تعلیم و تربیت صرف دنیاوی اعتبار سے کی جا رہی ہے، جبکہ اخلاقی اور دینی بنیادیں کمزور پڑ گئی ہیں۔ مسلمان بھی اپنی اولاد کو دنیا کی دوڑ میں سب سے آگے دیکھنے کی خواہش میں انہی طریقوں کو اپنا رہے ہیں جو مغربی یا غیر اسلامی نظریات کے تحت پروان چڑھے ہیں۔ اس تبدیلی کا سب سے بڑا نقصان خاندانی نظام اور تربیتی ماحول کو ہوا ہے جہاں کبھی دین، اخلاق اور کردار سازی کو فوقیت حاصل تھی، اب وہ محض ثانوی یا غیر اہم پہلو بن کر رہ گئے ہیں۔

## گھریلو ماحول اور عملی تربیت۔

ایسا ماحول جو نماز، تلاوت قرآن، دعاؤں اور اچھے کردار سے مزین ہو، بچے کی شخصیت پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ بچے والدین کے عمل سے سیکھتے ہیں ان کی زبان، برتاؤ اور ترجیحات بچے کی سوچ میں رچ بس جاتی ہیں۔ بچپن ہی وہ وقت ہوتا ہے جب والدین اپنے بچوں کے ساتھ جنت و جہنم، نیکی و بدی، فرشتوں، روز جزا اور اللہ کی رضا جیسے مفہیم کو آسان انداز میں متعارف کروا سکتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیات میں تصور آخرت کو بار بار یاد دہانی کے طور پر پیش کیا گیا ہے تاکہ انسان اپنے اعمال کا محاسبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾<sup>2</sup>

ترجمہ: "پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھے گا۔"

<sup>1</sup> ام سلمیٰ، خاندانی نظام کا استحکام اور معاشرتی فلاح تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں، العلم، جلد 3 گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ، 2019

<sup>2</sup> الزلزال: 7-8



یہ آیات قیامت کے دن کے انصاف اور جزا و سزا کے ایک نہایت جامع اصول کو بیان کرتی ہیں۔ قرآن کا یہ پیغام انسان کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ اس کے تمام اعمال خواہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں، محفوظ کیے جا رہے ہیں اور آخرت میں ان کا حساب ضرور ہو گا۔

ان آیات کے ذریعے تصورِ آخرت ایک ایسے نظریے کے طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے جو انسان کے کردار پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ جب ایک نوجوان یہ جان لیتا ہے کہ اس کی ہر نیکی اور بدی، خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی ہو اس کے نامہ اعمال میں درج ہو رہی ہے تو وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں احتیاط، دیانت داری، اور مثبت طرز عمل کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ والدین اگر بچوں کو ان آیات کی روشنی میں آسان زبان میں سمجھائیں تو ان کے دلوں میں بچپن سے ہی ایک جواب دہ شخصیت جنم لینے لگتی ہے۔

### خاندان اور دینی اداروں کا تعلق۔

پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے فہم اور کردار سازی میں خاندان اور دینی اداروں کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ خاندانی ماحول ایک فرد کی ابتدائی تربیت کا مرکز ہوتا ہے، جہاں مذہبی اقدار، اخلاقی تعلیمات، اور آخرت سے متعلق عقائد سب سے پہلے منتقل ہوتے ہیں۔ اگر والدین خود دین سے وابستگی رکھتے ہوں اور روزمرہ زندگی میں جزا و سزا کے تصور کو اجاگر کریں تو بچوں کے ذہن میں آخرت کا فہم بچپن ہی سے پروان چڑھتا ہے۔

اسی طرح دینی ادارے جیسے مدارس، مساجد اور اسلامی تعلیم دینے والے اسکول نوجوانوں کو قرآن و سنت کی روشنی میں آخرت کا شعور دیتے ہیں جس سے ان کی کردار سازی میں نمایاں بہتری آتی ہے۔ خطباتِ جمعہ، دینی اجتماعات اور مذہبی نصاب نوجوانوں کے دل و دماغ میں یہ احساس بیدار کرتے ہیں کہ ہر عمل کا ایک انجام ہے جو آخرت میں ظاہر ہو گا۔ یہ شعور انہیں صداقت، دیانت خدمتِ خلق اور گناہوں سے اجتناب جیسے اوصاف اپنانے پر آمادہ کرتا ہے۔ لہذا، یہ کہنا بجا ہو گا کہ خاندان اور دینی ادارے نوجوانوں کے تصورِ آخرت کو جلا بخشنے اور ایک صالح کردار کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

### تعلیمی نظام اور نصابی مواد میں تصورِ آخرت:

پاکستان میں نوجوانوں کی کردار سازی اور فہمِ آخرت کی بیداری میں تعلیمی ادارے مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ دینی اور دنیاوی

تعلیم کے امتزاج کے ذریعے تعلیمی ادارے نوجوانوں کو نہ صرف علم فراہم کرتے ہیں بلکہ ان کی اخلاقی تربیت میں بھی مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ تصورِ آخرت، جو کہ ایک فرد کے اعمال پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے اگر تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا جائے تو نوجوانوں میں احساسِ ذمہ داری، دیانت داری، اور نیکی کی ترغیب پیدا کی جاسکتی ہے۔

جیسا کہ مولانا مودودی لکھتے ہیں: "آخرت پر ایمان انسان کے اخلاق اور کردار کو سنوارنے میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ یہ اسے ہر عمل کے انجام کا شعور دیتا ہے"<sup>1</sup>

مزید یہ کہ پاکستان میں رائج نصابِ تعلیم میں اسلامیات جیسے مضامین میں تصورِ آخرت کو شامل کیا گیا ہے لیکن اس پر عمل درآمد کی شدت اور تدریس کا انداز بعض اوقات رسمی رہ جاتا ہے اس کو عملی سطح پر بھی اجاگر کرنا ضروری ہے جب اس تصور کو تعلیمی سرگرمیوں اور نصاب کے مختلف پہلوؤں میں مؤثر طریقے سے شامل کیا جاتا ہے تو یہ نوجوانوں کے رویوں، فیصلوں اور طرزِ زندگی میں مثبت تبدیلیاں لاتا ہے۔

لہذا یہ کہنا بجا ہو گا کہ اگر تعلیمی ادارے فہمِ آخرت کو جامع اور عملی انداز میں نوجوانوں تک منتقل کریں تو نہ صرف ان کے اخلاق و کردار سنور سکتے ہیں بلکہ ایک بہتر معاشرہ تشکیل دینے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

### مذہبی خطبات اور علماء کی رہنمائی:

پاکستانی معاشرت میں نوجوان طبقہ ایک فکری و عملی قوت کے طور پر ابھرتا ہوا عنصر ہے جس کی اخلاقی و روحانی تربیت میں مذہبی ادارے اور شخصیات کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ خصوصاً جمعہ کے خطبات، وعظ و نصیحت اور دینی اجتماعات نوجوانوں کے ذہن و قلب پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ان خطبات میں تصورِ آخرت جیسے مضامین کا تسلسل سے بیان نوجوانوں کو نہ صرف نیکی و بدی کے انجام سے باخبر کرتا ہے، بلکہ ان کے طرزِ فکر اور کردار سازی میں اصولی تبدیلی کا باعث بھی بنتا ہے۔ ڈاکٹر محمد رفیق رقم طراز ہیں:

"اسلامی معاشرے میں خطبہ جمعہ فقط مذہبی رسم نہیں بلکہ ایک فکری و اخلاقی تربیتی منبر ہے جو نوجوان ذہنوں میں ایمانی حرارت اور اخلاقی بصیرت پیدا کرتا ہے"<sup>1</sup>

<sup>1</sup> مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تہذیبات، اسلامک پبلیکیشنز 2005 جلد 2، ص 51

عصر حاضر کے متعدد مطالعات اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ جب مذہبی خطبات میں اخلاص، فہم دین اور عصری نفسیات کو مد نظر رکھا جائے تو وہ نوجوانوں میں خوفِ خدا، احساسِ ذمہ داری، صداقت، ایثار اور خلوص جیسے اوصاف کو فروغ دیتے ہیں احمد فاروق لکھتے ہیں:

"Religious sermons in Pakistan that emphasize the Hereafter significantly influence youth behavior by instilling a long-term perspective towards moral accountability" <sup>2</sup>

"پاکستان میں وہ مذہبی خطبات جو تصورِ آخرت پر زور دیتے ہیں نوجوانوں کے رویے پر گہرے اثرات ڈالتے ہیں کیونکہ یہ خطبات ان کے اندر اخلاقی جوابدہی کا طویل المدتی شعور پیدا کرتے ہیں۔"

یعنی ایسے خطبات نوجوانوں کو یہ سوچنے پر آمادہ کرتے ہیں کہ ان کے اعمال کا ایک دن حساب ہونا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں زیادہ ذمہ دار، بااخلاق اور نیکی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں علامہ اقبال کے افکار بھی رہنمائی فراہم کرتے ہیں:

"آخرت کا تصور انسانی نفس کو مصلحت سے بلند کر کے اس میں ایک ماورائی جوابدہی کا شعور پیدا کرتا ہے جو سچائی اور دیانت کی بنیاد بنتا ہے" <sup>3</sup>

علامہ اقبال کا یہ بیان دراصل اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب انسان کے اندر یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ اسے اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہے تو وہ وقتی مفاد، خود غرضی اور دنیاوی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر اعلیٰ اخلاقی اقدار کو اختیار کرتا ہے۔

تصورِ آخرت محض خوف یا جزا و سزا کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ ایک ایسا فکری محرک ہے جو انسان کے کردار میں صداقت، دیانت، عدل خلوص اور خود احتسابی جیسے اوصاف پیدا کرتا ہے۔ یہ شعور فرد کو اندرونی طور پر مہذب اور سماج میں مثبت کردار ادا کرنے کے قابل

<sup>1</sup> رفیق، محمد، اسلامی خطبات اور معاشرتی اصلاح، ادارہ تبلیغ و اشاعت لاہور، 2018، صفحہ 89

<sup>2</sup> Ahmed, S., & Farooq, M. (2019). Impact of Religious Sermons on Youth Behavior in Pakistan. Journal of Islamic Studies, 25(2), 45–60

<sup>3</sup> اقبال، محمد۔ تشکیل جدید الہیاتِ اسلامیہ (ترجمہ: وحید عشرت)۔ لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 2021، صفحہ 54۔

بناتا ہے۔ چنانچہ اقبال کا یہ جملہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ تصورِ آخرت کسی بھی فرد کی شخصی اور اجتماعی زندگی میں انقلابی تبدیلیوں کا سرچشمہ بن سکتا ہے۔

### سوشل میڈیا کا کردار:

عصرِ حاضر میں سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نوجوانوں کی ذہنی، فکری اور اخلاقی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ پاکستانی نوجوان جو روایتی مذہبی ذرائع کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل دنیا سے بھی گہرا تعلق رکھتے ہیں ان کے لیے تصورِ آخرت کا فہم بھی اب آن لائن مواد، ویڈیوز، لیکچرز اور ڈیجیٹل خطبات کے ذریعے منتقل ہو رہا ہے۔ یوٹیوب، فیس بک، انسٹاگرام اور ٹک ٹاک جیسے پلیٹ فارمز پر موجود اسلامی اسکالرز اور دینی رہنما تصورِ آخرت، اعمال کی جوابدہی، اور اخلاقی کردار جیسے موضوعات کو نوجوانوں کی زبان اور دلچسپی کے انداز میں پیش کر رہے ہیں جس سے ان کے رویوں اور نظریات میں تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ ایک حالیہ تحقیق کے مطابق:

"Digital religious content, when presented authentically and interactively, has shown positive influence on the moral perspectives of Pakistani youth, especially in shaping their understanding of accountability in the Hereafter."<sup>1</sup>

"ڈیجیٹل مذہبی مواد، جب اسے مؤثر، سچا اور باہمی تعامل کے انداز میں پیش کیا جائے، تو اس نے پاکستانی نوجوانوں کے اخلاقی نظریات پر مثبت اثرات ڈالے ہیں خاص طور پر آخرت میں جوابدہی کے فہم کی تشکیل میں۔"

موجودہ دور میں نوجوانوں کی فکری اور اخلاقی تربیت میں ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کا کردار نہایت اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ مذکورہ اقتباس اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب مذہبی مواد کو سچائی، خلوص اور سامعین سے مؤثر رابطے کے ساتھ آن لائن پیش کیا جائے تو وہ نوجوانوں کے اخلاقی رجحانات میں مثبت تبدیلی لاسکتا ہے۔

خاص طور پر یہ مواد نوجوانوں میں اعمال کی جوابدہی، یعنی "تصورِ آخرت" کو بہتر انداز میں سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ ایسے ڈیجیٹل مواد کے ذریعے نوجوان یہ سیکھتے ہیں کہ ان کے اعمال کا انجام صرف دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی ہوگا جس سے ان میں

<sup>1</sup> Shahid, M., & Khan, A. (2021). Impact of Digital Religious Content on Pakistani Youth. Journal of Islamic Studies, 25(2), 77–92

ایمانداری، احتساب اور اخلاقی دیانت کارحان پیدا ہوتا ہے۔ یہ پیغام اگر مؤثر انداز میں پہنچے تو یہ نوجوانوں کی زندگیوں میں دیرپا اور مثبت اثرات مرتب کر سکتا ہے۔

## سیکولر ازم کا کردار:

عصر حاضر میں سیکولر ازم یا دنیاوی نظریات بھی نوجوانوں کے فکری اور اخلاقی تشکیل پر گہرے اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ سیکولر فکر میں مذہب کو ذاتی معاملہ سمجھا جاتا ہے اور اسے سیاست، تعلیم اور معاشرتی زندگی سے الگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پاکستانی نوجوان جو جدید تعلیم اور عالمی ثقافت کے زیر اثر ہیں اس نظریے کو بھی سمجھنے اور اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں بعض نوجوانوں میں مذہبی تعلیمات کے بجائے عقلی اور سائنسی دلائل کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے جو ان کے تصورِ آخرت اور اخلاقی ذمہ داری کے فہم کو متاثر کر سکتا ہے۔

تاہم جب سیکولر ازم کو مثبت اور توازن کے ساتھ پیش کیا جائے تو یہ نوجوانوں کو معاشرتی ہم آہنگی، رواداری اور تنوع کی قبولیت سکھاتا ہے۔ اس سے نوجوانوں کے نظریات میں یکطرفہ سختی کی بجائے اعتدال اور احترام کی فضا قائم ہوتی ہے۔ اس طرح سیکولر ازم نوجوانوں کی شخصیت سازی میں ایک اہم فکری زاویہ فراہم کرتا ہے جو انہیں مختلف خیالات کو سمجھنے اور سماجی ترقی میں مثبت کردار ادا کرنے کے قابل بناتا ہے۔

## معاشرتی تضادات اور عملی خلا:

پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کی فکری بیداری عمومی طور پر مذہبی تعلیمات، دینی ماحول اور خاندانی تربیت کے ذریعے پیدا ہوتی ہے جو انہیں اخلاقی کردار اپنانے کی ترغیب دیتی ہے۔ تاہم معاشرتی سطح پر قول و فعل کے تضاد، مذہبی دعووں اور عملی بدعنوانی عدم مساوات اور انصاف کی کمی جیسے عوامل نوجوانوں میں فکری انتشار اور کردار کی غیر یقینی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔

ایک طرف دینی دروس میں اخلاص، دیانت اور آخرت میں جوابدہی کا درس دیا جاتا ہے اور دوسری طرف عملی زندگی میں وہی افراد جھوٹ، دھوکہ اور کرپشن میں ملوث پائے جاتے ہیں۔ یہ تضاد نوجوانوں میں تصورِ آخرت پر اعتماد کو متزلزل کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ- كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہ کرو۔"

یہ آیات کردار سازی میں قول و فعل کی یکسانیت کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے، محض زبانی دعوے یا اچھے اقوال اس وقت تک موثر نہیں ہوتے جب تک ان کا عملی مظاہرہ نہ کیا جائے۔ ان آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی تلقین فرماتا ہے کہ انسان کی سچائی اور دیانت داری کا معیار اس کے اعمال سے جڑا ہوتا ہے۔

نوجوانوں کی تربیت میں یہ اصول بنیادی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ وہ اپنے ارد گرد موجود افراد خصوصاً والدین، اساتذہ اور دینی رہنماؤں کی زندگیوں سے سیکھتے ہیں۔ اگر تربیت کرنے والے افراد خود ان اصولوں پر عمل نہ کریں جن کی وہ تلقین کرتے ہیں تو یہ تضاد نوجوانوں کے اندر بے یقینی اور اخلاقی کمزوری پیدا کر سکتا ہے۔

اس آیت کا پیغام نہ صرف فرد کی اصلاح کا ذریعہ ہے بلکہ یہ ایک اجتماعی پیغام بھی ہے کہ اسلامی معاشرہ قول و فعل کی ہم آہنگی سے ہی قائم رہ سکتا ہے۔ اس لیے کردار سازی میں صداقت، سچائی، اور عمل کی مطابقت کو بنیادی اصول قرار دینا ضروری ہے، جو تصور آخرت کے ساتھ جڑ کر انسان کو ایک بااخلاق اور ذمے دار شخصیت میں ڈھالتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

( عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَرَّرَ رَسُولُ اللَّهِ بِصُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَتَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَدًا، فَقَالَ: مَا هَذَا يَا صَاحِبَ

الطَّعَامِ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّبَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ لِيَرَاهُ النَّاسُ مِنْ غِشٍّ فَلَيْسَ مِنِّي )<sup>2</sup>

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک اناج کے ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو آپ کی انگلیوں کو تری محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے غلہ کے مالک! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: بارش کی وجہ سے بھیگ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اسے اوپر کیوں نہ رکھا تا کہ لوگ دیکھ سکیں؟ جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

<sup>1</sup> الصف: 2-3

<sup>2</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من غشنا فلیس منا، حدیث: 102

ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ دینی تعلیمات میں قول و فعل کا اتحاد بنیادی اخلاقی قدر ہے اور اس کی عدم موجودگی معاشرے میں اخلاقی زوال کا سبب بنتی ہے۔ چنانچہ اگر نوجوانوں کو ایک ایسا سماجی ماحول میسر آئے جس میں دینی تعلیمات کو عملاً نافذ کیا جائے تو وہ تصورِ آخرت کو نہ صرف ذہنی طور پر اپنائیں گے بلکہ اس کی روشنی میں ایک باکردار زندگی بھی گزار سکیں گے۔ پاکستانی نوجوانوں کی کردار سازی میں تصورِ آخرت ایک اہم اور بنیادی محرک کے طور پر کام کرتا ہے۔ خاندانی تربیت کے ذریعے بچے ابتدائی عمر میں ہی نیکی، بدی اور ان کے انجام کے بارے میں سیکھنے لگتے ہیں، جہاں والدین انہیں جنت و جہنم اور قیامت کے دن کے حوالے سے تنبیہ کرتے ہیں۔ یہ ابتدائی ذہنی تربیت بچوں کی اخلاقی بنیاد مضبوط کرتی ہے۔ تعلیمی ادارے بھی اسلامیات اور اخلاقی تعلیم کے ذریعے تصورِ آخرت کو متعارف کرواتے ہیں، لیکن یہاں ایک قابلِ غور پہلو یہ بھی سامنے آیا کہ اکثر نوجوان اس تعلیم کو صرف رٹے کی حد تک محدود سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے اس کا عملی اثر کم ہو جاتا ہے۔

اگر نصاب کو اس انداز میں تشکیل دیا جائے کہ تصورِ آخرت صرف ایک عقیدہ نہ رہے بلکہ طلبہ کی روزمرہ زندگی سے مربوط ہو تو اس کا اثر زیادہ گہرا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مذہبی خطبات نوجوانوں پر جذباتی اور فکری دونوں سطحوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ علماء کرام کے بیانات، جنت و جہنم کی تفصیلات اور جزا و سزا کے تصور نوجوانوں میں خوفِ خدا اور نیکی کی رغبت پیدا کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی بعض اوقات ان بیانات میں عملی رہنمائی کم اور جذباتی اپیل زیادہ ہوتی ہے جس سے نوجوانوں کو مکمل فکری راہنمائی حاصل نہیں ہو پاتی۔ سوشل میڈیا کا کردار دو طرفہ ہے۔ ایک طرف یہ دینی آگاہی کو پھیلانے کا ذریعہ بنتا ہے تو دوسری طرف بعض اوقات غیر مصدقہ اور انتہا پسندی پر مبنی مواد بھی نوجوانوں کی فکری الجھن کا باعث بنتا ہے۔ نوجوان ایسے مواد سے وقتی طور پر متاثر ہوتے ہیں مگر اس کا دیرپا اثر اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک اس کی بنیاد پر کوئی عملی تبدیلی نہ آئے۔

معاشرتی تضادات جہاں ایک طرف کردار سازی میں رکاوٹ کا سبب بنتے ہیں وہیں دوسری طرف نوجوانوں میں خود احتسابی اور اصلاحِ نفس کی تحریک بھی پیدا کرتے ہیں۔ جب نوجوان دیکھتے ہیں کہ مذہبی ظواہر رکھنے والے افراد بھی جھوٹ، فریب یا دھوکہ دہی جیسے گناہوں میں مبتلا ہیں تو وہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ صرف عبادات کافی نہیں بلکہ اخلاقی و عملی پہلو بھی اہم ہیں۔ تصورِ آخرت نوجوانوں کے کردار پر گہرے اثرات ڈال سکتا ہے بشرطیکہ اسے صرف نظریاتی تعلیم تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ عملی فکری، اور اخلاقی تربیت کے طور پر پیش کیا جائے

## فصل دوم: فہم آخرت کا کردار سازی اور انسانی تعلقات میں کردار۔

پاکستانی نوجوانوں میں فہم آخرت کا شعور ان کی شخصیت سازی میں ایک اہم عنصر کے طور پر سامنے آتا ہے۔ آخرت پر ایمان انسان کے اندر جواب دہی کا احساس پیدا کرتا ہے جو اس کے کردار کو نکھارتا ہے۔ ایک ایسا نوجوان جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے ہر عمل کا حساب ہونا ہے وہ نیکی کے راستے کو اپنانے، ظلم سے بچنے اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے میں سنجیدہ ہو جاتا ہے۔ یہی شعور اس کے انسانی تعلقات میں بھی جھلکتا ہے جہاں وہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، عدل و انصاف اور رواداری جیسے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کو اپناتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں فہم آخرت کو اخلاقی تربیت کا مرکزیت قرار دیا گیا ہے جس کے ذریعے فرد نہ صرف ذاتی زندگی میں صالح بن جاتا ہے بلکہ اجتماعی سطح پر بھی مثبت رویوں کو فروغ دیتا ہے۔

پاکستانی معاشرتی سیاق میں جہاں نوجوان نسل کو اخلاقی بحران اور معاشرتی دباؤ کا سامنا ہے وہاں تصور آخرت ان کے لیے ایک اخلاقی رہنما کے طور پر کردار ادا کر سکتا ہے۔ فہم آخرت پاکستانی نوجوانوں میں نہ صرف مثبت کردار سازی کا ذریعہ ہے بلکہ سماجی ہم آہنگی اور تعلقات کی بہتری کا مؤثر وسیلہ بھی بن سکتا ہے۔

انسانی تعلقات سے مراد وہ ربط و تعلق ہے جو ایک انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ مختلف سماجی، خاندانی، معاشی، اور پیشہ ورانہ دائروں میں قائم کرتا ہے۔ یہ تعلقات انسان کی سماجی فطرت کی عکاسی کرتے ہیں اور اس کی شخصیت، رویے اور کردار پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ خاندانی رشتے جیسے والدین، بہن بھائی اور اولاد، جہاں محبت، اعتماد اور قربانی کا مظہر ہوتے ہیں وہیں دوستوں، ہمسایوں اساتذہ، طلبہ اور دیگر معاشرتی افراد سے تعلقات باہمی احترام، رواداری اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے انسانی تعلقات کی بنیاد اخلاقیات، عدل، احسان، اور بھائی چارے پر رکھی گئی ہے۔ قرآن و سنت میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ انسان اپنے قول و فعل میں دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرے۔ فہم آخرت ان تعلقات کو مزید نکھار دیتا ہے، کیونکہ جب ایک فرد یہ جان لیتا ہے کہ اسے قیامت کے دن اپنے ہر رشتے اور تعلق کا حساب دینا ہو گا تو وہ زیادہ محتاط، دیانتدار بردبار اور ہمدرد بن جاتا ہے۔

یوں فہم آخرت نہ صرف فرد کی اندرونی اصلاح کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ اس کے سماجی روابط اور تعلقات کو بھی پاکیزگی، محبت اور خیر خواہی کی بنیاد پر استوار کرتا ہے



## والدین، اولاد اور خاندان کے تعلقات میں اثر

تصورِ آخرت خاندانی نظام میں انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری کے احساس کو پروان چڑھاتا ہے۔ جب انسان یہ ایمان رکھتا ہے کہ اُسے قیامت کے دن اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہے تو وہ والدین، اولاد اور دیگر خاندانی افراد کے ساتھ تعلقات میں عدل، احسان اور حسن سلوک کو اپنا شعار بناتا ہے۔

والدین اولاد کی تربیت میں صرف دنیاوی کامیابی کو پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ آخرت کی کامیابی کو بنیاد بناتے ہیں جبکہ اولاد والدین کی خدمت، احترام اور اطاعت کو محض اخلاقی فریضہ نہیں بلکہ دینی فرض اور ثواب کا ذریعہ سمجھتی ہے۔ اسی طرح خاندانی تعلقات میں محبت، رواداری، صبر اور حقوق کی ادائیگی کا رجحان مضبوط ہوتا ہے کیونکہ ہر فرد جانتا ہے کہ ان رشتوں میں کیے گئے ہر عمل کا جواب اُسے آخرت میں دینا ہے۔

یوں تصورِ آخرت خاندانی نظام کو اخلاقی بنیادوں پر استوار کرتا ہے اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔ اسلام میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کو آخرت کی کامیابی کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث میں والدین کی تکریم کو ایمان کے ایک اہم جزو کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور یہی تصورِ آخرت کے اثرات کا نتیجہ ہے کہ انسان اپنے والدین کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن اللہ کی رضا حاصل کر سکے۔

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا يَٰهٖ ۚ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِنَّمَا يُبَلِّغُنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ

وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا<sup>1</sup>

ترجمہ: اور تیرے رب نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ والدین کے ساتھ نرمی، احترام اور ادب سے پیش آنا محض اخلاقی ذمہ داری نہیں بلکہ ایک شرعی حکم ہے جو تصورِ آخرت سے جڑا ہوا ہے کیونکہ انسان جانتا ہے کہ اسے اپنے رویوں کا حساب دینا ہو گا۔ اس شعور سے خاندانی تعلقات میں

<sup>1</sup> الانعام: 23

پائیداری اور روحانیت پیدا ہوتی ہے۔ آخرت کے تصور سے انسان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے اور وہ اپنی اولاد کے ساتھ بھی حسن سلوک اور عدل کا معاملہ کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے اعمال کا حساب کتاب قیامت کے دن ہو گا۔ مولانا وحید الدین خان فرماتے ہیں: "جب تک گھر کے داخلی ماحول کو حقیقی معنوں میں دینی، یعنی آخرت پسندانہ ماحول نہ بنایا جائے، بچوں کے اندر کوئی اصلاح نہیں ہو سکتی۔"<sup>1</sup>

یہ جملہ خاندانی نظام میں تصورِ آخرت کے عملی نفاذ کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ گھر انسانی شخصیت کی پہلی تربیت گاہ ہے اور اگر گھریلو ماحول میں آخرت کا شعور موجود ہو تو اس سے فرد کے کردار، رویے اور فیصلہ سازی میں نمایاں فرق آتا ہے۔ جب والدین روزمرہ گفتگو، عمل اور تربیت میں آخرت کا تصور شامل کرتے ہیں تو اولاد بھی دنیاوی معاملات کو محض وقتی نہ سمجھتے ہوئے جواب دہی کے احساس کے ساتھ زندگی گزارتی ہے۔

اس طرزِ تربیت سے بچوں میں نرمی، شکرگزاری، صبر اور دیانت جیسے اوصاف پیدا ہوتے ہیں جو خاندان کی مضبوطی اور معاشرتی ہم آہنگی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ لہذا گھریلو دینی ماحول محض عبادات تک محدود نہ ہو بلکہ عملی زندگی میں اللہ کی رضا اور آخرت کی جواب دہی کا عنصر مرکزی حیثیت رکھے تبھی اصلاحِ اولاد ممکن ہے۔

ڈاکٹر خالد یونس رقم طراز ہے: "اسلامی تعلیمات میں تربیت کا مفہوم محض علم دینا نہیں بلکہ بچوں کی اخلاقی اور عملی تربیت کو شامل کرنا ہے تاکہ وہ زندگی کے ہر امتحان میں کامیاب ہو سکیں۔"<sup>2</sup>

یہ بات اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اسلام میں تعلیم صرف ذہنی معلومات کی ترسیل تک محدود نہیں بلکہ اس کا اصل ہدف کردار سازی اور عملی زندگی میں دین کو نافذ کرنا ہے۔ بچے اگر صرف دینی معلومات سے واقف ہوں لیکن ان کے اندر آخرت کی جواب دہی، سچائی، عدل، صبر اور حسن سلوک جیسے اخلاقی اوصاف نہ ہوں تو وہ اسلامی تربیت کے مطلوبہ معیار پر پورے نہیں اترتے۔ اس اقتباس میں اسلامی تربیت کے جامع تصور کی جھلک ملتی ہے جو نہ صرف دنیاوی کامیابی بلکہ اخروی فلاح کا بھی ضامن

<sup>1</sup> خان، مولانا وحید الدین، خاندانی زندگی، الفرقان پبلیکیشنز، دہلی، 2010ء ص 67

<sup>2</sup> یونس خالد، تحفہ والدین برائے تربیتِ اولاد، ادارہ تربیہ، لاہور، 2019ء ص 55

ہے۔ چنانچہ والدین اور اساتذہ دونوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو نہ صرف قرآن و سنت کی تعلیم دیں بلکہ اس کے عملی مظاہر اپنے کردار سے پیش کریں تاکہ وہ حقیقی اسلامی شخصیت کے حامل بن سکیں۔

گلریز محمود لکھتے ہیں: "اگر وہ اولاد کی تربیت شریعت کے مطابق نہیں کریں گے تو ان کی اہمیت اولاد کی نظر میں صرف اس وقت تک

ہوگی جب تک کہ وہ اولاد کے لیے مالی طور پر فائدہ مند ہیں۔"<sup>1</sup>

مصنف نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر والدین اپنی اولاد کی پرورش شریعت کے مطابق نہ کریں تو اولاد کے دل میں ان کے لیے حقیقی احترام اور اطاعت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں والدین کی اہمیت صرف اس وقت تک محدود رہتی ہے جب تک وہ مالی لحاظ سے فائدہ مند ہوں۔ جب ان کا مالی فائدہ ختم ہو جاتا ہے تو اولاد کا رویہ بدل جاتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ صرف مادی وسائل فراہم کرنا کافی نہیں بلکہ والدین کو شریعت کی روشنی میں اولاد کی اخلاقی و روحانی تربیت کرنی چاہیے تاکہ ان کے دل میں والدین کے لیے حقیقی عزت، محبت اور اطاعت پروان چڑھے۔ یہ نکتہ کردار سازی کے اسلامی تصور میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

### میاں بیوی کے تعلقات میں اثر:

فہم آخرت میاں بیوی کے درمیان تعلقات میں نہایت اہم اور مثبت کردار ادا کرتا ہے۔ جب میاں بیوی دونوں آخرت کے تصور کو گہرائی سے سمجھتے ہیں تو ان کے درمیان تعلقات میں باہمی اعتماد، قربانی، وفاداری اور عدل و احسان جیسی اعلیٰ اقدار پروان چڑھتی ہیں۔ فہم آخرت انسان کو یہ باور کراتا ہے کہ دنیاوی زندگی عارضی ہے اور ہر قول و فعل کا حساب اللہ تعالیٰ کے حضور دینا ہوگا۔

اس احساس کے تحت شوہر اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے بچتا ہے اور بیوی شوہر کے ساتھ وفاداری اور حسن سلوک اختیار کرتی ہے۔ یہ شعور دونوں کو جذباتی رد عمل، غصے یا انصافی جیسے رویوں سے روکتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ظلم و زیادتی صرف دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی سنگین نتائج کا باعث بن سکتی ہے۔ اسی لیے فہم آخرت ازدواجی زندگی کو بہتر بنانے کا ایک مضبوط

<sup>1</sup> گلریز محمود، ہمارے بچے اور والدین کی شرعی ذمہ داریاں، مکتب جدید، کراچی، 2013ء ص 136

محرك ہے، جو نہ صرف رشتے کو مضبوط کرتا ہے بلکہ گھر کے مجموعی ماحول کو پُر امن اور رحمت کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔ مولانا مودودی فرماتے ہیں:

"اگر شوہر اور بیوی دونوں اس بات پر ایمان رکھتے ہوں کہ انہیں اپنے تمام اعمال کا حساب اللہ کے حضور دینا ہے تو وہ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے سے ڈرتے ہیں اور اپنے رشتے کو اللہ کی رضا کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔"<sup>1</sup>

مولانا مودودی کا یہ اقتباس اس حقیقت کی گہری عکاسی کرتا ہے کہ فہم آخرت میاں بیوی کے تعلقات کو کس قدر مثبت انداز میں متاثر کرتا ہے۔ جب شوہر اور بیوی دونوں اس بات پر ایمان رکھتے ہوں کہ ان کے تمام اعمال کا محاسبہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہونا ہے تو وہ محض دنیاوی فائدے یا وقتی جذبات کے بجائے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کو دینی اور اخلاقی فریضہ سمجھتے ہیں۔ اس یقین کے باعث وہ نہ صرف اپنے فرائض میں کوتاہی سے بچتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ شفقت، درگزر، وفاداری اور عدل کا رویہ بھی اپناتے ہیں۔

ان کا باہمی رشتہ محض ازدواجی تعلق نہیں رہتا بلکہ اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس طرح فہم آخرت دونوں کو اپنی ذات سے بلند ہو کر ایک مضبوط، پُر امن اور دینی گھرانے کی تشکیل کی جانب لے جاتا ہے۔

جب کسی خاندان میں آخرت کا یقین زندہ ہوتا ہے تو اس کا اثر صرف انفرادی کردار تک محدود نہیں رہتا بلکہ خاندانی نظام پر بھی خوشگوار اثرات مرتب کرتا ہے۔ میاں بیوی جب یہ شعور رکھتے ہیں کہ ان کا رشتہ صرف دنیاوی نفع و نقصان پر مبنی نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ اور آزمائش کا ذریعہ بھی ہے تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت، ایثار اور صبر جیسے اعلیٰ اخلاقی اوصاف اختیار کرتے ہیں۔ وہ معمولی اختلافات کو برداشت کرتے ہیں رشتے کو نبھانے کی سنجیدہ کوشش کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے حقوق کو اللہ کے حکم کے مطابق ادا کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

اس طرح فہم آخرت ازدواجی زندگی میں استحکام، باہمی عزت اور ایک صالح خاندانی نظام کی بنیاد رکھتا ہے جو ایک اسلامی معاشرے کے لیے نہایت ضروری ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر حمید اللہ رقم طراز ہیں:

<sup>1</sup> مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تہنہات، جلد 2 ص 145

"آخرت کی جو ابدی کا احساس شوہر اور بیوی دونوں کو نرم مزاجی درگزر اور حسن سلوک کی طرف مائل کرتا ہے جو ایک پائیدار ازدواجی زندگی کی بنیاد ہے۔"<sup>1</sup>

ڈاکٹر حمید اللہ نے ازدواجی زندگی میں فہم آخرت کے عملی اثرات کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ جب شوہر اور بیوی دونوں یہ جانتے ہوں کہ انہیں اپنے ہر قول و فعل کا حساب اللہ کے سامنے دینا ہے، تو ان کے رویوں میں نرمی، درگزر اور حسن سلوک پیدا ہوتا ہے۔ یہ خوبیاں کسی بھی کامیاب اور پائیدار ازدواجی زندگی کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ معمولی اختلافات اور غلط فہمیاں جو اکثر رشتوں کو کمزور کرتی ہیں وہ فہم آخرت کی روشنی میں برداشت اور معافی کے جذبے سے حل ہو جاتی ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ آخرت کا یقین نہ صرف انفرادی کردار کو سنوارتا ہے بلکہ خاندانی زندگی کو بھی مضبوط اور باوقار بناتا ہے۔ اس شعور کی موجودگی میں میاں بیوی ایک دوسرے کو صرف دنیاوی رفیق نہیں بلکہ دینی سفر کے ساتھی سمجھتے ہیں جو انہیں بلند اخلاق اور ذمہ داری کے ساتھ زندگی گزارنے پر آمادہ کرتا ہے۔

### دوستوں اور معاشرتی تعلقات میں اثر:

فہم آخرت کا دوستوں اور معاشرتی تعلقات پر گہرا اور مثبت اثر پڑتا ہے۔ جب انسان یہ شعور رکھتا ہے کہ اسے اپنے ہر تعلق، ہر قول اور ہر عمل کا حساب آخرت میں دینا ہے تو وہ اپنی دوستیوں اور معاشرتی روابط کو صرف دنیاوی فائدے کے بجائے اخلاق، دیانت اور خیر خواہی کی بنیاد پر قائم کرتا ہے۔ ایسا شخص دوسروں کے ساتھ جھوٹ، دھوکہ، حسد، یا غیبت سے بچتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ اعمال آخرت میں اس کے خلاف گواہی بن سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿الْأَخْلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْبَتِّقِينَ﴾<sup>2</sup>

ترجمہ: "اس دن (قیامت کے دن) دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ وہی دوستیاں آخرت میں باقی رہیں گی جو تقویٰ، خیر خواہی اور دینی شعور پر مبنی ہوں گی۔

<sup>1</sup> ڈاکٹر حمید اللہ، اسلام کا نظام حیات، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد 2020 ص 198

<sup>2</sup> الزخرف: 67

آخرت کا تصور انسان کو اپنے دوستوں اور معاشرتی تعلقات میں بھی اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے۔ جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے اچھے اور برے اعمال کا حساب لیا جائے گا تو وہ دوسروں کے ساتھ معاملات میں دیانت داری، صداقت اور انصاف کی کوشش کرتا ہے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ کسی انسان کے ساتھ زیادتی، فریب، جھوٹ یا دھوکہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر عمل اللہ کے ہاں ریکارڈ ہو رہا ہے اور ایک دن حساب دینا ہے" <sup>1</sup>

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے اس بصیرت افروز قول سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ فہم آخرت انسان کے انفرادی اور معاشرتی رویوں پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ جب کوئی شخص اس عقیدے کو دل سے قبول کر لیتا ہے کہ اُسے اپنی زندگی کے ہر چھوٹے بڑے عمل کا اللہ تعالیٰ کے حضور حساب دینا ہے، تو وہ اپنی زبان، رویے اور تعلقات میں عدل، دیانت داری اور خیر خواہی کو لازم بنالیتا ہے۔ مولانا مودودی اس شعور کو انسان کی اصلاح کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں جو اسے ظلم، جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی جیسے منفی رویوں سے باز رکھتا ہے۔ فہم آخرت انسان کے اندر ایک ایسا باطنی نگہبان پیدا کرتا ہے جو اسے ہر وقت نیکی کی طرف متوجہ رکھتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، یہی کیفیت ایک صالح معاشرے کی بنیاد بنتی ہے۔

لہذا آخرت پر ایمان نہ صرف فرد کی نجی زندگی کو سنوارتا ہے بلکہ اس کے معاشرتی تعلقات میں بھی صداقت، انصاف اور احسان کا رجحان پیدا کرتا ہے جو ایک مہذب اور پر امن معاشرے کے لیے ناگزیر ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"آخرت کا یقین فرد کو معاشرتی رویوں میں محتاط اور ذمہ دار بناتا ہے۔ وہ اپنے رشتوں، تعلقات، اور رویوں کو وقتی مفاد سے نہیں بلکہ اللہ کی رضا سے جوڑتا ہے۔" <sup>2</sup>

ڈاکٹر محمود احمد غازی کا یہ قول بہت خوبصورتی سے واضح کرتا ہے کہ آخرت کا یقین انسان کو اپنے رویوں اور تعلقات میں ذمہ دار اور محتاط بناتا ہے۔ جب کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اُسے اپنے ہر عمل کا اللہ کے حضور جواب دینا ہے تو وہ دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرتے ہوئے صرف دنیاوی فائدہ نہیں دیکھتا، بلکہ یہ سوچتا ہے کہ اس کا ہر تعلق اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔ یہ سوچ اسے دوسروں کے

<sup>1</sup> مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تہذیبات، جلد 1، ص، 120

<sup>2</sup> ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات اخلاق، ادارہ معارف اسلامی، اسلام آباد 2015، ص 56

حقوق کا خیال رکھنے والا، سچ بولنے والا، انصاف کرنے والا اور نرم دل انسان بنادیتی ہے۔ یوں فہم آخرت نہ صرف انسان کے ذاتی کردار کو بہتر بناتی ہے، بلکہ پورے معاشرے میں بھروسہ، محبت اور عدل کو فروغ دیتی ہے۔

مولانا وحید الدین خان رقمطراز ہے:

"جو شخص آخرت کا فہم رکھتا ہے وہ دوستوں کے ساتھ صرف وفاداری نہیں بلکہ خیر خواہی اور اصلاح کا تعلق بھی قائم رکھتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ تعلق صرف دنیا تک محدود نہیں بلکہ آخرت میں بھی کام آئے گا۔"<sup>1</sup>

اس قول سے ہمیں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جو شخص آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے دوستوں سے صرف دوستی یا ساتھ نبھانے کی حد تک تعلق نہیں رکھتا بلکہ ان کی بھلائی، خیر خواہی اور اصلاح کی بھی فکر کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ تعلقات صرف دنیا میں کام نہیں آئیں گے بلکہ آخرت میں بھی ان کا اثر ہو گا۔

یہی سوچ اسے حسد، جھوٹ، غیبت اور دھوکہ جیسے غلط کاموں سے بچاتی ہے۔ ایسے لوگ اپنے تعلقات کو اللہ کی رضا کے مطابق بناتے ہیں، اور یوں ایک اچھے اور نیک معاشرے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ یہ رویہ دکھاتا ہے کہ فہم آخرت انسان کے کردار اور رویے کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

## معاشرتی انصاف اور خدمتِ خلق میں اثر

فہم آخرت انسانی رویوں اور معاشرتی نظم میں ایک اہم اور بنیادی کردار ادا کرتا ہے خصوصاً معاشرتی انصاف اور خدمتِ خلق جیسے شعبہ جات میں جب فرد کو اس بات کا شعور حاصل ہوتا ہے کہ اس کی زندگی محض دنیاوی مفاد تک محدود نہیں بلکہ اسے اپنے ہر عمل کا حساب روزِ آخرت دینا ہے تو اس کا طرزِ عمل خود بخود عدل، دیانت اور خیر خواہی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ وہ ظلم، زیادتی، حق تلفی اور نا انصافی سے پرہیز کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی مظلوم خاموش بھی رہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی ظلم چھپ نہیں سکتا۔ اسی طرح خدمتِ خلق کا جذبہ بھی فہم آخرت سے تقویت پاتا ہے کیونکہ انسان سمجھتا ہے کہ نیکی کا ہر چھوٹا عمل، خواہ وہ کسی بھوکے کو کھانا کھلانا ہو یا کسی مظلوم کی دادرسی، آخرت میں اس کے لیے باعثِ اجر ہو گا۔

<sup>1</sup> مولانا وحید الدین خان، اخلاقی اقدار اور اسلامی زندگی، الفرقان پبلی کیشنز، دہلی 2017 ص 102

یہی شعور فرد کو اپنی ذات سے بلند ہو کر دوسروں کی بھلائی کے لیے متحرک کرتا ہے۔ لہذا، تصورِ آخرت ایک ایسا فکری محرک ہے جو نہ صرف انفرادی سطح پر کردار سازی کرتا ہے بلکہ اجتماعی سطح پر عدل و انصاف، ہمدردی اور ایثار پر مبنی معاشرے کی تعمیر میں بھی بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ مولانا وحید الدین خان اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اخلاقی اقدار انسان کی شخصیت کو نکھارتی ہیں اور اسے ایک بہتر معاشرتی فرد بناتی ہیں۔ جب انسان اپنی زندگی کو اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے تحت گزارتا ہے، تو وہ نہ صرف خود کو بلکہ اپنے معاشرے کو بھی بہتر بناتا ہے۔"<sup>1</sup>

یہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اخلاقی اقدار کسی فرد کی انفرادی زندگی تک محدود نہیں رہتیں بلکہ اس کے معاشرتی اثرات بھی ہوتے ہیں۔ فہمِ آخرت ان اقدار کو بنیاد فراہم کرتا ہے، جس سے انسان صرف اپنی ذات نہیں بلکہ پورے معاشرے کے لیے فائدہ مند بننے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی عمل ایک بااخلاق، منصف اور ہمدرد معاشرے کی تشکیل کا سبب بنتا ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی رقمطراز ہے:

"اخلاقیات کا تعلق صرف فرد کی ذاتی زندگی سے نہیں بلکہ اس کے معاشرتی تعلقات سے بھی ہے۔ ایک فرد کے اخلاقی رویے کا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے اور جب ہر فرد اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ کر ادا کرتا ہے، تو ایک مثالی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔"<sup>2</sup>

ڈاکٹر محمود احمد غازی کا یہ بیان اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ اخلاقی رویے صرف انفرادی کردار سازی تک محدود نہیں ہوتے، بلکہ ان کا دائرہ کار پورے معاشرے تک پھیلتا ہے۔ جب فرد فہمِ آخرت کے تحت اپنی زندگی کو منظم کرتا ہے تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں سنجیدہ ہو جاتا ہے۔

وہ جانتا ہے کہ ہر عمل کا حساب دینا ہے، اس لیے وہ جھوٹ، فریب، بددیانتی اور ناانصافی سے اجتناب کرتا ہے۔ اس کا یہ طرزِ عمل نہ صرف اس کی ذاتی نجات کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ ایک منصفانہ، پرامن اور ہم آہنگ معاشرے کے قیام میں بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ فہمِ آخرت افراد کے باہمی تعلقات میں دیانت، احترام اور احساسِ ذمہ داری کو فروغ دیتا ہے جو کسی بھی مثالی معاشرے کی بنیاد ہوتی ہے۔

<sup>1</sup> وحید الدین خان، اخلاقی اقدار اور اسلامی زندگی، ص 42

<sup>2</sup> ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ اخلاق، ص 78



## معاشرتی امن اور برداشت کے فروغ میں اثر

قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اسلامی تعلیمات کا بنیادی مقصد معاشرتی امن، رواداری اور باہمی احترام کو فروغ دینا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی، تم بدی کو اس طریقے سے دور کرو جو بہترین ہو تو اچانک تم دیکھو گے کہ وہ شخص جس کے ساتھ تمہاری دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گہرا دوست بن گیا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی کے فرق کو نمایاں کرتے ہوئے تحمل و عفو کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے۔ اس کا پیغام یہ ہے کہ دشمنی کو نرمی، حسن سلوک اور برداشت کے ذریعے دوستی میں بدلا جاسکتا ہے جو کہ ایک پُر امن معاشرے کے قیام کی بنیاد ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

( الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ )<sup>2</sup>

ترجمہ: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے کامل مسلمان کی پہچان یہ بتائی ہے کہ وہ دوسروں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے تکلیف نہ دے۔ یہ حدیث اخلاقی تربیت اور پُر امن بقائے باہمی کی عملی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ تصورِ آخرت کا ادراک ان تعلیمات کو مزید مؤثر بناتا ہے کیونکہ انسان جب یہ یقین رکھتا ہے کہ اسے اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہے تو وہ معاشرے میں انصاف، رواداری اور امن کے قیام کی کوشش کرتا ہے۔ پاکستانی نوجوانوں کی اخلاقی تشکیل میں ان تعلیمات کی بنیاد پر برداشت اور پُر امن رویے کی ترقی اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ تصورِ آخرت انسانی ضمیر کو بیدار کرتا ہے اور ہر فرد کو یہ باور کراتا ہے کہ اسے اپنے ہر قول و فعل کا ایک دن حساب دینا ہے۔ جب انسان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد ایک دائمی زندگی ہے جس میں ہر عمل کا نتیجہ ظاہر ہوگا، تو وہ دوسروں کے حقوق کو پامال کرنے، ظلم، زیادتی، بدسلوکی، اور فتنہ و فساد سے گریز کرتا ہے یہی سوچ معاشرتی امن کا سنگ بنیاد بنتی

<sup>1</sup>فصلت: 34

<sup>2</sup>بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتابُ الْاِيْمَانِ، بابُ مَا جَاءَ فِي اَنْ الْمُسْلِمَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، حدیث 10

ہے۔ تصورِ آخرت فرد کو صبر، برداشت، عفو، اور درگزر کی تلقین کرتا ہے۔ کیونکہ اگر کسی پر ظلم ہو بھی جائے اور وہ انصاف نہ پاسکے تو آخرت کے تصور کے تحت اسے یقین ہوتا ہے کہ ایک دن کامل انصاف ضرور ہوگا۔ اس سے بدلہ لینے کا جذبہ کمزور ہوتا ہے اور معاشرے میں انتقامی رویے ختم ہو کر امن کی فضا قائم ہوتی ہے۔ اسی طرح جب لوگ آخرت کی کامیابی کو اصل کامیابی سمجھتے ہیں تو دنیاوی مال و دولت، منصب اور طاقت کے لیے جھگڑوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ اکثر معاشرتی بد امنی کی بنیاد بنتے ہیں۔

تصورِ آخرت معاشرتی برداشت کو بھی فروغ دیتا ہے کیونکہ یہ انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ ہر شخص کے اعمال کا فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے، اس لیے ہمیں دوسروں کی نیت پر شک کرنے، یا ان کے نظریات و عمل پر جلد بازی میں فیصلہ صادر کرنے کے بجائے، حسن ظن، رواداری، اور مکالمے کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

تصورِ آخرت کا شعور پاکستانی نوجوانوں کی شخصیت سازی اور اخلاقی تربیت میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ شعور نہ صرف انفرادی سطح پر نوجوان کو خود احتسابی، سچائی، دیانت اور ذمہ داری کے جذبات سے آراستہ کرتا ہے بلکہ اسے ظلم، بددیانتی، اور فتنہ انگیزی جیسے منفی رجحانات سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ جب ایک فرد یہ ایمان رکھتا ہے کہ اسے قیامت کے دن اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے تو وہ نیکی کے راستے پر چلنے، دوسروں کے حقوق ادا کرنے اور معاشرتی بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی شعور انسانی تعلقات میں حسن سلوک، عدل، رواداری اور صبر جیسے اوصاف کو فروغ دیتا ہے۔ فہمِ آخرت خاندانی تعلقات میں باہمی محبت، والدین کی عزت، اولاد کی تربیت اور میاں بیوی کے درمیان وفاداری جیسے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کو مضبوطی سے قائم کرتا ہے۔ اسی طرح دوستوں، ہمسایوں، اساتذہ اور دیگر معاشرتی افراد کے ساتھ تعلقات بھی صرف دنیاوی مفاد پر مبنی نہیں رہتے بلکہ خیر خواہی، خلوص اور اصلاحِ حال کے دینی جذبے سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح تصورِ آخرت فرد کو معاشرتی زندگی میں ایک بااخلاق، بردبار اور ہمدرد انسان میں ڈھال دیتا ہے۔ فہمِ آخرت معاشرتی انصاف، خدمتِ خلق اور امن و رواداری جیسے اہم اجتماعی اقدار کو پروان چڑھاتا ہے۔ ایک ایسا فرد جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ دوسروں کی مدد کو نیکی سمجھتا ہے اور سماج میں عدل، مساوات اور بھائی چارے کے قیام میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ وہ نہ صرف خود ظلم سے بچتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی انصاف دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ فہمِ آخرت معاشرتی تناؤ اور انتقامی جذبات کو کم کرتا ہے اور صبر، برداشت اور معافی جیسے اوصاف کی آبیاری کرتا ہے، جو کسی بھی مثالی اور پُر امن معاشرے کی بنیاد ہیں

## فصل سوم: فہم تصورِ آخرت کا کردار سازی اور معاشرتی ترقی کے درمیان تعلق

تصورِ آخرت اور معاشرتی ترقی کے درمیان گہرا تعلق پایا جاتا ہے کیونکہ جب افراد آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو وہ اپنی زندگیوں میں اخلاقی سماجی اور معاشی ذمہ داریوں کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ تصورِ آخرت انسان میں انصاف، دیانتداری، اور اخلاقی اصولوں کو فروغ دیتا ہے جو کہ کسی بھی معاشرتی ترقی کی بنیاد ہیں۔

افراد کا یہ احساس کہ وہ اپنے اعمال کا حساب اللہ کے سامنے دیں گے انہیں اپنی ذاتی اور سماجی ذمہ داریوں کی طرف مائل کرتا ہے اور اس سے فرد کی کردار سازی میں بہتری آتی ہے۔ اسی طرح، معاشرتی سطح پر، تصورِ آخرت کے تحت افراد ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، مدد، اور انصاف کے اصولوں پر عمل کرتے ہیں جس سے معاشرتی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں اور معاشرتی استحکام کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

یہ تصور افراد کو فلاحی سرگرمیوں میں حصہ لینے، جرائم کی روک تھام کرنے، اور ماحولیاتی ذمہ داریوں کو بہتر طور پر نبھانے کی ترغیب دیتا ہے جو کہ معاشرتی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس طرح تصورِ آخرت نہ صرف فرد کی ذاتی اصلاح میں مددگار ثابت ہوتا ہے بلکہ پورے معاشرتی نظام کی ترقی اور فلاح میں بھی مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

تصورِ آخرت اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ آخرت پر ایمان انسان کو اس دنیا میں اپنے افعال کے نتائج کا احساس دلاتا ہے جس سے اس کی سوچ، رویے، اور کردار میں مثبت تبدیلی آتی ہے۔ یہی مثبت تبدیلی جب اجتماعی سطح پر آتی ہے تو معاشرہ امن، عدل، رواداری اور فلاح کی طرف بڑھتا ہے۔ اس فصل میں ہم اس تصور کا کردار سازی اور معاشرتی ترقی سے تعلق کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

### تصورِ آخرت اور انسانی شعور کی ترقی

تصورِ آخرت انسان کے ذہن اور شعور کی سطح کو بلند کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جب انسان آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے ہر عمل کا محاسبہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اس سے اس کا شعور بیدار ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کا کوئی مقصد ہے اور ہر عمل کا اس کے اخلاقی، دینی، اور روحانی اثرات مرتب ہوں گے۔

اس شعور کے زیر اثر فرد اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا ہے اپنے رویے کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے اور اس کا مقصد صرف دنیاوی کامیابی نہیں بلکہ آخرت میں کامیابی بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ "کیا تم نے یہ سمجھا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹ کر آؤ گے؟" یہ آیت انسان کے شعور کو بیدار کرتی ہے کہ زندگی کا کوئی بھی عمل بے مقصد نہیں ہے بلکہ ہر عمل کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوگا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ انسانوں سے سوال کرتے ہیں کہ کیا انہوں نے یہ سوچا کہ ان کی تخلیق بے مقصد تھی اور وہ کبھی حساب کے لئے اللہ کی طرف واپس نہیں آئیں گے؟ اس سوال کا مقصد انسان کو حقیقت کا شعور دلانا ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد صرف دنیا کی عارضی خوشیوں کی تلاش نہیں ہے بلکہ اسے ایک دن اپنی زندگی کے اعمال کا حساب دینا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا حدیث ہے:

(عَاقِلٌ مَّنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَجَاهِلٌ مَّنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَتَّبَعَتْ عَلَى اللَّهِ)<sup>2</sup>

ترجمہ: "عاقل وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور اپنے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے جبکہ جاہل وہ ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگ جائے اور اللہ سے امیدیں وابستہ رکھے۔"

یہ حدیث انسان کے اخلاقی محاسبے اور تصورِ آخرت سے جڑی ہوئی ہے اور اس میں انسان کو اپنی زندگی کے اعمال کا جائزہ لینے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ وہ اپنی آخرت کی تیاری کرے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اور انزیب لکھتے ہیں:

"انسان اگر از ابتداء اچھی تعلیم و تربیت پائے اور بچپن ہی سے اُسے آداب و اخلاق اور عملی اچھی تربیت دی جائے اور اس کا ماحول بھی اچھا ہو جو مثبت معمولات کو فروغ دیتا ہو تو بچہ جواں سالہ ہوتے ہوتے فطری جبلت کے طور پر ان افعالِ حسنہ کو اپنے اندر سمو لیتا ہے"<sup>3</sup>

<sup>1</sup> المؤمنون: 115

<sup>2</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن ترمذی، کتاب الزہد، باب ذکر الموت والاستعداد، حدیث: 2459

<sup>3</sup> ڈاکٹر اور انزیب، تعمیرِ شخصیت میں فکرِ آخرت اور عقل کا کردار سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں، مجلہ الوفاق جلد 4، شمارہ 2021ء ص 49

عقل و شعور کی ترقی انسان کی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جب ایک فرد بچپن سے ہی اچھے اخلاق، آداب، اور عملی تربیت حاصل کرتا ہے تو یہ نہ صرف اس کی فطری جبلت کو مثبت طور پر شکل دیتا ہے بلکہ اس کے شعور کی سطح بھی بلند ہوتی ہے۔ بچپن میں دی جانے والی اچھی تربیت فرد کے دماغ کو صحیح اور غلط کی تمیز سکھاتی ہے اور وہ یہ سیکھتا ہے کہ کس طرح اپنے فیصلوں میں عقل و شعور کا استعمال کرے۔

اس تربیتی عمل کے نتیجے میں بچہ اپنے ارد گرد کے ماحول اور لوگوں سے بہتر طور پر ہم آہنگ ہوتا ہے اور اس کی شخصیت میں مثبت تبدیلیاں آتی ہیں۔ جوں جوں وہ بڑا ہوتا ہے اس کی ذہنی و اخلاقی سطح بلند ہوتی جاتی ہے اور یہ سب اس کی تربیت ماحول اور بنیادی تعلیمات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس طرح عقل و شعور کی ترقی ایک مسلسل عمل ہے جو فرد کو زندگی کے مختلف مراحل میں بہتر فیصلے کرنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے۔

## تصور آخرت اور معاشرتی ہم آہنگی:

تصور آخرت معاشرتی ہم آہنگی کے قیام میں ایک بنیادی اور مؤثر عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ آخرت پر ایمان انسان میں احساسِ جوابدہی پیدا کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی، عدل و انصاف کے قیام اور رواداری و اخوت کے فروغ کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بناتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ "نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں مدد نہ کرو۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو نیکی اور تقویٰ میں باہمی تعاون کا حکم دیتے ہوئے گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد سے منع فرمایا ہے۔ اس آیت کے تناظر میں تصور آخرت انسان کو معاشرتی ہم آہنگی اور مثبت تعلقات کے فروغ کی طرف مائل کرتا ہے کیونکہ آخرت میں اعمال کی جوابدہی کا عقیدہ افراد کو ظلم، زیادتی اور فساد سے بچنے پر آمادہ کرتا ہے۔

جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ ہر قول و فعل کا حساب دینا ہے، تو وہ دوسروں کے حقوق کا احترام کرتا ہے، عدل، رواداری اور خیر خواہی کی فضا قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یوں تصورِ آخرت معاشرتی رشتوں میں اطمینان، بھروسے اور باہمی تعاون کی بنیاد فراہم کرتا ہے، جو ایک پر امن اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

( الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذِلُهُ وَلَا يُحَقِّقُ<sup>1</sup> )

یعنی "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے نہ اس کی توہین کرتا ہے۔" اس حدیث میں بھائی چارے احترام اور عدل پر مبنی معاشرتی رویے کو ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا گیا ہے۔ آخرت کے محاسبے کا تصور افراد کو باہمی محبت، عفو و درگزر، اور معاشرتی ذمہ داریوں کی ادائیگی پر آمادہ کرتا ہے، جس سے معاشرے میں نفرت، ظلم اور تعصب جیسی منفی قوتیں کمزور ہوتی ہیں اور امن، مساوات اور ہم آہنگی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

نتیجتاً ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جہاں فرد انفرادی مفادات سے بالاتر ہو کر اجتماعی فلاح و بہبود کو اپنا مقصد بناتا ہے اور یوں تصورِ آخرت معاشرتی ہم آہنگی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ مولانا محمد اللہ قاسمی اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں:

"آج سے چودہ سو سال قبل عرب میں اسلام کی زیر سرپرستی جس عالمی برادری کی تشکیل ہوئی، تب سے آج تک ہر دور اور ہر خطے میں اس عالم گیر اخوت اور مساوات انسانی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے"<sup>2</sup>

اسلام کی زیر سرپرستی عرب میں جس عالمی برادری کی تشکیل ہوئی، وہ خالصتاً تصورِ آخرت اور انسانیت کی مساوات پر مبنی تھی۔ اسلام نے رنگ، نسل، زبان اور قومیت کے تمام امتیازات کو مٹا کر ایک ایسی امت کو وجود بخشا جس کا مرکز و محور تقویٰ اور نیکی قرار پایا۔ تصورِ آخرت نے اس برادری کے ہر فرد کو یہ احساس دلایا کہ وہ اللہ کے حضور برابر ہیں اور ان کے اعمال ہی ان کی اصل پہچان ہیں۔ اسی شعور نے معاشرتی ہم آہنگی، باہمی رواداری اور عالمگیر اخوت کو جنم دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور اور ہر خطے میں

<sup>1</sup> مسلم، مسلم بن حجاج صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم، حدیث: 2564

<sup>2</sup> قاسمی، محمد اللہ، اسلام کا معاشرتی انقلاب، مقالات و مضامین، جون 2022 ص 93

جہاں بھی اسلامی تعلیمات پر عمل ہوا، وہاں انسانی مساوات، عدل اور اجتماعی فلاح کی روشن مثالیں قائم ہوئیں۔ یوں تصورِ آخرت نے فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ایک مثالی عالمی برادری کی تعمیر میں بھی بنیادی کردار ادا کیا۔

## عدل، امانت اور خیر خواہی کے ذریعے معاشرتی ترقی کی راہ

فہم آخرت انسان کی اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داریوں کو سمجھنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ جب انسان یقین کرتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا تو وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں عدل، امانت اور خیر خواہی کے اصولوں پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ عدل کے ذریعے وہ معاشرتی انصاف قائم کرتا ہے امانت داری سے فرد اور سماج کے درمیان اعتماد پیدا کرتا ہے اور خیر خواہی کے ذریعے دوسروں کی بھلائی کا خواہاں ہوتا ہے۔

یہ تینوں خصوصیات نہ صرف فرد کی اخلاقی تربیت کا حصہ ہیں بلکہ پورے معاشرتی نظام کی ترقی اور استحکام کے لیے ضروری ہیں فہم آخرت انسان کو ایک مضبوط اور متوازن معاشرتی نظام کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے جہاں ہر فرد اپنے اعمال کے بارے میں سنجیدہ اور ذمہ دار ہوتا ہے اور اسی کے نتیجے میں ایک ترقی یافتہ اور ہم آہنگ معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ عدل کا مطلب ہے ہر چیز کو اس کے جائز مقام پر رکھنا اور ہر فرد کو اس کا حق دینا۔ عدل کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے :

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾<sup>1</sup>

"بے شک اللہ تمہیں عدل، احسان، اور قربت داروں کو (ان کا حق) دینے کا حکم دیتا ہے۔"

یہ آیت قرآن کی ان جامع ترین آیات میں سے ہے جو ایک مثالی اسلامی معاشرے کے اخلاقی، سماجی اور قانونی اصولوں کا خاکہ پیش کرتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ عدل (انصاف) احسان (بھلائی) اور قربت داروں کو دینے کا حکم دیتے ہیں جبکہ فحاشی، برائی اور سرکشی سے منع فرماتے ہیں۔

یہ آیت معاشرتی ترقی کے لیے ایک جامع رہنما اصول ہے کیونکہ اس میں وہ تمام اقدار جمع ہیں جو کسی بھی فرد یا قوم کے اخلاقی

معاشی اور سماجی استحکام کے لیے ناگزیر ہیں۔ امانت داری ایک مضبوط اخلاقی وصف ہے جس کے بغیر معاشرتی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾<sup>1</sup>

"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل تک پہنچاؤ۔"

یہ آیت معاشرتی ترقی کے لیے ایک سنگ میل ہے کیونکہ اس میں عدل اور امانت داری پر زور دیا گیا ہے جو کسی بھی کامیاب اور ترقی یافتہ معاشرتی نظام کی بنیاد ہیں۔ جب افراد یا حکمران اپنے فیصلوں میں عدل کا پابند ہوں اور امانتوں کو صحیح طریقے سے تقسیم کریں تو اس سے نہ صرف معاشرتی امن قائم ہوتا ہے بلکہ افراد کے درمیان اعتماد اور تعاون بھی بڑھتا ہے جو کہ ایک مستحکم معاشرتی ترقی کے لیے ضروری ہے۔

اس آیت میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا واضح حکم ملتا ہے کہ انصاف کا نفاذ اور امانت داری فرد اور معاشرے کے لیے فلاح کا باعث بنتی ہے اس حوالے سے ڈاکٹر محمد ظفر اقبال لکھتے ہیں:

"اسلامی تصور ترقی صرف مادی وسائل کے جمع کرنے پر مبنی نہیں، بلکہ عدل، خیر خواہی، اور امانت جیسے اصول انسانی فلاح کے بنیادی ستون ہیں اگر ترقی اخلاقی اصولوں سے خالی ہو تو وہ زیادہ دیر پائیدار نہیں رہ سکتی۔"<sup>2</sup>

اسلامی تصور ترقی مادی وسائل کے جمع کرنے سے کہیں زیادہ گہرا اور جامع ہے۔ قرآن و حدیث میں واضح طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ انسان کی کامیابی اور ترقی صرف دنیاوی مال و دولت میں نہیں بلکہ اخلاقی اصولوں پر عمل کرنے میں ہے۔ عدل، امانت اور خیر خواہی جیسے بنیادی اصول انسان کی فلاح اور کامیابی کے حقیقی راستے ہیں۔

تصور آخرت انسان کو اس بات کا شعور دلاتا ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے، اور آخرت میں اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ یہی تصور انسان کو معاشرتی ذمہ داریوں کی اہمیت سکھاتا ہے جہاں فرد کی ذاتی ترقی کا دار و مدار نہ صرف اس کی ذاتی محنت پر ہے بلکہ معاشرتی مفاد، دوسروں کے حقوق اور اخلاقی اقدار کے تحفظ پر بھی ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسا معاشرہ تشکیل پاتا ہے جو عدل و

<sup>1</sup> النساء: 58

<sup>2</sup> اقبال، ڈاکٹر ظفر، مادی ترقی کا لازمہ: واہمہ یا حقیقت؟ مجلہ الشریعہ، 2014ء ص 39



انصاف، خیر خواہی، اور امانت داری پر قائم ہوتا ہے جو کہ فلاحی معاشرتی ترقی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ترقی صرف مادیات پر مرکوز ہو اور اخلاقی اصولوں سے بے بہرہ ہو تو وہ ترقی نہ تو پائیدار ہوتی ہے اور نہ ہی معاشرتی سطح پر انسانوں کے لئے فائدہ مند۔ اس حوالے مولانا مودودی فرماتے ہیں:

"خدا و آخرت کو نظر انداز کرنے کے بعد ظاہر ہے کہ اخلاق کے لئے مادی قدروں کے سوا کوئی قدر اور تجربی بنیادوں کے سوا کوئی بنیاد باقی نہیں رہتی" <sup>1</sup>

تصورِ آخرت انسانی اخلاق کی وہ بنیاد فراہم کرتا ہے جو محض مادی مفادات یا وقتی تجربات سے بالاتر ہے۔ جب فرد خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے اعمال کا حساب آخرت میں دینے کے تصور سے متاثر ہو کر دیانت، عدل اور خیر خواہی جیسے اعلیٰ اخلاقی اصولوں پر عمل کرتا ہے، چاہے اس کا دنیاوی فائدہ نہ بھی ہو۔ اس کے برعکس اگر خدا اور آخرت کو نظر انداز کر دیا جائے تو اخلاق صرف ذاتی مفاد اور حالات کے تابع ہو جاتے ہیں جس سے معاشرے میں مستقل اور مستحکم اخلاقی ترقی ممکن نہیں رہتی۔ اس لیے فہمِ آخرت نہ صرف فرد کی اصلاح کرتا ہے بلکہ اجتماعی سطح پر بھی معاشرتی فلاح کا ذریعہ بنتا ہے۔

### تصورِ آخرت کی بنیاد پر معاشرتی ترقی میں قانون کی عملداری کا کردار

تصورِ آخرت اسلامی معاشرت کا ایک بنیادی عنصر ہے جو انسانوں کو اپنی زندگی کے ہر عمل میں ذمہ داری اور احتساب کا شعور دیتا ہے۔ اس تصور کے مطابق انسانوں کو اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ کی رضا کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ہر عمل کا حساب آخرت میں ہو گا۔ اسی تناظر میں، معاشرتی ترقی میں قانون کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

اسلام میں قانون کی پاسداری نہ صرف فرد کے لیے ضروری ہے بلکہ پورے معاشرتی نظام کی استحکام کے لیے بھی یہ بنیادی عنصر ہے۔ جب افراد اپنے افعال اور فیصلوں میں اسلامی قوانین کی پیروی کرتے ہیں تو یہ معاشرتی امن، انصاف اور ترقی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اگر افراد اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اجتماعی قوانین کی پابندی کرتے ہیں تو اس سے نہ صرف فرد کی فلاح ہوتی ہے بلکہ پورے معاشرے کی ترقی اور بہتری کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

<sup>1</sup> مودودی سید ابوالاعلیٰ، اسلامی نظام زندگی اور اس کی بنیادی تصورات، ص 265

تصور آخرت کی روشنی میں قانون کی پاسداری فرد کو اخلاقی اور دینی طور پر مضبوط کرتی ہے اور اس کے نتیجے میں معاشرتی ترقی کی راہ کھلتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے صاحبِ امر (حکومت و اقتدار والے) کی بھی۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور اپنے اُمراء کی بھی اطاعت کریں۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ قانون کی پاسداری اور حکومتی نظام کی اطاعت نہ صرف فرد کی فلاح کے لیے ضروری ہے بلکہ یہ پورے معاشرتی نظام کی استحکام اور ترقی کے لیے بھی اہم ہے۔

اسلام میں حکومتی نظام کی اطاعت کو بہت اہمیت دی گئی ہے کیونکہ یہ معاشرتی نظم، انصاف اور امن کے قیام میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ تصور آخرت کی روشنی میں یہ آیت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ جو لوگ اللہ کے حکموں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہیں وہ معاشرتی ترقی کے لیے قوانین کی پابندی کرتے ہیں جس کے نتیجے میں پورا معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اس طرح فہم آخرت انسان کو اپنے اعمال کے نتائج کا شعور دلاتا ہے جس سے وہ دنیوی اور اخروی دونوں حیثیتوں میں ترقی کر سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ أَطَاعَنِی فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِی فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِی وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ

عَصَانِی<sup>2</sup>)

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر (حکمران) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔"

<sup>1</sup> النساء: 59

<sup>2</sup> مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الإمامۃ، باب یقاتل من وراء الإمام ویقتل بہ، حدیث: 4747

یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ حکومتی نظام اور قانون کی پاسداری اسلامی معاشرت میں نہایت ضروری ہے اور یہ تصور آخرت کے تناظر میں معاشرتی ترقی کے لیے بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ مفتی سردار احمد اشرفی لکھتے ہیں:

"کسی بھی ملک کی ترقی اور تنزلی کا راز اس کے قوانین کی پابندی میں مضمر ہوتا ہے مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان ہمارا پیارا وطن ہے اور الحمد للہ! ہم مسلمان ہیں ہمارا مذہب اسلام ہے اسلام اللہ جل جلالہ کا بنایا ہوا نظام زندگی ہے جس کی پابندی ہم پر فرض ہے۔ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے۔"<sup>1</sup>

لہذا جب کسی ملک میں قانون کی حکمرانی ہو اور اس کی پابندی کی جائے تو وہاں انصاف، امن اور ترقی کی فضا قائم ہوتی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی مثال میں، ہم مسلمان ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام اللہ کا دیا ہوا مکمل اور جامع نظام زندگی ہے۔ اسلام میں ہر فرد کو اس کے حقوق اور فرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کی پاسداری کا حکم دیا گیا ہے تاکہ معاشرتی نظام مضبوط اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ اگر ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنے قوانین کی پاسداری کریں، تو نہ صرف ہم اللہ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں بلکہ اپنی قوم کو ترقی کی منزل تک بھی پہنچا سکتے ہیں۔ اور اس کا عملی نفاذ ملک کی ترقی اور خوشحالی کا ضامن ہے۔

### فہم آخرت کا بد عنوانی کے خلاف سماجی شعور کی بیداری میں کردار

فہم آخرت ایک ایسا فکری اور اعتقادی تصور ہے جو انسان کے قول و فعل پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ جب فرد اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ ایک دن اسے اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہے، تو وہ اپنے افعال میں دیانت، عدل، اور امانت کو مقدم رکھتا ہے۔ یہ تصور بد عنوانی جیسے معاشرتی ناسور کے خلاف ایک فطری مزاحمت پیدا کرتا ہے کیونکہ انسان ہر عمل کو آخرت کی کسوٹی پر پرکھنے لگتا ہے۔ بد عنوانی، خواہ مالی ہو یا اخلاقی، ایک ایسی بیماری ہے جو قوموں کو اندر سے کھوکھلا کرتی ہے لیکن فہم آخرت انسان کو اندرونی طور پر اس کے خلاف تیار کرتا ہے۔

اگر معاشرے میں آخرت کا شعور بیدار ہو جائے تو افراد میں خود احتسابی، خوفِ خدا، اور حق دار کو حق دینے کا جذبہ پروان چڑھتا ہے جو کہ ایک صالح، شفاف اور ترقی یافتہ سماج کے قیام میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کی آیت ہے:

<sup>1</sup> اشرفی، مفتی سردار محمد، اسلامی معاشرت میں قوانین کی پابندی، جامعہ بنوریہ ٹاؤن، 2019ء ص 61

﴿وَيْلٌ لِلْبَاطِفِينَ- الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ- وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوَّزَوْهُمْ يَخْسِرُونَ- أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ

مَبْعُوثُونَ- لِيَوْمٍ عَظِيمٍ- يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ "خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے جو لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یہ گمان نہیں رکھتے کہ وہ اٹھائے جائیں گے؟ ایک بڑے دن کے لیے؟ جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔"

یہ آیات صریح طور پر بددیانتی، ناپ تول میں کمی اور مالی بدعنوانی کی مذمت کرتی ہیں اور آخرت میں سخت جواب دہی کی یاد دہانی کرواتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر آخرت کا یقین دلوں میں ہو تو انسان ظلم، خیانت، کرپشن اور ناانصافی سے بچتا ہے۔ اس کے متعلق حافظ عبد الغفار لکھتے ہیں:

"تصورِ آخرت انسان کے دل میں احتسابِ نفس اور جواب دہی کا ایسا جذبہ پیدا کرتا ہے جو اسے حرام کمائی، دھوکہ دہی اور خیانت جیسے افعال سے روکتا ہے۔ جو شخص مرنے کے بعد اللہ کے حضور کھڑا ہونے پر یقین رکھتا ہے وہ دوسروں کا حق مارنے یا بیت المال میں خیانت کرنے سے ڈرتا ہے۔"<sup>2</sup>

تصورِ آخرت انسان کے داخلی نظامِ احتساب کو بیدار کرتا ہے اور اُسے زندگی کے ہر شعبے میں دیانت، انصاف اور امانت داری کا پابند بناتا ہے۔ جب ایک فرد یہ یقین رکھتا ہے کہ اُسے مرنے کے بعد اللہ کے حضور اپنے تمام اعمال کا جواب دینا ہے، تو وہ حرام کمائی دھوکہ دہی، اور خیانت جیسے گناہوں سے خود کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ یقین انسان میں وہ شعور پیدا کرتا ہے جو اسے معاشرتی بدعنوانی کے خلاف ایک باکردار اور ذمہ دار فرد میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس طرح تصورِ آخرت نہ صرف فرد کے کردار کو نکھارتا ہے بلکہ پورے معاشرے میں اخلاقی تطہیر اور شفافیت کے رجحانات کو فروغ دیتا ہے۔

<sup>1</sup> لطفین: 1-6

<sup>2</sup> مولانا حافظ عبد الغفار، اسلام کا تصورِ آخرت اور معاشی زندگی، محدث، 1993ء ص 29

## تصورِ آخرت: ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کا محرک

تصورِ آخرت ایک ایسا فکری اور اعتقادی عنصر ہے جو انسانی شخصیت میں خود احتسابی، جواب دہی، اور نیکی کی طرف رجحان پیدا کرتا ہے۔ جب ایک فرد اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کے تمام اعمال کا محاسبہ ہوگا، تو وہ دنیاوی مفادات کے لیے جھوٹ، ظلم، خیانت اور بددیانتی جیسے افعال سے اجتناب کرتا ہے اور ایک باکردار، دیانت دار اور مفید شہری کے طور پر زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوَةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا

يَعْمَلُونَ﴾<sup>1</sup>

"جو مؤمن نیک عمل کرے گا، ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔ یہ پاکیزہ زندگی دراصل ایک صالح اور متوازن معاشرے کی بنیاد ہے۔"

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ ایمان اور نیک عمل نہ صرف فرد کی نجی زندگی کو پاکیزہ بناتے ہیں بلکہ ایک صالح اور متوازن معاشرے کی تشکیل میں بھی بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

( مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُتَّقِلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصُبْثْ )<sup>2</sup>

"یعنی جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ ایمان بالآخرت انسان کو حسن اخلاق، سماجی احترام اور معاشرتی اصلاح کی طرف راغب کرتا ہے۔ یوں تصورِ آخرت انفرادی کردار سے لے کر اجتماعی فلاح تک ہر پہلو میں معاشرتی ترقی کا محرک بن جاتا ہے۔ اس کے متعلق ممتاز احمد لکھتے ہیں: "آخرت اسلام کا ایک اہم فکری اور عملی تصور ہے جو انسانوں کی سوچ اعمال اور معاشی رویوں پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آخرت کی زندگی ہی حقیقی اور ابدی زندگی ہے جب کہ دنیا کی زندگی محض ایک آزمائش ہے"<sup>3</sup>

<sup>1</sup> النحل: 97

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف و خدمتہ ایاہ بنفسہ، حدیث: 6018

<sup>3</sup> ممتاز احمد، اسلام کا تصورِ آخرت اور معاشی زندگی، ص 22۔

یہ اس حقیقت کی عکاسی کرتا ہے کہ تصورِ آخرت نہ صرف ایک مذہبی عقیدہ ہے بلکہ ایک ایسا فکری نظام بھی ہے جو انسانی کردار، رویوں اور سماجی معاملات کو متاثر کرتا ہے۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ اسے اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے اور حقیقی زندگی آخرت کی ہے تو وہ دنیاوی فائدے کی خاطر ظلم، خیانت اور بے انصافی سے گریز کرتا ہے۔ عدل، دیانت اور امانت جیسے اخلاقی اصول اس کی عملی زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں جو ایک پاکیزہ اور فلاحی معاشرے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ یوں تصورِ آخرت فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرتی ترقی کا محرک بھی بنتا ہے۔

### تصورِ آخرت اور معاشرتی رویوں میں تبدیلی کا تعلق

تصورِ آخرت انسان کے اندر خود احتسابی نیکی کی طلب اور برائی سے بچنے کی فطری تحریک پیدا کرتا ہے۔ جب فرد اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ اسے مرنے کے بعد اپنے تمام اعمال کا جواب دینا ہے تو اس کی سوچ، رویے اور طرزِ عمل میں واضح تبدیلی آتی ہے۔ یہ تبدیلی صرف انفرادی سطح پر نہیں بلکہ اجتماعی اور معاشرتی سطح پر بھی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص جو آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، ایمانداری، عدل، رحم دلی، ایثار اور خدمتِ خلق جیسے اخلاقی رویے اختیار کرتا ہے۔ وہ بد عنوانی جھوٹ، غیبت، دھوکہ، اور زیادتی جیسے منفی رویوں سے اجتناب کرتا ہے۔

یہ تبدیلی نہ صرف اس کی اپنی شخصیت کو نکھارتی ہے بلکہ پورے معاشرے میں خیر، امن، اور اعتماد کا ماحول پیدا کرتی ہے۔ اس طرح تصورِ آخرت، معاشرتی رویوں کی اصلاح اور ایک بہتر، پر امن اور بااخلاق معاشرے کے قیام میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ تصورِ آخرت ایک ایسا اخلاقی و فکری محرک ہے جو فرد کی شخصیت میں انقلابی تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ﴾<sup>1</sup>

یعنی "اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے"

یہ آیت قیامت کے دن کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے اور انسان کو یاد دلاتی ہے کہ اس کا ہر قول و فعل اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ تصور انسان کے دل میں احتساب اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے جو اسے ظلم، خیانت، رشوت اور جھوٹ جیسے گناہوں

سے باز رکھتا ہے۔ یہ آیت نہ صرف انفرادی تقویٰ کی دعوت دیتی ہے بلکہ ایک منصف، دیانتدار اور انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کی بنیاد بھی فراہم کرتی ہے۔ آخرت کے یقین کے بغیر کوئی معاشرتی عدل ممکن نہیں اور یہی قرآن کا پیغام ہے کہ فانی دنیا میں ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جائے جو ابدی زندگی میں نجات کا ذریعہ بنے۔

یہ آیت انسان کے دل میں دائمی جواب دہی کا احساس پیدا کرتی ہے، جو اسے معاشرتی برائیوں سے بچنے اور مثبت طرزِ عمل اپنانے پر مجبور کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس شعور کو تربیتِ اخلاق کا مرکز بنایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

(اتَّبِعِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَبِعُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ<sup>1</sup>)

یعنی "جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو، برے عمل کے بعد نیک عمل کرو کہ وہ اسے مٹا دے، اور لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔"

یہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ جب انسان آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے رویوں میں تبدیلی لاتا ہے ظلم، زیادتی، بد سلوکی اور خود غرضی کی جگہ عدل، احسان اور حسن سلوک اس کی زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں۔ یوں تصورِ آخرت نہ صرف فرد کے رویے سنوارتا ہے بلکہ ایک مہذب اور صالح معاشرے کے قیام میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

تصورِ آخرت ایک ایسا فکری اور روحانی اصول ہے جو انسان کی داخلی دنیا کو جھنجھوڑتا ہے اور اسے اپنے قول و فعل پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ جب نوجوان یہ شعور حاصل کرتے ہیں کہ ان کے اعمال کا حساب ایک دن ضرور ہو گا تو وہ خود کو محاسبے کے لیے تیار کرتے ہیں۔ یہ احساس ان کے کردار میں سچائی، دیانت، عدل اور احساسِ ذمہ داری کو جنم دیتا ہے۔ اس طرح تصورِ آخرت صرف ایک مذہبی عقیدہ نہیں رہتا بلکہ ایک اخلاقی رہنمائی کا ذریعہ بن جاتا ہے جو نوجوانوں کو بہتر انسان اور معاشرے کے نفع بخش فرد بننے کی ترغیب دیتا ہے۔

یہ شعور فرد کے طرزِ عمل پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے اور بالآخر معاشرتی سطح پر مثبت تبدیلی لاتا ہے۔ جب ایک فرد اپنے اندر اخلاقی پاکیزگی، امانت داری اور دوسروں کی بھلائی کا جذبہ پیدا کرتا ہے تو یہ رویے معاشرتی ہم آہنگی، اعتماد اور ترقی کی بنیاد

<sup>1</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، من کتاب الرقاق، باب فی حُسن الخلق، حدیث: 1987

بن جاتے ہیں۔ تصورِ آخرت نوجوانوں میں وہ اجتماعی شعور پیدا کرتا ہے جو معاشرتی انصاف، تعاون اور خیر خواہی کو فروغ دیتا ہے۔  
یوں آخرت کا فہم فرد سے شروع ہو کر معاشرے کی تشکیل اور بہتری تک اپنا اثر چھوڑتا ہے۔

پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کا فہم ان کے کردار اور معاشرتی رویوں میں مثبت تبدیلی کا محرک بن سکتا ہے۔ جب نوجوان اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ ہر قول و فعل کا ایک دن محاسبہ ہو گا تو وہ اپنی زندگی کو ایک ذمہ دار اور بااخلاق شہری کے طور پر ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ شعور ان میں دیانت، عدل، امانت، صبر اور خیر خواہی جیسے اوصاف کو فروغ دیتا ہے جو ایک بہتر معاشرے کی بنیاد ہیں۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں جہاں معاشرتی مسائل، بدعنوانی، اور اخلاقی انحطاط نمایاں ہیں، وہاں نوجوانوں میں تصورِ آخرت کی بیداری نہ صرف ان کے کردار کو سنوار سکتی ہے بلکہ قومی سطح پر ایک صالح، پرامن اور ترقی یافتہ معاشرہ تشکیل دینے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔



## نمونہ سوالنامہ برائے پاکستانی نوجوانوں کے تصورات اور کردار سازی کا باہمی تعلق:

یہ سوالنامہ پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے مختلف پہلوؤں اور اس کے کردار سازی پر ممکنہ اثرات کا جائزہ لینے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے جس کے لئے باقاعدہ ان سوالات کی تصدیق اور اجازت نامہ صدر شعبہ اور پروفیسر سے حاصل کی گئی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ جاننا ہے کہ کس حد تک نوجوانوں کا ایمانِ آخرت ان کے عمومی رویے، اخلاقی ذمہ داری اور فکری نقطہ نظر اور ایک اچھی زندگی کی تشکیل میں معاون ہوتا ہے۔ اس مطالعے کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آیا آخرت کے بارے میں مذہبی تصورات اور ان پر یقین، فرد کی ذہنی تبدیلی، ذمہ داری کا شعور اور مثبت طرزِ زندگی کو فروغ دیتے ہیں یا نہیں۔

Q: Do you believe that the afterlife will come / the Day of Judgment will occur?
سوال: کیا آپ کے خیال میں آخرت آئے گی / قیامت برپا ہوگی؟
Q: In your opinion, is the concept of the afterlife a religious belief that affirms human existence beyond this life?
سوال: آپ کی رائے میں کیا آخرت کا تصور ایک مذہبی تصور ہے جو اس زندگی کے بعد بھی انسان کی موجودگی کو ظاہر کرتا ہے؟
Q: Do you believe that every individual will be resurrected after death to be held accountable before Allah, resulting in either Hell or Paradise?
سوال: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہر شخص کو موت کے بعد زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے جس کے نتیجے میں وہ جہنم یا جنت سے ہمکنار ہوگا؟
Q: Do you think there is any scientific evidence for the concept of the afterlife?
سوال: کیا آپ کے خیال میں تصورِ آخرت پر کوئی سائنسی دلیل موجود ہے؟
Q: Do you think it is possible to live a good life without belief in the afterlife?
سوال: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ عقیدہ آخرت پر ایمان رکھے بغیر بھی بہتر زندگی گزارنا ممکن ہے؟
Q: Does understanding the concept of the afterlife lead to a transformation in human thinking?
کیا فہم تصورِ آخرت انسان کی سوچ کو تبدیل کرنے کا باعث بنتا ہے؟

## سوال نامہ کی تفصیل و وضاحت

یہ سوال نامہ پاکستانی نوجوانوں میں تصور آخرت کے متعلق خیالات و رویوں کا جائزہ لینے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ ہر سوال کے پیچھے ایک مخصوص مقصد ہے تاکہ بہتر انداز میں جانا جاسکے کہ عقیدہ آخرت نوجوانوں کی کردار سازی، اخلاقی شعور، اور بہتر زندگی گزارنے کے نظریے پر کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔ ذیل میں ہر سوال کی وضاحت اور اسکی ممکنہ پہلوؤں کی تفصیل دی گئی ہے۔

**پہلے سوال کا مقصد** آخرت پر ایمان اور قیامت کے وقوع کا تصور ہے۔ یہ سوال نوجوانوں کے اس اعتقادی رجحان کو جانچنے کے لیے ہے کہ آیا وہ قیامت اور زندگی بعد الموت کو ایک حقیقت مانتے ہیں یا محض ایک مذہبی تصور سمجھتے ہیں۔

**دوسرے سوال کا مقصد** تصور آخرت بطور مذہبی عقیدہ ہے۔ اس سوال کے ذریعے یہ معلوم کرنا مقصود ہے کہ نوجوانوں کے نزدیک آخرت کا تصور صرف مذہب سے وابستہ ہے یا اس کا تعلق انسانی وجود اور اس کی بقا سے بھی ہے۔

**تیسرے سوال کا مقصد** اعمال کا حساب، جزا و سزا کا عقیدہ ہے۔ اس سوال نوجوانوں میں اس تصور کی جانچ ہے کہ موت کے بعد ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا جو ان کے اخلاقی طرز عمل پر اثر انداز ہوتا ہے۔

**چوتھے سوال کا مقصد** تصور آخرت اور سائنسی نقطہ نظر ہے۔ اس نکتے کے تحت یہ جاننا مقصود ہے کہ کیا نوجوان تصور آخرت کو محض مذہبی مانتے ہیں یا اس کے حق میں کوئی سائنسی دلائل بھی دیکھتے ہیں۔

**پانچویں سوال کا مقصد** عقیدہ آخرت اور اچھی زندگی کا باہمی تعلق ہے۔ اس سوال کے ذریعے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ کیا بہتر اور بامقصد زندگی کے لیے عقیدہ آخرت کو ضروری سمجھا جاتا ہے یا اس کے بغیر بھی کامیاب زندگی ممکن ہے۔

**چھٹے سوال کا مقصد** فہم آخرت اور فکری تبدیلی ہے۔ اس نکتے کا مقصد یہ جاننا ہے کہ آیا آخرت کے تصور پر غور و فکر نوجوانوں کی سوچ، نظریات اور کردار سازی میں تبدیلی کا سبب بنتا ہے یا نہیں۔

## سوالنامہ کے نتائج

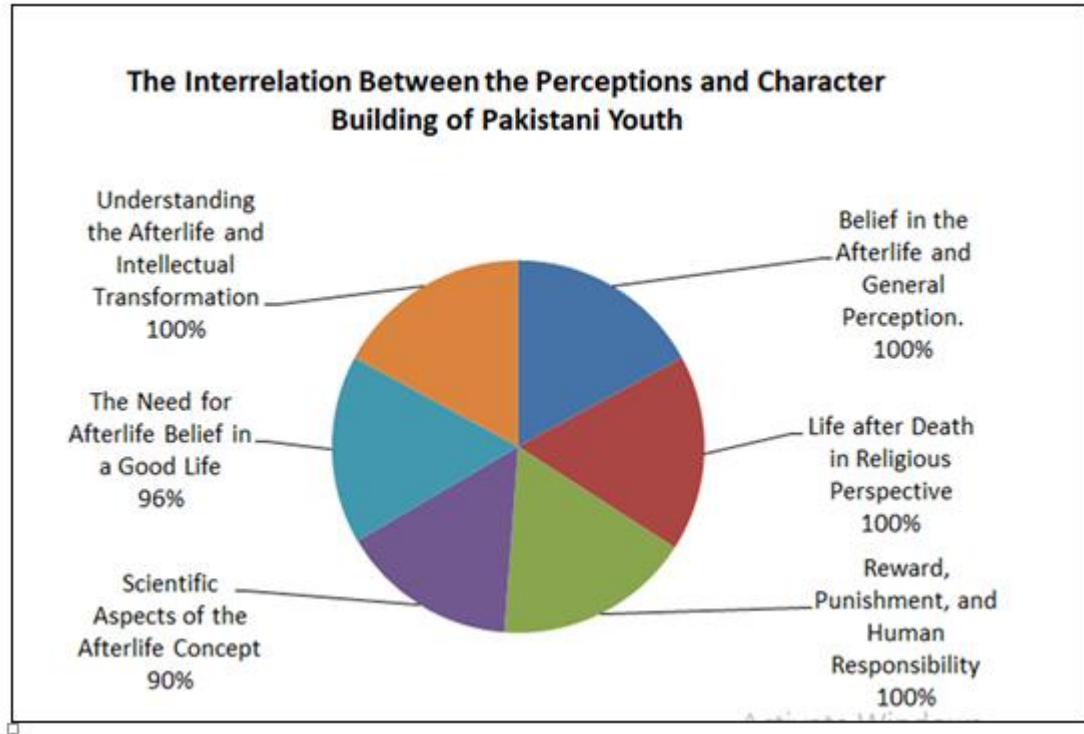
اس تحقیقی مطالعہ میں ایک سوالنامہ ترتیب دیا گیا جسے 80 نوجوانوں نے مکمل کیا۔ جس کے ذریعے یہ جانچنے کی کوشش کی گئی کہ پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کا فہم کس حد تک موجود ہے اور یہ ان کے کردار و رویے پر کس قدر اثر انداز ہوتا ہے۔

سوال	مکمل متفق	متفق	نامتفق	مکمل نامتفق
1 کیا آپ کے خیال میں آخرت آئے گی / قیامت برپا ہوگی؟ Do you believe that the afterlife will come / the Day of Judgment will occur?	60%	40%		
2 آپ کی رائے میں کیا آخرت کا تصور ایک مذہبی تصور ہے جو اس زندگی کے بعد بھی انسان کی موجودگی کو ظاہر کرتا ہے؟ In your opinion, is the concept of the afterlife a religious belief that affirms human existence beyond this life?	55%	45%		
3 کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہر شخص کو موت کے بعد زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے جس کے نتیجے میں وہ جہنم یا جنت سے ہمکنار ہوگا؟ Do you believe that every individual will be resurrected after death to be held accountable before Allah, resulting in either Hell or Paradise?	58%	42%		
4 کیا آپ کے خیال میں تصورِ آخرت پر کوئی سائنسی دلیل موجود ہے؟ Do you think there is any scientific evidence for the concept of the afterlife?	40%	50%	10%	
5 کیا آپ سمجھتے ہیں کہ عقیدہ آخرت پر ایمان رکھے بغیر بھی بہتر زندگی گزارنا ممکن ہے؟	58%	38%	4%	

				Do you think it is possible to live a good life without belief in the afterlife?	
		40%	60%	کیا فہم تصورِ آخرت انسان کی سوچ کو تبدیل کرنے کا باعث بنتا ہے؟ Does understanding the concept of the afterlife lead to a transformation in human thinking?	6

## تصورِ آخرت سے متعلق نوجوانوں کے نظریات کا شماریاتی شرح

پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے حوالے سے مختلف فکری و اعتقادی رجحانات کو جانچنے کے لیے اور اسکی مجموعی تفصیل ایک چارٹ میں ظاہر کی جا رہی ہے۔



یہ چارٹ مندرجہ ذیل موارد کی وضاحت فراہم کرتا ہے۔

1-60% شرکاء نے قیامت کے وقوع پر "مکمل اتفاق" اور 40% نے "اتفاق" ظاہر کیا یوں مجموعی طور پر 100% افراد اس تصور سے متفق نظر آئے۔

2-55% شرکاء نے تصورِ آخرت کو بطور مذہبی عقیدہ "مکمل اتفاق" جبکہ 45% نے "اتفاق" کا اظہار کیا اس طرح بھی مجموعی اتفاق 100% رہا۔

3-58% افراد نے اعمال کے حساب اور جزا و سزا کے عقیدے پر "مکمل اتفاق" اور 42% نے "اتفاق" ظاہر کیا یوں اس نکتے پر بھی 100% اتفاق سامنے آیا۔

4-40% نے تصورِ آخرت کے سائنسی پہلو سے "مکمل اتفاق" اور 50% نے "اتفاق" جبکہ 10% نے "عدم اتفاق" ظاہر کیا جس کے مطابق کل 90% اس تصور سے متفق پائے گئے۔

5-58% نے عقیدہ آخرت اور اچھی زندگی کے باہمی تعلق پر "مکمل اتفاق" اور 38% نے "اتفاق" جبکہ 4% نے "عدم اتفاق" ظاہر کیا جس سے مجموعی اتفاق 96% بنتا ہے۔

6-60% شرکاء نے فہمِ آخرت اور فکری تبدیلی کے تعلق پر "مکمل اتفاق" اور 40% نے "اتفاق" ظاہر کیا یوں اس نکتے پر بھی مکمل 100% اتفاق سامنے آیا۔

اس تحقیق کے ایک اہم حصے میں پاکستانی نوجوانوں کے درمیان تصورِ آخرت کے مختلف پہلوؤں سے متعلق عقائد و نظریات کو جانچنے کے لیے ایک سروے کا انعقاد کیا گیا۔ شرکاء کی آراء کو فیصد کی صورت میں حاصل کر کے ہر نکتہ پر تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے:

## 1- آخرت پر ایمان اور قیامت کے وقوع کا تصور

سروے کے نتائج کے مطابق 60% شرکاء نے قیامت کے وقوع پر "مکمل اتفاق" جبکہ 40% نے "اتفاق" کا اظہار کیا۔ یوں 100% نوجوان اس تصور سے متفق پائے گئے۔ یہ نتیجہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ قیامت کے وقوع پر ایمان اسلامی عقیدے کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک ہونے کی حیثیت سے پاکستانی نوجوانوں کے فکری دھارے میں راسخ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دینی تعلیم اور خاندانی و معاشرتی اثرات نوجوان ذہنوں میں اس عقیدے کو مستحکم کرتے ہیں۔

## 2- تصورِ آخرت بطور مذہبی عقیدہ

اس سوال پر 55% شرکاء نے "مکمل اتفاق" اور 45% نے "اتفاق" ظاہر کیا جس سے مجموعی طور پر 100% اتفاق سامنے آیا۔ یہ نتیجہ ظاہر کرتا ہے کہ نوجوان تصورِ آخرت کو صرف فلسفیانہ یا اخلاقی تصور کے بجائے ایک مذہبی صداقت اور عقیدہ سمجھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب ان کی فکری بنیاد میں محوری حیثیت رکھتا ہے اور تصورِ آخرت کو وہ ایمان کا لازمی جزو مانتے ہیں۔

## 3- اعمال کا حساب، جزا و سزا کا عقیدہ

58% نے "مکمل اتفاق" اور 42% نے "اتفاق" کیا یوں اس عقیدے پر بھی مکمل 100% اتفاق سامنے آیا۔ یہ اس حقیقت کی عکاسی کرتا ہے کہ نوجوانوں کے نزدیک انسان کے اعمال کا محاسبہ اور اس کے نتیجے میں جزا یا سزا کا تصور ایک یقینی اور سنجیدہ امر ہے۔ اس عقیدے کی موجودگی فرد کے کردار پر اثر انداز ہوتی ہے جو اخلاقی خود احتسابی، دیانت داری، اور ذمہ داری جیسے اوصاف کو جنم دیتی ہے۔

## 4- تصورِ آخرت اور سائنسی نقطہ نظر

اس نکتے پر 40% نے "مکمل اتفاق"، 50% نے "اتفاق" اور 10% نے "عدم اتفاق" کا اظہار کیا۔ یعنی 90% افراد اس نظریے کے حامی پائے گئے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اگرچہ اکثریت نے سائنسی اور مذہبی تصورِ آخرت کے امتزاج کو تسلیم کیا

تاہم 10% نوجوان اس پر تذبذب یا عدم اطمینان رکھتے ہیں۔ یہ فرق سائنسی تعلیم اور مذہبی شعور کے درمیان پائے جانے والے خلا یا مختلف فہم کی طرف اشارہ کرتا ہے جو مستقبل کی تحقیق میں گہرائی سے مطالعے کا تقاضا کرتا ہے۔

## 5۔ عقیدہ آخرت اور اچھی زندگی کا باہمی تعلق

اس سوال پر 58% نے "مکمل اتفاق"، 38% نے "اتفاق" اور 4% نے "عدم اتفاق" کا اظہار کیا، جس سے 96% مجموعی اتفاق سامنے آیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نوجوانوں کی بڑی تعداد عقیدہ آخرت کو بہتر طرز زندگی، مثبت رویوں اور نیک اعمال کا محرک تصور کرتی ہے۔ تاہم 4% افراد کا اختلاف اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کچھ افراد مذہب اور دنیاوی کامیابی کے درمیان تعلق کو مکمل طور پر ہم آہنگ نہیں سمجھتے جو سماجی یا فکری عوامل کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

## 6۔ فہم آخرت اور فکری تبدیلی

اس سوال پر 60% نے "مکمل اتفاق" اور 40% نے "اتفاق" ظاہر کیا، جس سے ایک بار پھر 100% اتفاق سامنے آیا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آخرت کے شعور نے فکری تبدیلی، غور و فکر کی عادت اور زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے شعور کو فروغ دیا ہے۔ یہ تبدیلی افراد کو نفع بخش سوچ، اخلاقی پختگی اور انسان دوست رویے اپنانے کی طرف مائل کرتی ہے۔

سروے کے نتائج سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پاکستانی نوجوانوں میں تصور آخرت نہ صرف ایک مضبوط مذہبی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ ان کے فکری، اخلاقی اور عملی رویوں پر گہرا اثر بھی ڈالتا ہے۔ قیامت کے وقوع، جزا و سزا اور آخرت کے شعور پر مکمل اتفاق اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عقائد نوجوانوں کی سوچ اور طرز زندگی کا اہم جزو بن چکے ہیں۔ نوجوان تصور آخرت کو صرف ایک فلسفیانہ نظریہ نہیں بلکہ مذہبی صداقت کے طور پر قبول کرتے ہیں جو ان کے اندر خود احتسابی، دیانت داری اور نیکی کی رغبت پیدا کرتا ہے۔ مزید یہ کہ عقیدہ آخرت کو اچھی زندگی کا محرک تصور کرنے والوں کی اکثریت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ یہ تصور فرد کو نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی بہتر کردار ادا کرنے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ تصور آخرت فکری تبدیلی، اخلاقی تربیت اور معاشرتی بہتری کے لیے ایک مؤثر محرک کی حیثیت رکھتا ہے۔

باب سوم۔ نوجوانوں کے کردار سازی پر تصور آخرت کے اثرات۔

فصل اول۔ تصور آخرت اور معاملات

فصل دوم۔ تصور آخرت اور اخلاقیات

فصل سوئم۔ تصور آخرت اور نفسیات



## باب سوم۔ انسانی کردار سازی پر تصور آخرت کے اثرات

تصور آخرت انسانی کردار سازی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ یہ انسان کے اخلاق، عادات اور طرز زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ تصور آخرت ایک فرد کے کردار کو سنوارتا ہے، اسے نیکی، دیانت، انصاف اور حسن اخلاق کا پابند بناتا ہے اور ایک بہتر انسان اور صالح معاشرہ تشکیل دینے میں مدد دیتا ہے۔

### فصل اول: تصور آخرت اور معاملات۔

اسلام میں معاملات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور یہ انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو شامل کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات ہر سطح پر انسان کو انصاف، ایمانداری، اخلاق اور خدا کے حقوق کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ ان معاملات میں فرد کی ذمہ داری صرف اپنے آپ تک محدود نہیں ہوتی بلکہ اس کے اعمال کا اثر اس کے ارد گرد کے لوگوں اور پورے معاشرے پر پڑتا ہے۔ تصور آخرت کا مطلب یہ ہے کہ انسان یہ یقین رکھے کہ مرنے کے بعد اس کی زندگی ختم نہیں ہوگی، بلکہ ایک اور دنیا میں وہ اپنے اعمال کا حساب دے گا۔

اسلام میں یہ عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور قرآن و حدیث میں بار بار اس پر زور دیا گیا ہے۔ یہی عقیدہ انسانی زندگی کے ہر پہلو خصوصاً معاملات لین دین، کاروبار، عدل و انصاف، وعدہ و فائی، امانت داری وغیرہ پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ اسلامی فقہ اور عمومی قانون میں معاملات کی مختلف زیلی شاخیں یا اقسام پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے کچھ اہم اور بنیادی شاخیں مالی امور کے متعلق ہے۔ لین دین میں شفافیت۔

اسلامی تعلیمات میں مالی معاملات، تجارت خرید و فروخت اور لین دین میں انصاف اور شفافیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ لین دین میں شفافیت کا نہ ہونا معاشرتی، اخلاقی اور مالیاتی سطح پر متعدد نقصانات کا سبب بنتا ہے۔ اسلام میں لین دین میں ایمانداری اور شفافیت پر زور دیا گیا ہے تاکہ معاملات درست، منصفانہ اور قابل اعتماد ہوں۔ جب لین دین میں شفافیت نہ ہو تو اس کے کئی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، لین دین میں شفافیت نہ ہونے سے افراد اور کاروباری اداروں کے درمیان اعتماد کا فقدان پیدا ہوتا ہے۔

جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ غیر شفاف طریقے سے معاملات کرتے ہیں تو فریب اور دھوکہ دہی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اس سے معاشرتی تعلقات میں دراڑ آتی ہے اور لوگ ایک دوسرے پر اعتماد کرنے سے کتراتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر ایمانداری، ناپ تول میں انصاف، دھوکہ دہی سے اجتناب اور سچائی کی تاکید کی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کی احادیث بھی اس حوالے سے واضح رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لین دین کو شفاف بنانے کے لیے سب سے لمبی آیت میں تحریری معاہدے اور گواہوں کی تاکید کی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبَ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيُكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَخْشَ مِنْهُ شَيْئًا<sup>1</sup>

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے وہ لکھے اور املا وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے یعنی قرض لینے والا اور اُسے اللہ، اپنے رب سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے۔“

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ تجارت اور لین دین میں انصاف کو برقرار رکھنا فرض ہے، کیونکہ یہ سماجی بھلائی اور اعتماد کے لیے ضروری ہے۔ لین دین میں شفافیت نہ ہونے سے معاشرتی سطح پر بد عنوانی کو فروغ ملتا ہے۔ جب افراد یہ دیکھتے ہیں کہ دھوکہ دہی، کرپشن اور غیر شفاف طریقے سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے تو وہ بھی ایسے طریقوں کو اختیار کرتے ہیں جس سے پورے معاشرے میں اخلاقی انحطاط آتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

(عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بَوْرَكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَبَا وَكَذَبَا مُحِقَّتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)<sup>2</sup>

<sup>1</sup> البقرة: 282

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب إذا خیر أحدہما صاحبہ بعد البیع فقد وجب البیع، حدیث: 2082

ترجمہ۔ "بیچنے والا اور خریدنے والا (معاہدہ مکمل کرنے) کا اختیار رکھتے ہیں جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں۔ پس اگر وہ سچ بولیں اور (مال کی حقیقت) واضح کریں تو ان کے لین دین میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور چھپائیں تو ان کے لین دین کی برکت ختم کر دی جاتی ہے۔"

اسلام میں تجارت کو محض لین دین کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور دینی ذمہ داری بھی قرار دیا گیا ہے۔ اسی لیے معاہدے کی پابندی اور وعدے کو پورا کرنا تجارت کا ایک لازمی اصول ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔

(عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)<sup>1</sup>

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ سب موجود ہوں، وہ خالص منافق ہے، اور جس میں ان میں سے ایک ہو، تو اس میں نفاق کی ایک علامت ہے، جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے، اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔"

یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ معاہدہ توڑنا نفاق کی علامت ہے اور ایک سچے مسلمان کو ہمیشہ اپنے معاہدوں کی پاسداری کرنی چاہیے۔

## ناپ تول میں کمی نہ کرنا:

اسلام میں عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے اور تجارت میں ناپ تول میں کمی کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔ یہ نہ صرف ایک

اخلاقی جرم ہے بلکہ اللہ کے عذاب کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ناپ تول میں کمی کی ممانعت پر آیات موجود ہے

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ

أَنَّهُمْ مَّبْعُوثُونَ ۝ لِّيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾<sup>2</sup>

<sup>1</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب النِّظام، باب إِذَا خَاصَمَ فُجِرَ، حدیث: 2459

<sup>2</sup> المطففين: 1-6

ترجمہ: "تباہی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے، جو جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کے لیے ناپ پتہ یا تولتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ انہیں ایک بڑے دن (قیامت) کے لیے اٹھایا جائے گا؟ جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔" یہ آیات بتاتی ہیں کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت اور قیامت کے دن شدید پکڑ ہے۔ سورہ ہود میں اللہ کا حکم ہے:

﴿وَلْيَقُومُوا فِي الْبَيْزَانِ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اور اے برادران قوم، ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھٹانہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھر و"

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ انصاف کے ساتھ ناپ تول کرنا ضروری ہے اور اس میں کمی کرنا ظلم اور فساد کے مترادف ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان: ناپ تول پورا کرنے کا حکم دیا ہے:

(عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا)<sup>2</sup>

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو ہم میں سے دھوکہ دے، وہ ہمارا نہیں ہے۔" اس حدیث میں غش یعنی دھوکہ دہی کو اتنا شدید جرم قرار دیا گیا ہے کہ اسے دائرۂ امت سے خارج کرنے کے مترادف گردانا گیا ہے۔ جب انسان آخرت کے تصور پر ایمان رکھتا ہے اور اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ اسے اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے تو وہ کسی بھی قسم کے فریب، جھوٹ یا بددیانتی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو تصور آخرت انسان کے اخلاقی رویوں کو سنوارنے اور سچائی، انصاف اور دیانت پر مبنی ایک معاشرہ تشکیل دینے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ نوجوان نسل میں اگر اس تصور کو بیدار کیا جائے تو وہ ذاتی مفاد کی خاطر دوسروں کے حقوق پر ڈاکا ڈالنے سے باز رہیں گے اور ایک ذمہ دار، باکردار اور نفع بخش شہری کے طور پر معاشرے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔

<sup>1</sup> ہود: 85

<sup>2</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: «مَنْ عَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، حدیث: 282

پاکستان میں ناپ تول میں کمی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ خاص طور پر بازاروں، پٹرول پمپس اور عام تجارتی لین دین میں دیکھنے کو ملتا ہے، جہاں دکاندار یا تاجر مقررہ مقدار سے کم سامان یا ایندھن فراہم کرتے ہیں۔

## ناجائز منافع خوری اور ذخیرہ اندوزی

اسلام میں تجارت کو حلال اور برکت والا پیشہ قرار دیا گیا ہے مگر دھوکہ، ناجائز منافع خوری، اور ذخیرہ اندوزی کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔ ناجائز منافع خوری سے مراد یہ ہے کہ مصنوعی قلت پیدا کر کے اشیاء کی قیمتوں میں بلاوجہ اضافہ کرنا۔ گاہکوں کی مجبوری سے زیادہ قیمت وصول کرنا اور ملاوٹ یا دھوکہ دہی سے کم قیمت کی چیز مہنگے داموں بیچنا۔ اس کی ممانعت پر قرآن میں آیت موجود ہے

﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔"

"یہ آیت واضح کرتی ہے کہ ذخیرہ اندوزی اور مصنوعی قلت پیدا کرنا زمین میں فساد پھیلانے کے مترادف ہے۔ ناجائز منافع خوری اور ذخیرہ اندوزی کی ممانعت پر احادیث موجود ہے:

(قَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ)<sup>2</sup>

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذخیرہ اندوزی صرف گناہگار شخص ہی کرتا ہے۔"

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا گناہگار اور اللہ کی ناراضگی کا مستحق ہے۔ ذخیرہ اندوزی سے انسان اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے جو کہ ایک انتہائی سنگین وعید ہے۔

ذخیرہ اندوزی ایک غیر اسلامی، غیر اخلاقی اور غیر قانونی عمل ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک سخت گناہ ہے جس کے مرتکب کو اللہ کی رحمت سے محرومی اور آخرت میں عذاب کی وعید دی گئی

<sup>1</sup> الشعراء: 183

<sup>2</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب النساۃ، باب تحریم الاحکار فی الاقوات، حدیث: 4122

ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دیانت داری کے ساتھ تجارت کریں اور ایسے کسی بھی عمل سے بچیں جو عوام کو تکلیف اور نقصان پہنچائے۔

پاکستان میں ذخیرہ اندوزی ایک سنگین مسئلہ ہے جو مہنگائی اور عوامی مشکلات کا سبب بنتا ہے۔ یہ مسئلہ زیادہ تر اشیائے خورد و نوش دواؤں اور دیگر ضروری سامان میں دیکھا جاتا ہے جہاں تاجر اور مافیاز مصنوعی قلت پیدا کر کے زیادہ منافع کماتے ہیں۔ قوانین موجود ہیں، لیکن ان کا موثر نفاذ نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے لوگ بے خوف ہو کر ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں زیادہ تر لوگ ذخیرہ اندوزوں کے خلاف شکایت درج نہیں کراتے، جس سے یہ عمل بڑھتا ہے۔

### چیزوں میں نقص نہ چھپانا

اسلام میں تجارت کی بنیاد عدل، انصاف، دیانت داری اور دوسروں کے حقوق کا احترام ہے۔ نقص چھپانے کا عمل ان اصولوں کے خلاف ہے، چیزوں میں نقص چھپانا بنیادی طور پر اخلاقی، روحانی اور معاشی سطح پر نقصان دہ ہے۔ چیزوں میں نقص چھپانے سے خریدار کو نقصان پہنچتا ہے۔ جب کسی چیز کے عیب کو جان بوجھ کر چھپایا جاتا ہے، تو یہ اس کی قیمت یا کارکردگی پر منفی اثر ڈال سکتا ہے، اور خریدار کا اعتماد کم ہو سکتا ہے۔ اس سے مارکیٹ میں دھوکہ دہی کا رجحان بڑھتا ہے جو آخر کار معیشت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ وہ باہمی رضامندی کی تجارت ہو۔" یہ آیت دھوکہ دہی، خیانت اور فریب سے منع کرتی ہے، اور عیب چھپانا بھی فریب کی ایک صورت ہے۔ دھوکہ دینے کی ممانعت میں حدیث ہے:

(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ مَرَّ عَلَى صُبْرَةٍ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَتَلَّتْ أَصَابِعُهُ بَدَلًا فَقَالَ: مَا هَذَا يَا صَاحِبَ

الطَّعَامِ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّبَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي)<sup>1</sup>

ترجمہ: "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک غلے کے ڈھیر پر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس میں ہاتھ

ڈالا تو اندر سے گیلا پایا۔ فرمایا: یہ کیا ہے اے غلے کے مالک؟ اس نے کہا: اسے بارش لگ گئی ہے اے اللہ کے رسول!

آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اسے اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگ دیکھ سکیں؟ جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہیں کہ دھوکہ دہی اور عیب چھپانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور خرید و فروخت میں دیانت داری ضروری ہے۔ دھوکہ دہی کے معاشرے پر بہت سے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو سماجی، اخلاقی اور معاشی سطح پر تباہ کن ثابت ہو سکتے ہیں۔ دھوکہ دہی معاشرتی اعتماد کو تباہ کر دیتی ہے۔ جب لوگ ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں کرتے، تو تعلقات کمزور ہو جاتے ہیں اور اجتماعی ترقی رک جاتی ہے۔

دھوکہ دہی کی زیادتی سے معاشرے میں بے چینی، بدگمانی اور نفرت پیدا ہوتی ہے، جو سماجی انتشار اور ٹکراؤ کا باعث بن سکتی ہے۔ نظام عدل کی کمزوری جب دھوکہ دہی عام ہو جائے تو عدالتی نظام پر بھی اثر پڑتا ہے۔ لوگ انصاف پر اعتماد کھو دیتے ہیں اور اپنی فلاح کے لیے ناجائز طریقے اپنانے لگتے ہیں۔ دھوکہ دہی کی وجہ سے کاروباری ادارے نقصان اٹھاتے ہیں کیونکہ صارفین اور سرمایہ کاروں کا اعتماد مجروح ہوتا ہے۔ معاشی نظام متاثر ہوتا ہے، رشوت اور بدعنوانی بڑھتی ہے جس کے نتیجے میں غربت اور بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔

دھوکہ دہی صرف انفرادی نقصان تک محدود نہیں رہتی بلکہ پورے معاشرے کے اخلاقی، سماجی، معاشی اور نفسیاتی نظام کو متاثر کرتی ہے۔ اس کے سدباب کے لیے ایمانداری، دیانت داری اور انصاف کو فروغ دینا ضروری ہے۔

## حلال اور حرام میں تمیز

حلال کمائی سے مراد وہ آمدنی یا ذریعہ معاش ہے جو اسلامی شریعت کے اصولوں کے مطابق حاصل کی جائے یعنی جو جائز، پاکیزہ دیانتدارانہ اور حلال طریقوں سے کمائی گئی ہو۔ اس میں دھوکہ، سود، رشوت، جھوٹ، ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی، اور کسی بھی ناجائز یا حرام کام سے حاصل کی گئی رقم شامل نہیں ہوتی ہے حلال و حرام میں فرق نہ کرنا صرف دنیاوی نہیں بلکہ روحانی طور پر بھی نقصان دہ ہے۔ حرام کاموں کے نتیجے میں انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اللہ کی رضا سے دور ہوتا ہے۔ نماز، عبادات اور

<sup>1</sup>مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: «من غشنا فلیس منا»، حدیث 284

روحانی ترقی میں کمی آتی ہے کیونکہ حرام رزق یا عمل انسان کو اللہ کی قریب نہیں آنے دیتا۔ اس کے علاوہ، حرام اعمال انسان کو آخرت میں عذاب کا شکار بنا سکتے ہیں۔

جب لوگ حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے، تو معاشرے میں انصاف کی کمی آتی ہے۔ فرد یا گروہ دوسرے لوگوں کے حقوق کا استحصال کرتے ہیں، اور اس سے معاشرتی توازن خراب ہو جاتا ہے۔ انصاف کے اصولوں کی خلاف ورزی کے نتیجے میں ظلم و زیادتی بڑھتی ہے اور یہ پورے معاشرے کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو، اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔"

یہ آیت معاشی اور سماجی انصاف کے متعلق ایک بنیادی اصول بیان کرتی ہے جو اسلام کی معیشتی تعلیمات کا لازمی جزو ہے۔ اس میں مالی لین دین، تجارت، ناجائز ذرائع سے بچاؤ اور انسانی جان کے تحفظ کے متعلق واضح ہدایات دی گئی ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے:

( قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا )<sup>2</sup>

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔"

یہ حدیث اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی اعمال مقبول ہیں جو نیت، ذریعہ اور مقصد ہر لحاظ سے خالص اور پاکیزہ ہوں۔ اس حدیث کا گہرا تعلق تصور آخرت سے ہے کیونکہ جب انسان اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ اس کا ہر عمل اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا تو وہ اپنے اعمال کو ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے پاک رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

<sup>1</sup> النساء: 29

<sup>2</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتر بیتھا، حدیث: 2346



اس میں نہ صرف عبادات بلکہ لین دین، صدقہ، کمائی، گفتار اور کردار سب شامل ہیں۔ یہ حدیث نوجوانوں کو اس امر کی ترغیب دیتی ہے کہ وہ صرف اعمال کا ظاہر نہ دیکھیں بلکہ ان کی روح اور نیت کو بھی خالص رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہری نمود سے زیادہ باطنی طہارت کو دیکھتا ہے۔ اس فہم کے فروغ سے فرد میں اخلاقی ذمہ داری اور دیانت کا شعور پیدا ہوتا ہے جو ایک صالح اور ترقی یافتہ معاشرے کی بنیاد ہے۔ کسب حلال نہ صرف دنیا میں کامیابی کی ضامن ہے بلکہ یہ آخرت میں بھی انسان کے عمل کو نیکی کی طرف مائل کرتا ہے اور اللہ کی رضا کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

صاحب تفسیر الکوش لکھتے ہیں "شریعت کی نظر میں باطل اس عمل کو کہتے ہیں جس میں کوئی معقول مفاد نہ ہو۔ جس عمل میں فرد اور معاشرے کے لیے اصولاً مصلحت نہ ہو، وہ باطل ہے۔ باطل طریقے سے مال کھانے سے مراد یہ ہے کہ جائز معاوضے کے بغیر کسی کا مال ہتھیا لیا جائے۔ مثلاً سود، قمار بازی وغیرہ، جن میں کسی دوسرے کا مال معقول معاوضے کے بغیر ہتھیا لیا جاتا ہے۔"<sup>1</sup>

اس سے واضح ہوتا ہے تصور آخرت انسان کو حلال کمائی پر توجہ دینے کے لیے مختلف طریقوں سے متوجہ کرتا ہے۔ اس کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے جبکہ آخرت کی زندگی ابدی ہے، اور وہاں ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ حلال اور حرام کمائی کا فرق آخرت میں انسان کی نجات یا ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے تصور آخرت اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ جو کچھ انسان دنیا میں کماتا ہے اس پر قیامت کے دن سوال ہو گا۔ اگر کمائی حلال ہو گی تو وہ باعثِ برکت اور نجات کا ذریعہ بنے گی اور اگر حرام ہو گی تو وہ عذاب کا باعث ہو گا۔

## رشوت سے پرہیز

اسلامی تعلیمات میں رشوت کا عمل نہایت سختی سے ممنوع قرار دیا گیا ہے اور اسے معاشرتی فساد، نا انصافی اور معاشی استحصال کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ

تَعْلَمُونَ﴾<sup>2</sup>

<sup>1</sup> نجفی، محسن علی، تفسیر الکوش، البلاغ القرآن 2018 جلد دوم ص نمبر 44

<sup>2</sup> البقرة: 188

ترجمہ: "اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ ہی ان کو حاکموں تک پہنچاؤ تاکہ تم لوگوں کے مال ایک گناہ کے ساتھ کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔"

یہ آیت رشوت اور دوسرے لوگوں کے مال کو باطل طریقے سے حاصل کرنے کی ممانعت کرتی ہے۔ اس میں خاص طور پر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ رشوت دینے اور لینے والے اپنے مال کو ناحق طریقے سے حاصل کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ گناہ اور ظلم کا مرتکب ہوتے ہیں۔ رشوت دینے اور لینے والے دونوں کو اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اس گناہ سے بچیں۔ یہ آیت رشوت کو باطل طریقہ اور گناہ کے طور پر بیان کرتی ہے اور اس میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اس سے بچنا ضروری ہے۔ اس آیت کی روشنی میں رشوت لینا اور دینا اسلام میں قطعی طور پر حرام ہے

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرّاشِيَّ وَالْمُرْتَشِيَّ)<sup>1</sup>

ترجمہ "رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی"

رشوت ایک سنگین گناہ ہے جو معاشرے میں عدل و انصاف کو ختم کرتی ہے۔ اسلام نے اسے سختی سے منع کیا ہے اور رشوت دینے والے، لینے والے اور اس کے انتظام کرنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ رشوت کے اثرات صرف فرد تک محدود نہیں رہتے بلکہ پورے معاشرے کو خاموشی سے اندر سے کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ یہ نقصانات بظاہر نظر نہیں آتے لیکن معاشرے کی بنیادوں کو کمزور کر دیتے ہیں۔

رشوت کی بنیاد پر فیصلے ہونے لگیں تو حق دار کو حق نہیں ملتا۔ یہ عدالتی اور انتظامی نظام کو بگاڑ دیتا ہے اور مظلوم کی آواز دب جاتی ہے۔ جب رشوت کے ذریعے نالائق لوگ اہم عہدوں پر آجائیں تو اہل اور محنتی افراد پیچھے رہ جاتے ہیں جس سے ترقی رک جاتی ہے۔ لوگ نظام پر اعتماد کھو دیتے ہیں۔ اگر انہیں یقین ہو جائے کہ "پیسہ چلے گا، حق نہیں" تو وہ قانون پر بھروسہ چھوڑ دیتے ہیں۔ غریب رشوت نہیں دے سکتا اس لیے وہ محرومی کا شکار ہوتا ہے۔ دولت مند غیر قانونی طریقوں سے آگے نکل جاتا ہے جس سے معاشرے میں طبقاتی تقسیم بڑھتی ہے۔

<sup>1</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب الأحکام، باب ما جاء فی الرّاشی والمرتشی فی الحکم، حدیث: 1337

عقیدہ آخرت انسان کو یہ یقین دلاتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کا ہر عمل، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس احساسِ جو ابد ہی سے انسان رشوت جیسے گناہ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کی سزا سے بچا جاسکتا ہے مگر آخرت کی گرفت سے نہیں۔ رشوت عام طور پر اس وقت دی جاتی ہے جب انسان سمجھتا ہے کہ کوئی اسے نہیں دیکھ رہا لیکن عقیدہ آخرت یہ سکھاتا ہے کہ اللہ ہر وقت دیکھ رہا ہے اور قیامت کے دن ہر عمل کا حساب ہو گا۔ یہ احساس دل میں خوفِ خدا پیدا کرتا ہے جو انسان کو گناہ سے روکنے میں مدد دیتا ہے۔ جب ایک فرد آخرت کے عقیدے کو سنجیدگی سے لیتا ہے تو وہ نہ صرف خود رشوت سے بچتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی برائی بتاتا ہے۔ اس سے معاشرے میں ایک مثبت رجحان پیدا ہوتا ہے جو مجموعی طور پر رشوت کے خاتمے کی طرف لے جاتا ہے۔

### سود (ربا) سے اجتناب

عقیدہ آخرت کا سود سے بچنے میں گہرا تعلق اور اثر ہوتا ہے۔ آخرت پر ایمان انسان کے مالی معاملات، خاص طور پر سود جیسے گناہ سے بچنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے سود بظاہر ایک آسان اور منافع بخش ذریعہ لگتا ہے لیکن آخرت پر یقین رکھنے والا جانتا ہے کہ چند لمحوں کا فائدہ ہمیشہ کی ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔ اسی لیے وہ سودی کاروبار سے بچتا ہے، چاہے دنیاوی لحاظ سے نقصان ہو۔ عقیدہ آخرت ایک داخلی نگرانی کا نظام جو انسان کو دنیاوی حرص، لالچ، اور ناجائز کمائی جیسے سود سے روکنے میں مدد دیتا ہے۔ جو شخص آخرت پر سچا یقین رکھتا ہے وہ سودی نظام سے بچنے کی پوری کوشش کرتا ہے چاہے اس کے لیے دنیاوی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّا الْبَائِعُونَ مِثْلُ

الرِّبَا ۖ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۚ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "مگر جو لوگ سود کھاتے ہیں اُن کا حال اُس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو اور اس حالت میں اُن کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام"

یہ آیت نہ صرف سود کی حرمت کا اعلان ہے بلکہ سودی نظام کے خطرناک روحانی اثرات کو بھی واضح کرتی ہے۔ جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کے حکم کی عزت کرتا ہے وہ اس حرام عمل سے ضرور بچے گا۔  
یہ بات واضح کر دی گئی کہ کسی عمل کے حلال یا حرام ہونے کا دار و مدار انسانی عقل یا منطق پر نہیں بلکہ اللہ کے حکم پر ہے۔ سود بظاہر نفع دیتا ہے لیکن یہ ظلم، استحصال اور عدل کے خلاف ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

(لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْلَ الرِّبَا وَمُؤْكَلَهُ وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدِيهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ)<sup>1</sup>

ترجمہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود دینے والے اس کا حساب لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا: یہ سب برابر ہیں۔"

یہ حدیث سودی نظام کی سنگینی کو واضح ترین انداز میں بیان کرتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف سود لینے والے کو ہی نہیں بلکہ اس میں کسی بھی درجے پر تعاون کرنے والے تمام افراد چاہے وہ سود دینے والے ہوں اس کا حساب کتاب لکھنے والے ہوں یا گواہ سب کو برابر درجے کا گناہ گار قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سود صرف ایک مالی جرم نہیں بلکہ ایک اخلاقی و اجتماعی فساد بھی ہے جو پورے معاشرتی نظام کو متاثر کرتا ہے۔ چونکہ سود کا لین دین عام طور پر باہمی رضامندی سے ہوتا ہے بظاہر اس میں ظلم نظر نہیں آتا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جامع حدیث نے اس "ظاہری رضا" کے پیچھے چھپے ہوئے نظامی استحصال کو بے نقاب کر دیا ہے۔  
مفتی محمد تقی عثمانی سودی نظام کے معاشرتی نقصانات کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سود کا معاملہ درحقیقت ایک ایسا نظام ہے جس میں ایک فریق بغیر کسی محنت کے صرف اس بنیاد پر نفع حاصل کرتا ہے کہ اس کے پاس سرمایہ ہے جبکہ دوسرا فریق نقصان اور بوجھ اٹھاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن نے سود کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔"<sup>2</sup>

<sup>1</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب المساقاة باب لعن أكل الربا ومؤكله، حدیث 4093

<sup>2</sup> عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، مکتبہ دارالعلوم کراچی، 2010ء، ص 129

اس اقتباس کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ سودی نظام صرف معاشی پہلو ہی نہیں رکھتا بلکہ اس کے اخلاقی اور دینی اثرات بھی نہایت گہرے ہیں۔ مفتی تقی عثمانی کے مطابق سود ایک ایسا استحصالی نظام ہے جو انسانی عدل، مساوات اور ہمدردی جیسے اخلاقی اصولوں کی نفی کرتا ہے۔ اس میں نفع حاصل کرنے والا فریق محض اپنے سرمایہ کی بنیاد پر فائدہ اٹھاتا ہے جبکہ محنت و خطرہ کا تمام بوجھ قرض لینے والے پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں معاشی عدل کی بنیاد یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونوں فریقین کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم ہوں اور کسی بھی معاملے میں ظلم یا یک طرفہ مفاد کو برداشت نہ کیا جائے۔ سود چونکہ اس اصول کے خلاف ہے۔

اسلامی تصور آخرت کے مطابق ہر فرد کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، اور جس عمل پر اللہ کے رسول نے لعنت فرمائی ہو اس کا انجام قیامت کے دن نہایت سنگین ہو گا۔ یہ تصور انسان کو سودی معاملات سے بچنے پر آمادہ کرتا ہے کیونکہ سود نہ صرف دنیاوی استحصال کا ذریعہ ہے بلکہ اخروی خسارے کا سبب بھی ہے۔

### قرض حسنہ کی فراہمی

قرض کی فراہمی معاشی نظام کا ایک اہم جزو ہے، جو افراد اور کاروباری اداروں کے درمیان مالی وسائل کی منتقلی کا ذریعہ فراہم کرتی ہے۔ اس پر مختلف فقہی آراء اور اصول ہیں جو قرض کی نوعیت، اس کے لین دین کے طریقوں، اور اس کے اخلاقی پہلو کو واضح کرتے ہیں۔ اسلام میں قرض دینے کی عمل کو ایک اہم عبادت اور انسانی اخلاقی ذمہ داری کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ قرض ایک ایسی مالی مدد ہے جسے ایک فرد دوسرے فرد کو وقت کی مخصوص مدت کے لیے واپس کرنے کی شرط پر فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں قرض کو نہ صرف ایک مالی لین دین بلکہ دینی اور اخلاقی عمل سمجھا جاتا ہے جس کا مقصد انسانوں کے درمیان تعاون اور ہمدردی کو فروغ دینا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾<sup>1</sup>

"کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ اچھا قرض، تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس دے اور اُس کے لیے بہترین اجر ہے"

اس آیت میں قرض حسنہ دینے کو ایک نیک عمل اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں قرض دینے کا عمل نہ صرف دنیاوی فائدے کا سبب بنتا ہے بلکہ آخرت میں انعامات کا باعث بھی بنتا ہے۔

تصورِ آخرت انسان کو قرض دینے میں اخلاقی ذمہ داری اور اللہ کی رضا کو اولین ترجیح دینے کی ترغیب دیتا ہے جو اسلامی معاشرت میں انصاف، ہمدردی اور معاشی توازن کو فروغ دیتا ہے۔

اس آیت میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ قرض دینے والوں کو آخرت میں اللہ کی طرف سے بے شمار انعامات ملیں گے۔ یہ تصور افراد کو قرض کے عمل میں مخلصی اور نیک نیتی کے ساتھ شامل کرتا ہے تاکہ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے قرض دیا جائے نہ کہ دنیاوی فوائد کے لیے۔ یہ تصور فرد کو دنیاوی معاملات میں انصاف، ہمدردی اور اللہ کے راستے پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے، جو کہ تصورِ آخرت کی بنیاد پر اخلاقی طرز عمل کا حصہ بنتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ أَعَارَ مَالًا فَأَعَارَهُ اللَّهُ أَوْ بَعَثَ فِي لَهُ حَسَنَاتٍ إِلَى أَنْ قَالَ وَإِنَّ اللَّهَ يُطْعِمُهُ فِي الْآخِرَةِ)<sup>1</sup>

ترجمہ "جو شخص اللہ کی رضا کے لئے کسی مسلمان کو قرض حسنہ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس کے قرض کی اصل کے ساتھ ساتھ سو گنا زیادہ دے گا۔"

اس حدیث کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ قرض حسنہ صرف دنیا میں مالی مدد کا ذریعہ نہیں بلکہ آخرت میں اللہ کی رضا اور اللہ کے انعامات کا حصول بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں قیامت کے دن سو گنا زیادہ انعام کا وعدہ فرمایا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ قرض دینے کا عمل اللہ کی رضا کے حصول اور اخروی انعامات کا ذریعہ ہے۔

یہ تصورِ آخرت کو مضبوط کرتا ہے کیونکہ قرض دینے والا فرد یقین رکھتا ہے کہ اس کا قرض اللہ کی طرف سے جزا کا مستحق بنے گا اور قیامت کے دن اس کی جزا سو گنا زیادہ ہوگی۔

<sup>1</sup>مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب مَنْ أَعَارَ مَالًا، حدیث: 2310

اس حدیث کے مطابق، تصورِ آخرت انسان کو قرض دینے کے عمل میں مخلصی اور اللہ کے انعامات کا تصور دے کر ابھارتا ہے۔ یہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ فرد جو قرض دیتا ہے، وہ نہ صرف دنیا میں فائدے کی توقع کرتا ہے بلکہ قیامت کے دن اللہ کے وعدے کے مطابق انعامات کی امید بھی رکھتا ہے۔ اس سے فرد کا عمل اخروی کامیابی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

## تصورِ آخرت اور نکاح

یہ وہ معاملات ہیں جو افراد کے باہمی تعلقات اور رابطوں سے متعلق ہے۔ تصورِ آخرت انسان کی روحانیت اور اخلاقی طرزِ زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے، اور یہی تصور اُس کے معاشرتی تعلقات اور نکاح جیسے اہم معاملات کو بھی متاثر کرتا ہے۔ جب فرد آخرت کے دن کی جواب دہی اور اللہ کی رضا کو مد نظر رکھتا ہے تو اُس کے فیصلے اور عمل زیادہ اخلاقی، دینی اور مستحکم ہوتے ہیں۔

تصورِ آخرت کی بنیاد پر انسان اپنی دنیوی زندگی کے اعمال میں اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کو اہمیت دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں جب ایک شخص نکاح کے بارے میں سوچتا ہے، تو وہ صرف دنیاوی فائدے یا جسمانی خواہشات کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے فیصلوں میں دینی اصولوں اور اخلاقی تقاضوں کو پیش نظر رکھتا ہے۔ یہ تصور اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ نکاح نہ صرف دنیاوی سکون کا ذریعہ ہے بلکہ آخرت میں کامیابی کے لئے بھی ایک ذریعہ بن سکتا ہے۔

جب فرد نکاح کرتا ہے تو اس کا مقصد صرف مادی فائدہ یا جسمانی خواہشات نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کی رضا کے لئے اس رشتہ کو قائم کرتا ہے۔ ایک شخص جو تصورِ آخرت رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ نکاح ایک عبادت ہے اور وہ اس رشتہ میں انصاف، ہمدردی اور وفاداری جیسے اصولوں کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ یہ رشتہ اللہ کے راستے میں ایک نیک عمل بن سکے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ

يَتَفَكَّرُونَ<sup>1</sup>

ترجمہ: "اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے

ہیں"

اس آیت میں نکاح کو ایک اللہ کی آیت اور نیکی کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ تصورِ آخرت کے تحت، انسان یہ سمجھتا ہے کہ نکاح ایک ایسی اللہ کی رحمت ہے جس کے ذریعے وہ اپنی روحانیت کو مستحکم کرتا ہے اور اپنی دینی ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے۔ جب تصورِ آخرت کو زندگی میں شامل کیا جاتا ہے، تو نکاح کی پائیداری اور مضبوطی پر بھی اثر پڑتا ہے۔ ایک شخص جو یقین رکھتا ہے کہ وہ آخرت میں اللہ کے سامنے جو ابدہ ہے وہ اپنی ازدواجی زندگی میں مشکلات کے باوجود اپنے رشتہ کو استحکام دینے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ سختیوں یا مشکلات کے باوجود اپنی بیوی یا شوہر کے ساتھ عزت، محبت، اور احترام سے پیش آتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال کی آخرت میں جزا ملے گی۔ اسلام میں نکاح کو ایک مقدس رشتہ اور خاندانی استحکام کا ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ قرآن میں فرمایا:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ

عَلِيمٌ ۝<sup>1</sup>

ترجمہ: "اور تم میں سے جو غیر شادی شدہ ہیں اور تمہارے غلام اور تمہاری باندیاں ہیں ان کا نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اللہ بہت وسیع اور جاننے والا ہے۔"

اس آیت میں غریبوں اور غیر شادی شدہ افراد کو نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے مالی حالات کو بہتر بنائے گا۔ یہ آیت معاشرتی ذمہ داری اور انصاف کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ تصورِ آخرت کے تناظر میں اس آیت کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ نکاح کا مقصد صرف ذاتی سکون نہیں بلکہ معاشرتی فلاح اور آخرت میں کامیابی بھی ہے۔ یہ آیات نکاح کے بارے میں اسلامی تعلیمات کو واضح کرتی ہیں اور تصورِ آخرت کی روشنی میں انسان کو اپنی ازدواجی زندگی میں اللہ کی رضا اور اخلاقی اصولوں کو اہمیت دینے کی ترغیب دیتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نکاح کے متعلق فرمایا:

(النِّكَاحُ سُنَّتِي فَمَنْ رَاغَبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي)<sup>2</sup>

<sup>1</sup> النور: 32

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب النِّكَاح، باب الترغیب فی النِّكَاح، حدیث: 5063



ترجمہ "نکاح میری سنت ہے جو شخص میری سنت سے منہ موڑتا ہے وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ نکاح ایک مقدس عمل ہے جو سنت نبوی کے تحت کیا جاتا ہے۔ جب ایک مسلمان تصورِ آخرت کو اپنی زندگی کا حصہ بناتا ہے، تو وہ اپنی ازدواجی زندگی میں اللہ کی رضا کو اولین ترجیح دیتا ہے۔ اس کا مقصد صرف دنیوی سکون یا جسمانی خواہشات کا حصول نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے نکاح کو ایک عبادت کے طور پر لیتا ہے جس کا مقصد اللہ کے حکم کی پیروی کرنا اور آخرت میں انعام حاصل کرنا ہوتا ہے۔ تصورِ آخرت یہ سکھاتا ہے کہ دنیا میں کیے گئے ہر عمل کا آخرت میں حساب ہوگا۔ اسی لیے ایک شخص جو نکاح کرتا ہے، وہ اپنی ذمہ داریوں کو دینی اور اخلاقی معیار پر پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ اللہ کے سامنے جوابدہ نہ ہو۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نکاح ایک ایسا عمل ہے جس میں فرد اللہ کے حکم کی پیروی کرتا ہے اور اخلاقی اصولوں پر عمل کرتا ہے۔ تصورِ آخرت کا اثر نکاح کے اخلاقی پہلو پر بھی پڑتا ہے۔ ایک شخص جو تصورِ آخرت رکھتا ہے وہ اپنی ازدواجی زندگی میں عدل، انصاف، محبت، اور ہمدردی کو فروغ دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے اعمال کا حساب آخرت میں ہوگا۔ نکاح کو صرف دنیاوی تعلقات کا ذریعہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ یہ ایک روحانی اور اخلاقی ذمہ داری بھی ہے

### تصورِ آخرت کا طلاق پر اثر

طلاق ایک ایسا سماجی و شرعی مسئلہ ہے جو نہ صرف دو افراد بلکہ دو خاندانوں کو متاثر کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں طلاق کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور تصورِ آخرت اس معاملے میں ایک نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جب انسان مرنے کے بعد حساب و کتاب، جزا و سزا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہی کا قائل ہوتا ہے تو اس کی سوچ، رویے اور فیصلے بھی اسی عقیدے کی روشنی میں ترتیب پاتے ہیں۔ اسلام میں نکاح کو ایک مقدس بندھن اور طلاق کو ایک آخری حل کے طور پر دیکھا گیا ہے۔

قرآن و حدیث میں طلاق کے احکام دیے گئے ہیں لیکن ساتھ ہی عدل، صبر، اور حسن سلوک پر زور دیا گیا ہے۔ تصورِ آخرت رکھنے والا شخص اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ وہ اپنی بیوی یا شوہر کے ساتھ انصاف کرے، اور علیحدگی کی صورت میں بھی اللہ کے حضور جواب دہ ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ الطلاق کی پہلی آیت میں نہ صرف طلاق کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ تقویٰ اور اللہ سے ڈرنے کی ہدایت بھی کی گئی ہے :

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ<sup>1</sup> وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ<sup>1</sup>"

ترجمہ: اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے لیے طلاق دیا کرو اور عدت کے زمانے کا ٹھیک ٹھیک شمار کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے

اس آیت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ طلاق کا عمل بھی محض ایک دنیاوی معاملہ نہیں بلکہ اس میں تقویٰ، عدل اور اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور شامل ہونا چاہیے۔ جب ایک فرد آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اس بات کا قائل ہوتا ہے کہ اسے ہر چھوٹے بڑے عمل کا حساب دینا ہے تو وہ طلاق جیسے نازک فیصلے میں بھی احتیاط، عدل اور احسان کو ملحوظ رکھتا ہے۔

تصورِ آخرت کا یہ یقین فرد کو اس بات سے روکتا ہے کہ وہ طلاق کے عمل میں ظلم، زیادتی یا جذباتی انتقام کا رویہ اختیار کرے۔ یوں آخرت کا شعور انسان کے رویے کو سنوارتا ہے اور ازدواجی زندگی کے فیصلوں میں بھی ذمہ داری اور اخلاقی وقار پیدا کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

( قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْغَضُ الْحَلَائِلِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ<sup>2</sup> )

ترجمہ: "اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔"

یہ حدیث اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ اگرچہ طلاق ایک جائز عمل ہے اور کسی شخص کو اس کا حق دیا گیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب سے ناپسندیدہ حلال عمل ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طلاق ایک انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے، اور صرف آخری حل کے طور پر ہی اس کی اجازت ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ہر عمل کا حساب و کتاب آخرت میں دینا ہوگا، اور اس حدیث میں بھی یہی پیغام ہے۔ اگر ایک فرد تصورِ آخرت رکھتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ اسے ہر عمل کا حساب دینا ہے تو وہ اس بات سے آگاہ ہوتا ہے کہ طلاق جیسے ناپسندیدہ عمل کو اختیار کرنے کے بعد اس کے لیے اللہ کے سامنے جواب دہی

<sup>1</sup> الطلاق: 1

<sup>2</sup> ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد کتاب تفریع أبواب الطلاق، دار السلام ریاض، 2008ء حدیث: 2178

ضروری ہوگی۔ اس شعور کے نتیجے میں وہ طلاق دینے کے فیصلے کو بڑی احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ لے گا اور طلاق کے دوران بھی اللہ کی رضا کو مد نظر رکھے گا۔

پاکستانی معاشرے میں طلاق کو ایک سماجی بدنامی کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اکثر طلاق یافتہ افراد کو معاشرتی سطح پر منفی نظر سے دیکھا جاتا ہے خصوصاً خواتین کو شدید دباؤ کا سامنا ہوتا ہے۔ انہیں اکثر عزت نفس کی کمی اور معاشرتی سطح پر تنقید کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ بدنامی طلاق کی صورت حال کو مزید پیچیدہ بنا دیتی ہے اور متاثرہ افراد کو دوبارہ شادی کے امکانات کو محدود کر دیتی ہے پاکستان میں طلاق کے بعد خواتین کے حقوق کا تحفظ اکثر ایک بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔ بیشتر خواتین کو مالی طور پر خود مختار ہونے میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور ان کے پاس اپنے بچوں کے لئے مناسب کفالت فراہم کرنے کا کوئی قابل اعتماد ذریعہ نہیں ہوتا۔ اس کے نتیجے میں بہت سی طلاق یافتہ خواتین یا تو ملازمت کرنے کے لئے مجبور ہو جاتی ہیں یا مردوں پر انحصار کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔

## وراثت اور ترکہ

وراثت یا ترکہ وہ مال و دولت ہے جو کسی شخص کی وفات کے بعد اس کے وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں وراثت کو ایک اہم فریضہ قرار دیا گیا ہے، اور اس کا مقصد افراد میں عدل و انصاف قائم کرنا ہے۔ قرآن و سنت میں اس موضوع پر بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے تاکہ ہر وارث کو اس کا حق مل سکے اور معاشرتی توازن برقرار رہے۔

تصور آخرت کا بنیادی پہلو یہ ہے کہ ہر فرد کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا اور یہ حساب کتاب انسان کے دنیاوی زندگی کے تمام معاملات، بشمول وراثت پر اثر انداز ہو گا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وراثت کی تقسیم کے اصولوں کو بیان کیا ہے اور ان اصولوں کی پیروی کرنا دین کا حصہ ہے۔ یہ یاد دہانی انسان کو اس بات کی طرف راغب کرتی ہے کہ وہ اپنے مال کی تقسیم میں عدل سے کام لے اور کسی بھی قسم کی ظلم سے بچا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانَتْ

وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ ۝۱

ترجمہ: تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، اگر (میت کی وارث) دو سے

زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے، اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے۔۔۔۔۔"

یہ آیت قرآن میں وراثت کی تقسیم کے اصولوں کو بیان کرتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر وراثت کے حوالے سے ایک نظام مقرر کیا ہے، جس میں ہر وارث کا حق متعین کیا گیا ہے۔ یہ اصول اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ وراثت کی تقسیم میں عدل قائم ہو اور کوئی بھی فرد اپنا حق نہ کھوئے۔ جب انسان تصورِ آخرت کو مد نظر رکھ کر وراثت کی تقسیم کرتا ہے تو وہ اللہ کے احکام کو اہمیت دیتا ہے اور عدل کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے۔

اس آیت کے مطابق جو شخص وراثت میں انصاف سے کام لیتا ہے وہ اللہ کی رضا کی کوشش کرتا ہے اور اس کا نتیجہ آخرت میں انعام کی صورت میں نکلتا ہے۔ اسی طرح، یہ آیت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہم جو بھی مالی معاملات کریں خاص طور پر وراثت کی تقسیم کا حساب آخرت میں دینا ہو گا۔ اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے مال کی تقسیم میں اللہ کے حکم کی پیروی کرے اور کسی بھی قسم کی ظلم یا نا انصافی سے بچنے کی کوشش کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(أَعْطُوا الْفَرَائِضَ أَهْلَهَا فَمَا بَقِيَ فَلِأُولَىٰ ذِكْرِ)<sup>1</sup>

ترجمہ ”وراثت کے جو حصے قرآن میں بیان کیے گئے ہیں وہ ان کے مستحقین کو دے دو اور جو باقی بچے وہ سب سے قریبی مرد وارث کو

دے دیا جائے۔“

یہ حدیث اسلامی وراثتی نظام کی بنیادوں میں سے ایک اہم اساس فراہم کرتی ہے جس میں عدل و انصاف، حق تلفی سے اجتناب، اور رشتہ داری کی اہمیت کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ مال و دولت کی تقسیم میں ذاتی مفادات یا رسم و رواج کے بجائے شرعی اصولوں کو فوقیت دی جائے۔ اس سے فرد کو آخرت کے جواب دہی کے احساس کے ساتھ اپنے اخلاقی و خاندانی فرائض کی ادائیگی کی تلقین ہوتی ہے۔ تصورِ آخرت کے تناظر میں یہ اصول فرد کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر اس نے دنیا میں کسی کا حق دیا یا تو وہ قیامت کے دن اس کا ذمہ دار ہو گا۔

<sup>1</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد من آبیہ وآلہ و ما فرض اللہ من المیراث، حدیث: 6746

چنانچہ یہ حدیث نہ صرف قانونی ضابطہ ہے بلکہ کردار سازی، دیانت داری اور معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ کا بھی ایک مضبوط ذریعہ ہے قرآن اور حدیث میں بار بار اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ وراثت کی تقسیم میں اللہ کی حدود کا احترام کیا جائے۔ تصورِ آخرت انسان کو یاد دلاتا ہے کہ جو کچھ وہ آج تقسیم کر رہا ہے وہ قیامت کے دن اس کے اعمال کے طور پر شمار ہوگا اور اسے اس کا حساب دینا ہوگا پاکستان میں وراثت کی تقسیم میں اکثر عدم مساوات پائی جاتی ہے خاص طور پر خواتین کے حقوق کے حوالے سے۔ اسلامی شریعت کے مطابق مرد کو عورت کے مقابلے میں دو گنا حصہ ملتا ہے لیکن بہت سے کیسز میں خواتین کو مکمل حصہ نہیں دیا جاتا یا ان کے حقوق کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

بعض ثقافتی روایات اور خاندانوں میں خواتین کو وراثت سے مکمل طور پر محروم کر دیا جاتا ہے۔ وراثت کے مسئلے پر اختلافات کے نتیجے میں خاندانوں میں دراڑیں آ جاتی ہیں۔ کچھ لوگ اپنے حصے سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے قانونی تنازعات اور فساد کی صورت حال پیدا ہوتی ہے۔

تصورِ آخرت پاکستانی معاشرے میں وراثت سے متعلق مسائل کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ جب افراد یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کے ہر عمل کا حساب قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہوگا تو یہ عقیدہ انہیں اپنے تمام معاملات خاص طور پر وراثت کی تقسیم میں انصاف اور ایمانداری کی طرف راغب کرتا ہے۔ تصورِ آخرت کی بنیاد پر افراد اپنے ذاتی مفادات کو پس پشت ڈالتے ہیں اور دوسروں کے حقوق کا احترام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

## وصیت

تصورِ آخرت کا وصیت پر گہرا اثر ہوتا ہے کیونکہ انسان جب آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنی زندگی کے ہر عمل کو آخرت کی جواب دہی کے تناظر میں دیکھتا ہے، جس میں مالی امور، ترکہ اور وراثت جیسے معاملات بھی شامل ہوتے ہیں۔ آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اسے ہر عمل کا حساب دینا ہے، لہذا وہ وصیت میں عدل و انصاف سے کام لیتا ہے۔ کسی حقدار کو محروم نہیں کرتا اور ناجائز ترجیحات سے بچتا ہے۔ وصیت کرتے وقت وہ اس بات کا احساس رکھتا ہے کہ اگر اس نے غلط طور پر مال تقسیم کیا، یا کسی کو ناحق دیا تو قیامت کے دن اس کا مواخذہ ہوگا۔ وصیت کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَلَدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: ”تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے، اگر وہ کچھ مال چھوڑ کر جا رہا ہو، تو والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے معروف طریقے سے وصیت کرے، یہ پرہیزگاروں پر حق ہے۔“

یہ آیت وصیت کے واجب ہونے اور اس کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ پر یہ لازم قرار دیا کہ وہ اپنی زندگی کے اختتام سے قبل اپنے مال کی تقسیم کے حوالے سے واضح وصیت چھوڑ جائیں۔ وصیت کا حکم ایک اخلاقی و شرعی ذمہ داری ہے جو اہل ایمان کو آخرت کی جو ادہی کے احساس کے تحت انجام دینی چاہیے۔ قریبی رشتہ داروں کا خیال رکھنا آخرت میں اجر کا باعث ہے اور اس سے دنیاوی فساد سے بھی بچا جاسکتا ہے۔ وصیت کے متعلق تصور آخرت کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نہایت جامع اور اہم حدیث ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

(ما حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ)<sup>2</sup>

ترجمہ: ”کسی مسلمان کے لیے، جس کے پاس وصیت کرنے کے لیے کچھ مال ہو یہ مناسب نہیں کہ وہ دو راتیں بھی گزارے مگر یہ کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہو۔“

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ وصیت لکھنا محض دنیاوی دستاویز نہیں بلکہ ایک شرعی و اخلاقی فریضہ ہے جس کا تعلق براہ راست انسان کی دینی ذمہ داری اور آخرت کی جواب دہی سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمل کو اتنی تاکید کے ساتھ بیان فرمایا کہ دو راتیں بھی وصیت کے بغیر گزارنا درست نہیں سمجھا۔ وصیت کا یہ اہتمام دراصل اس ایمانی شعور کا مظہر ہے جو انسان کو دنیاوی زندگی کے اختتام پر اپنی آخرت کے لیے تیار رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔

ایک باایمان شخص یہ سوچتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کے ترکہ کی تقسیم میں کوئی ظلم یا ناحق نہ ہو، اور نہ ہی کسی کا حق ضائع ہو کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ ہر عمل کا حساب اللہ تعالیٰ کے حضور دینا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وصیت صرف مالی معاملہ

<sup>1</sup> البقرہ: 180

<sup>2</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب وصیۃ الرجل لکتابۃ عنده، حدیث: 4207

نہیں بلکہ ایک روحانی اور اخلاقی ذمہ داری ہے جو تصورِ آخرت کے تحت ادا کی جاتی ہے۔ وصیت کی بروقت تیاری ایک ایسا عمل ہے جو نہ صرف دنیا میں معاشرتی نظم و انصاف کو فروغ دیتا ہے بلکہ آخرت میں نجات کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔

### تصورِ آخرت کا قضاوت پر اثر

ایک قاضی جب آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ ذاتی مفاد، دباؤ، یا رشوت سے بالاتر ہو کر عدل پر مبنی فیصلے کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسے یومِ حساب میں ہر فیصلہ کا جواب دینا ہو گا۔ اسلامی تاریخ میں قاضیوں کی مثالیں دی جاسکتی ہیں جنہوں نے آخرت کے خوف سے حکمرانوں کے خلاف بھی عدل پر مبنی فیصلے کیے۔ قرآن و حدیث میں بھی قضاوت کے عدل و انصاف پر مبنی اصولوں کی تاکید کی گئی ہے، جو براہِ راست تصورِ آخرت سے جڑے ہوئے ہیں۔ اسلام میں قضاوت کو ایک مقدس اور ذمہ دارانہ عمل قرار دیا گیا ہے جس کی بنیاد عدل و انصاف پر رکھی گئی ہے۔ جب قاضی یا فیصلہ کرنے والا فرد تصورِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اس کی قضاوت میں دیانت، تقویٰ اور غیر جانبداری نمایاں ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۚ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعْبًا يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَبِيحًا بَصِيرًا﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: ”بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ یقیناً اللہ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔“

یہ آیت نہ صرف قضاوت کے اصول متعین کرتی ہے بلکہ آخرت کی یاد دہانی بھی کراتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سمیع اور بصیر ہونا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ہر فیصلہ اللہ کے علم میں ہے اور اس پر انسان کو آخرت میں جواب دہ ہونا ہے۔

تصورِ آخرت، قاضی کے اندر یہ شعور پیدا کرتا ہے کہ اگر اس نے کسی کے ساتھ ظلم کیا یا عدل سے ہٹا تو وہ محض دنیا کے قانون سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عدالت سے بھی نہیں بچ سکے گا۔ اسی شعور کی بدولت اسلامی تاریخ کے قاضی نہایت جرات مندی سے

انصاف کرتے رہے جیسا کہ قاضی شریح اور قاضی ایاز کی مثالیں ملتی ہیں۔ یوں قضاوت کا عمل صرف دنیاوی نہیں بلکہ اخروی نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے بشرطیکہ وہ عدل و تقویٰ پر مبنی ہو۔

اسلام میں قضاوت ایک عظیم دینی و اخلاقی ذمہ داری ہے، جس کا تعلق صرف دنیاوی عدل سے نہیں بلکہ اخروی نجات سے بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی کے منصب کو نہایت نازک قرار دیتے ہوئے فرمایا:

( الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ: قَاضٍ فِي الْجَنَّةِ وَقَاضِيَانِ فِي النَّارِ فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ وَرَجُلٌ عَرَفَ

الْحَقَّ فَجَارَى فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ )<sup>1</sup>

ترجمہ: ”قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک جنت میں اور دو جہنم میں۔ جنت میں وہ قاضی ہے جو حق کو جان کر اس کے مطابق فیصلہ کرے، اور جو حق کو جان کر اس میں ظلم کرے وہ جہنم میں ہے، اور جو جہالت کے ساتھ فیصلے کرے وہ بھی جہنم میں ہے۔“  
یہ حدیث واضح طور پر قضاوت کو ایک ایسا عمل قرار دیتی ہے جو انسان کو یا تو جنت تک پہنچا سکتا ہے یا جہنم میں لے جاسکتا ہے اور یہی تصور آخرت کا مرکزی پہلو ہے۔ جب ایک قاضی اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ اسے اپنے ہر فیصلے کا حساب اللہ کے حضور دینا ہے تو وہ کسی دباؤ، لالچ یا تعصب کے بغیر عدل پر مبنی فیصلے کرتا ہے۔

یہی اخلاص اور خوفِ آخرت اسے ظالم قاضی بننے سے روکتا ہے۔ قضاوت کا عمل صرف قانونی یا انتظامی عمل نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ ہے جس کی بنیاد علم، تقویٰ اور آخرت کی جو ابدی ہے۔ اس لیے اسلامی نظام عدل میں تصورِ آخرت ایک ایسا اخلاقی محرک بن جاتا ہے جو قاضی کو ہر حالت میں انصاف قائم رکھنے پر مجبور کرتا ہے۔

اگر پاکستان کے عدالتی نظام میں تصورِ آخرت کو عملی طور پر اپنایا جائے تو یہ نظام انصاف کی کئی موجودہ خرابیوں کا مؤثر حل بن سکتا ہے۔ اسلام میں قضاوت کو محض دنیاوی عمل نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ تصور کیا گیا ہے، جس کی بنیاد تقویٰ، دیانت داری اور آخرت کی جواب دہی پر ہے۔

اگر قاضی اور عدالتی اہلکار اس یقین کے ساتھ فیصلے کریں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور ہر فیصلے کا حساب دینا ہے تو وہ نہ صرف انصاف میں جلدی کریں گے بلکہ ہر قسم کی ذاتی یا سیاسی وابستگی سے بالاتر ہو کر عدل قائم کریں گے۔ اس طرح تصورِ آخرت، عدلیہ کے کردار

<sup>1</sup> ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیۃ، حدیث 3573



کو صرف قانون کی پابندی تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اسے اخلاقی اور روحانی بلندی تک پہنچاتا ہے۔ چنانچہ پاکستان کے عدالتی نظام میں اگر اس دینی تصور کو مؤثر طور پر شامل کیا جائے تو یہ ایک منصفانہ، مؤثر اور قابل اعتماد نظام کی بنیاد بن سکتا ہے۔

## قانون شہادت اور تصور آخرت

اسلامی عدالتی نظام میں شہادت (گواہی) کو ایک نہایت اہم اور مقدس فریضہ قرار دیا گیا ہے جس کا مقصد صرف قانونی مدد فراہم کرنا نہیں بلکہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے میں عدل قائم کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ "اور گواہی اللہ کے لیے قائم کرو۔"

یہ آیت گواہی کو محض دنیاوی ذمہ داری نہیں بلکہ ایک دینی امانت قرار دیتی ہے، جو اللہ کی رضا کے لیے ادا کی جاتی ہے۔ جب گواہ تصور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ اسے اپنے ہر قول کا حساب دینا ہے، تو وہ جھوٹ، فریب یا دباؤ کے تحت گواہی دینے سے اجتناب کرتا ہے۔ پاکستانی عدالتی نظام میں جھوٹی شہادت ایک بڑا مسئلہ ہے، جو انصاف کے راستے کی بڑی رکاوٹ ہے۔ اگر معاشرے میں یہ شعور بیدار ہو جائے کہ گواہی ایک اخروی جواب دہی کا عمل ہے، تو نہ صرف عدالتیں انصاف پر مبنی فیصلے دے سکیں گی بلکہ معاشرتی امانت داری اور سچائی بھی فروغ پائے گی۔ لہذا تصور آخرت، قانون شہادت کو مؤثر اور عدالتی نظام کو شفاف بنانے میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے

(مَنْ شَهِدَ شَهَادَةً كَاذِبَةً فَلْيَنْتَبِهْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)<sup>2</sup>

ترجمہ "جو شخص جھوٹی گواہی دے گا، وہ اپنی جگہ جہنم میں پائے گا۔"

یہ حدیث گواہی دینے کی سنگینی اور اس کے اثرات کو واضح کرتی ہے۔ اسلام میں گواہی کو نہایت ذمہ داری کے ساتھ لیا گیا ہے، اور

<sup>1</sup> الطلاق: 2

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور، حدیث: 109

اس میں جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر گواہ جھوٹ بولتا ہے تو وہ نہ صرف دنیا میں انصاف کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اس کا حساب دینا ہو گا۔ تصورِ آخرت کا شعور گواہ کو سچ بولنے اور عدل کے راستے پر قائم رہنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اللہ کی رضا کے لیے گواہی دے اور اس کے نتیجے میں آخرت میں عذاب سے بچ سکے۔

## مضاربہ اور تصورِ آخرت

مضاربہ ایک اسلامی مالیاتی معاہدہ ہے جس میں دو فریقین شامل ہوتے ہیں ایک سرمایہ فراہم کرنے والا (صاحب مال) اور دوسرا محنت کرنے والا (مضاربہ کرنے والا)۔ اس معاہدے کے تحت، سرمایہ فراہم کرنے والا کاروبار یا منصوبے کے لیے سرمایہ فراہم کرتا ہے جبکہ محنت کرنے والا اس سرمایہ کو کام میں لاتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت منافع دونوں فریقین میں طے شدہ حصے کے مطابق تقسیم ہوتا ہے لیکن نقصان صرف صاحب مال کو ہوتا ہے، کیونکہ محنت کرنے والے کی محنت ضائع نہیں ہوتی۔ اگر ہم تصورِ آخرت کو مد نظر رکھیں تو ایک مسلمان کے لیے اس کی آخرت کی حالت اس کے دنیاوی اعمال پر منحصر ہے۔ مضاربہ میں شفافیت، ایمانداری اور انصاف کا عنصر شامل ہے، جو آخرت میں اچھے نتائج کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کا اثر تجارت کے اصولوں اور اجتماعی فلاح کے حوالے سے اہم ہو سکتا ہے کیونکہ اسلامی مالیاتی اصولوں کا مقصد معاشرتی عدل اور لوگوں کے درمیان تعلقات میں بہتری لانا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

(أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا ضَارَبَ أَحَدُكُمْ عَبْدًا أَوْ مَمْلُوكًا فَأَصَابَ مَا لَا فَحَسَنَتِ الْوُظَيْفَةُ فَضَارَ إِلَى

اللَّهِ)<sup>1</sup>

ترجمہ: "اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام یا مملوک کے ساتھ مضاربہ کرے اور وہ مال حاصل کرے اور اس کی محنت درست طریقے سے ہو تو وہ اللہ کے ہاں اچھا عمل شمار کیا جائے گا۔"

یہ حدیث مضاربہ کے اصول کی جانب رہنمائی کرتی ہے کہ اسلامی معاشرت میں محنت ایمانداری اور شفافیت کی اہمیت ہے۔

<sup>1</sup> ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب البیع، باب ضارب أحدكم عبداً أو مملوكه، حدیث: 2868

نبی ﷺ نے اس طریقہ کو مستحسن قرار دیا اور اس سے ملنے والے مال کو اللہ کے ہاں ایک اچھے عمل کے طور پر شمار کرنے کی بات کی۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مضاربہ کی بنیاد پر چلنے والا کاروبار شریعت کے اصولوں کے مطابق جائز اور مستحسن ہے بشرطیکہ اس میں ایمانداری، شفافیت، اور تمام شرائط پر عمل کیا جائے۔

اسلامی معاشی نظام میں انصاف اور اخلاقی اقدار کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ تصورِ آخرت کے تناظر میں، یہ معاہدہ انسانوں کو یاد دلاتا ہے کہ ان کے دنیاوی اعمال، جیسے کاروباری معاملات، ان کے آخرت میں بھی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اس طرح، مضاربہ کی بنیاد پر کاروبار کرنے سے افراد کو نہ صرف دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں بلکہ یہ ان کے اخلاقی کردار اور آخرت میں بہتر مقام کی طرف بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

### امانت داری اور تصورِ آخرت

یقیناً! امانت داری ایک اہم اخلاقی اصول ہے جو اسلامی معاشرت میں نہ صرف فرد کی شخصیت بلکہ پورے معاشرتی نظام کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں امانت داری کی بے شمار اہمیت ہے اور اسے ایمان کا حصہ سمجھا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے امانت کو ایک عظیم ذمہ داری قرار دی ہے اور اس کی حفاظت پر زور دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۚ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ

بِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَبِيحًا بَصِيرًا ۝<sup>1</sup>

ترجمہ: "مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے"

یہ آیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ امانت داری صرف دنیاوی معاملات تک محدود نہیں، بلکہ قیامت کے دن اللہ کی طرف سے اس کا حساب لیا جائے گا۔ حضرت محمد ﷺ کی حدیث ہے:

"أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ اتَّبَعْتَهُ وَلَا تَخُنْ مِنْ خَانَكَ"<sup>1</sup>

ترجمہ "جو تم پر امانت رکھے، اُسے اُس کی امانت واپس کرو اور جو تم سے خیانت کرے، تم اُس سے خیانت نہ کرو" یہ حدیث اسلامی معاشرت میں دیانت داری کی بنیادی حیثیت کو واضح کرتی ہے کہ امانت کی ادائیگی ایمان کا تقاضا ہے۔ یہ اصولی ہدایت فرد اور معاشرے کے باہمی اعتماد، عدل اور اخلاقی نظم کو مستحکم کرتی ہے۔

اسلام میں امانت داری صرف مالی معاملات تک محدود نہیں بلکہ ہر وہ ذمہ داری جو انسان کے سپرد کی جائے اس میں امانت داری کی اہمیت ہے۔ چاہے وہ کسی کا مال ہو، اس کے حقوق ہوں یا کسی کا راز اس میں خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ ایک فرد کی امانت داری نہ صرف اس کی ذاتی روحانیت اور اخلاقی صفات کو ظاہر کرتی ہے بلکہ اس کا اثر معاشرتی سطح پر بھی بہت گہرا پڑتا ہے۔ امانت داری سے فرد کا اعتماد بحال ہوتا ہے اور یہ سوسائٹی میں عدل و انصاف کی فضا قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

تصورِ آخرت کے تناظر میں، امانت داری کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف امانتیں عطا کی ہیں جیسے مال، وقت، علم اور ذمہ داریاں اور ان سب کا حساب قیامت کے دن لیا جائے گا۔ اس کا مقصد انسان کو یہ یاد دلانا ہے کہ اس کی زندگی کے تمام اعمال آخرت میں اس کے سامنے پیش ہوں گے اور ان اعمال کا انحصار اس کی امانت داری پر ہوگا۔

تصورِ آخرت کا انسانی معاملات پر گہرا اثر پڑتا ہے کیونکہ یہ انسان کی روزمرہ زندگی اس کے اخلاقی رویے اور اس کے معاشرتی تعلقات کو متاثر کرتا ہے۔ جب افراد آخرت کے تصور کو ذہن میں رکھتے ہیں تو وہ اپنی زندگی کو ایک خاص مقصد اور اخلاقی معیار کے تحت گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا اثر خاص طور پر معاملات میں انصاف، امانت داری اور معاف کرنے کے رویے میں نظر آتا ہے۔ اس تصور کے تحت، لوگ اپنی زندگی کے ہر عمل کو اس بات کے تناظر میں دیکھتے ہیں کہ اس کا آخرت میں حساب لیا جائے گا۔ اس طرح یہ تصورات فرد کو اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہیں جس سے وہ اپنے معاشرتی تعلقات میں بہتری لانے کی کوشش کرتا ہے۔

<sup>1</sup> ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الإجارة، باب فی الرجل یأخذ حقه من تحت یدہ، حدیث: 3535

تصورِ آخرت کے اثرات معاملات کی نوعیت پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں خاص طور پر جب لوگوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کے اعمال کا حساب آخرت میں لیا جائے گا۔ اس سے فرد کے اندر ایک اندرونی دباؤ آتا ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق کا احترام کرے انصاف کا معاملہ کرے اور جھوٹ یا دھوکہ دہی سے بچنے کی کوشش کرے۔

جب کسی شخص کو یقین ہوتا ہے کہ اس کے اعمال کا انجام آخرت میں ہوگا، تو وہ اپنے فیصلوں اور کارروائیوں میں زیادہ دیانت داری اور ایمانداری دکھاتا ہے۔ ہر لحاظ سے تصورِ آخرت کے اثرات بہت اہم ہیں کیونکہ اس تصور سے انسان کی زندگی کے مقصد کا تعین ہوتا ہے اور وہ اپنی اخلاقی اقدار کو مضبوط کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں افراد اپنے رویوں میں نرمی اور برداشت پیدا کرتے ہیں اور معاشرتی سطح پر بھی امن اور ہم آہنگی کے لئے کام کرتے ہیں۔

مختصرِ تصورِ آخرت نہ صرف فرد کے شخصی کردار کو شکل دیتا ہے بلکہ اس کے معاشرتی تعلقات، اخلاقی فیصلوں اور انسانی تعلقات کی نوعیت پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔

## فصل دوم: تصور آخرت اور اخلاقیات:

تصور آخرت اور اخلاقیات کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ انسان جب آخرت کے تصور کو اپنے عقائد کا حصہ بناتا ہے تو یہ اس کی اخلاقی حیثیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ تصور آخرت ایک شخص کو اپنے اعمال کا جواب دہی کا احساس دلاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے اچھے یا برے اعمال کا نتیجہ اُسے آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔ اس تصور کے اثر سے انسان اپنی زندگی میں اخلاقی اقدار کو ترجیح دیتا ہے جیسے سچائی، انصاف، رحم دلی اور امانتداری۔ تصور آخرت انسان کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اخلاقی اصولوں کی پاسداری کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اللہ کے سامنے سرخرو ہو سکے۔

اس کے علاوہ یہ تصور انسان کو اپنی زندگی کے فیصلوں میں خود احتسابی اور توازن کی جانب رہنمائی فراہم کرتا ہے جو اخلاقی ترقی کی بنیاد ہے۔ اس طرح، تصور آخرت نہ صرف فرد کے اندرونی ضمیر کو بیدار کرتا ہے، بلکہ معاشرتی سطح پر بھی اخلاقی بہتری کے لئے ایک محرک کا کام کرتا ہے۔

### ذمہ داری کا احساس

آخرت کا تصور انسان کو یہ باور کراتا ہے کہ اس کی زندگی کا ہر عمل اللہ کے سامنے پیش ہو گا اور اس کا حساب لیا جائے گا۔ اس حقیقت کا شعور انسان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ اپنی زندگی میں اخلاقی اصولوں پر عمل کرتا ہے اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَتَقْوَايَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يَقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ ”اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان کسی جان کے کام نہ آئے گی، نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کی جائے گی۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ اس دن کوئی بھی شخص نہ تو دوسرے کی مدد کر سکے گا، اور نہ ہی کسی کی سفارش اس کے کام آئے گی۔ یہ آیت انسانوں کو یہ یاد دلاتی ہے کہ دنیا میں کی جانے والی ہر عمل کا اثر آخرت میں ظاہر

ہو گا اور وہاں پر صرف اللہ کی رضا اور انصاف ہی غالب ہو گا۔ اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسانوں کو اپنی آخرت کی تیاری کی اہمیت کا شعور دلاتے ہیں اور یہ سمجھاتے ہیں کہ دنیا کی ہر کامیابی اور ہر رشتہ اسی زندگی کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ سب ایک دن ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد کا وقت انسان کے اعمال کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔

یہ آیت اخلاقی سطح پر انسانوں کو خود احتسابی کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ جب انسان یہ سوچتا ہے کہ قیامت کے دن کوئی بھی شخص دوسروں کی مدد نہیں کر سکے گا تو وہ اپنی زندگی میں بہتر اخلاقی فیصلے کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس آیت کا تعلق تصورِ آخرت سے ہے، جس سے اخلاقیات پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ جب انسان اپنے اعمال کا جواب دہی کے لئے تیار ہوتا ہے تو وہ اپنے اخلاقی اصولوں کی پابندی کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن اللہ کی رضا اور معافی حاصل کر سکے۔ اس سے متعلق روایت ہے:

(كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)<sup>1</sup>

ترجمہ "تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا"

یہ حدیث اس بات کو اجاگر کرتی ہے کہ ہر فرد کے پاس کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں، چاہے وہ حکمران ہو، والدین ہوں یا عام افراد ہوں۔ یہ حدیث معاشرتی ذمہ داریوں اور فردی جوابدہی پر زور دیتی ہے۔ اس حدیث کا مقصد انسان کو اپنے کردار، ذمہ داریوں اور فرادیات کا صحیح ادراک دینے کی طرف رہنمائی فراہم کرنا ہے۔ اس حدیث کے مطابق، ہر فرد نہ صرف اپنے اعمال کا جواب دہ ہے بلکہ وہ اپنے ارد گرد کے افراد کی فلاح و بہبود کے بارے میں بھی ذمہ دار ہے۔ چاہے وہ اپنے اہل خانہ کی نگہداشت ہو، یا معاشرتی تعلقات کی اہمیت، ہر شخص کو اس بات کا شعور ہونا چاہیے کہ وہ کس طرح اپنے دائرہ کار میں دیگر افراد کی فلاح و بہبود کو یقینی بناتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر احمد عبدالغفور لکھتے ہیں:

"احساسِ ذمہ داری انسان کی شخصیت کی اساس ہے۔ جو شخص اپنے اعمال کے بارے میں شعور رکھتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا ہر عمل ایک نہ ایک دن اس کے سامنے آئے گا، وہ اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے نبھاتا ہے۔ یہ احساس نہ صرف اس کی فردی ترقی کا سبب بنتا ہے بلکہ یہ سماج میں بھی اخلاقی و معاشرتی استحکام کا باعث بناتا ہے۔"<sup>2</sup>

<sup>1</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب فضیلة الإمام العادل وعقوبة الجائر، حدیث: 1829

<sup>2</sup> عبدالغفور، ڈاکٹر احمد، اسلامی تعلیمات اور انسان کی فلاح، مکتبہ رشید لاہور 2009 ص 121

اسلامی تعلیمات میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ انسان کی تمام تر سرگرمیاں، چاہے وہ فردی ہوں یا اجتماعی، آخرت میں اس کے لیے جو ابدہ ہوں گی۔ قرآن اور حدیث میں بار بار یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنی نیت اور عمل کا جو ابدہ ہو گا۔ اس عقیدے کا اثر انسان کی روزمرہ کی زندگی پر واضح طور پر پڑتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے اعمال کا اثر نہ صرف دنیا پر بلکہ آخرت میں بھی مرتب ہو گا۔

اس کے علاوہ تصورِ آخرت انسان کو اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں بیدار کرتا ہے، چاہے وہ اپنے اہل خانہ کی دیکھ بھال ہو، معاشرتی فرادیات ہوں یا اخلاقی اصولوں کی پیروی۔ جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر فیصلہ کسی نہ کسی طور پر اس کے آخری حساب کے ساتھ جڑا ہے، تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے ادا کرتا ہے اور اپنی زندگی کو ایک مقصد اور دلی ذمہ داری کے ساتھ گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔

لہذا، تصورِ آخرت انسان کے لیے ایک اخلاقی فریم ورک فراہم کرتا ہے جس میں وہ اپنے اعمال کے نتائج سے آگاہ ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہوتا ہے جو اس کی شخصی اور اجتماعی زندگی کو بہتر بناتا ہے۔

### توبہ اور اصلاح کا رجحان

آخرت کا تصور انسان کو اپنے گناہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرنے، توبہ کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اخلاقی معیار کو بہتر بنائے، اور اپنے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ "اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"

اس آیت میں توبہ اور اصلاح کا مفہوم اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔



یہاں توبہ کا مفہوم صرف روحانی طور پر گناہوں سے معافی مانگنے تک محدود نہیں بلکہ یہ انسان کے جسمانی صفائی اور اخلاقی اصلاح سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ انسان جب اپنے جسمانی معاملات میں صفائی اور پاکیزگی کی اہمیت کو سمجھتا ہے تو وہ صرف روحانی طور پر نہیں بلکہ جسمانی طور پر بھی اپنے اعمال کو بہتر بناتا ہے۔

اس عمل میں اصلاح اور توبہ کا رجحان ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق انسان کا جسمانی اور روحانی صفائی کے عمل میں رجوع کرنا توبہ کی ایک قسم ہے، جو انسان کے اندر اصلاح کی ترغیب پیدا کرتا ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جب انسان اپنے جسم کی پاکیزگی کا خیال رکھتا ہے اور اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے، تو وہ نہ صرف اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے بلکہ اپنی روحانیت اور اخلاق کو بھی بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جَوَابُ التَّوْبَةِ مِّنْهُ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَّا فِي عُتْبَةٍ إِذَا تَوَبْتُ لَهُ)<sup>1</sup>

ترجمہ: "جو شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے، وہ اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو گناہ نہیں کرتا۔"

اس حدیث اور تصورِ آخرت کے تناظر میں، توبہ اور اصلاح کے عمل کا تعلق اس بات سے ہے کہ انسان جب اپنے اعمال کا حساب آخرت میں دینے کا سوچتا ہے، تو وہ اپنی زندگی میں بہتری لانے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی روحانیت اور اخلاقی معیار کو بہتر بناتا ہے، تاکہ وہ اللہ کی رضا حاصل کر سکے اور آخرت میں کامیاب ہو سکے۔

تصورِ آخرت انسان کو یہ یاد دلاتا ہے کہ اس کے اعمال کا نتیجہ آخرت میں سامنے آئے گا، جہاں وہ اپنے اعمال کی جزایا سزا کا سامنا کرے گا۔ یہ شعور انسان کو اپنی زندگی میں اخلاقی بہتری لانے اور گناہوں سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اسے اپنے گناہوں سے توبہ کرنی ہوگی اور اصلاح کی کوشش کرنی ہوگی۔ اس تصور کے ذریعے انسان میں خود احتسابی کا رجحان پیدا ہوتا ہے، اور وہ اپنی روحانیت اور اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح تصورِ آخرت انسان کے اندر توبہ اور اصلاح کا جذبہ بیدار کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کی رضا اور جنت کا راستہ اس کی توبہ اور اصلاح سے جڑا ہوا ہے۔ اس کے نتیجے میں انسان اپنی زندگی میں ہر پہلو میں بہتری لانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ آخرت میں کامیاب ہو سکے اور اپنے اعمال کا حساب بہتر طریقے سے دے سکے۔

<sup>1</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب قبول التوبۃ من الذنوب وإن تکررت الذنوب والتوبۃ، حدیث: 3490

## صبر اور استقامت

تصورِ آخرت انسان کو صبر اور استقامت کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے دکھ، تکالیف اور آزمائشیں اللہ کی رضا کے لیے ہیں اور اللہ ان کی جزا آخرت میں دے گا۔ وہ حالات سے مایوس نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کی مدد اور انعامات کی امید رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ "اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو، جو جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنے کی پیشگوئی کی ہے جن میں خوف، بھوک، مال و دولت کی کمی، جان کی کمی اور پھلوں کی کمی شامل ہیں۔ اس آیت میں ایک اہم پیغام یہ دیا گیا ہے کہ انسانوں کو زندگی کے مختلف مراحل میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور ان آزمائشوں میں صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے۔ یہاں تصورِ آخرت کا تعلق اخلاقیات سے واضح ہوتا ہے کیونکہ آخرت پر ایمان رکھنے والا فرد یقین کرتا ہے کہ دنیا کی تمام مشکلات اور تکالیف کا حساب آخرت میں لیا جائے گا اور اللہ کی رضا کے لیے ان آزمائشوں کا سامنا کرنا ایک عظیم انعام کا باعث بنے گا۔

تصورِ آخرت انسان کو صبر و استقامت کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کی تکالیف عارضی ہیں اور ان کا ایک متعین مقصد ہے۔ آخرت میں جو انعامات ہیں وہ دنیا کی مشکلات سے کہیں زیادہ عظمت رکھتے ہیں۔

اس تصور کے ذریعے اخلاقی سطح پر انسان میں صبر، تحمل اور عزم و استقامت کی خصوصیات پیدا ہوتی ہیں جو اُسے کسی بھی آزمائش یا مشکل کے وقت پر قابو پانے میں مدد دیتی ہیں۔ اس طرح تصورِ آخرت فرد کی اخلاقی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور اسے ایک مضبوط اور پائیدار شخصیت بنانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے جو صبر اور استقامت کے ساتھ زندگی کے مختلف چیلنجز کا مقابلہ کرتا ہے۔ صبر و استقامت کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(عَجَبًا لِمُؤْمِنٍ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَصَابَتُهُ سَرَّاءُ شَكَرٍ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ،  
وَإِنْ أَصَابَتُهُ ضَرَاءُ صَبْرٍ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ)<sup>1</sup>

ترجمہ "مومن کا معاملہ بہت عجیب ہے اس کا ہر کام اس کے لیے اچھا ہے، اور یہ بات صرف مومن کے لیے ہے۔ اگر اسے خوشی ملتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے، اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ مومن کو ہر حال میں اپنے حال پر شکر گزار رہنا چاہیے، اور جب مشکلات آئیں، تو صبر کے ساتھ ان کا سامنا کرنا چاہیے، کیونکہ دونوں صورتوں میں اس کے لیے خیر اور برکت ہے۔ تصورِ آخرت انسان کو اس بات کی یاد دلاتا ہے کہ دنیا کی تمام مشکلات، تکالیف اور آزمائشیں عارضی ہیں۔ مومن اپنے ایمان کی بنیاد پر یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ہونے والی ہر آزمائش کے بدلے اُسے آخرت میں بہتر انعام دے گا، چاہے وہ عیش و آرام کی صورت میں ہو یا جنت میں داخلے کی شکل میں۔ اس تصور کے نتیجے میں، انسان صبر اور استقامت کے ساتھ اپنی مشکلات کا سامنا کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کی رضا کی تلاش میں کیے گئے ہر عمل کا آخرت میں انعام ملے گا۔

تصورِ آخرت انسان کو یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ ہر صبر اور استقامت کا عمل اللہ کے قریب لے جاتا ہے، اور یہ ہر مسلمان کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کے راستے پر ثابت قدم رہے۔ اس طرح، وہ دنیا کی عارضی تکالیف کو ایک چیلنج کے طور پر لیتا ہے جسے وہ اللہ کی رضا کے لیے برداشت کرتا ہے۔ لہذا، تصورِ آخرت مومن کو اُمید اور استقامت فراہم کرتا ہے، اور اُسے اس بات پر اصرار کرنے کی طاقت دیتا ہے کہ وہ دنیا کی مشکلات میں بھی اللہ کے حکم کو قبول کرے اور صبر کے ساتھ اپنی کوششوں کو جاری رکھے۔ اس کے نتیجے میں، وہ ہر آزمائش کو ایک موقع کے طور پر دیکھتا ہے جس میں اسے اللہ کے قریب پہنچنے کا موقع ملتا ہے اور یہ تصور اُس کی اخلاقی تربیت میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

<sup>1</sup>مسلم، مسلم بن حجاج صحیح مسلم، کتاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، باب المؤمن امرہ کما خیر، حدیث: 7500

## محبت اور ہمدردی:

آخرت کے تصور کا ایک اور اثر یہ ہے کہ انسان میں دوسروں کے لیے محبت، ہمدردی اور تعاون کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے نزدیک دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور مدد کرنا ایک عظیم عمل ہے اور اس کا ثواب آخرت میں ملے گا۔ تصورِ آخرت انسان کو اس بات کی بھی یاد دلاتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کرنا صرف فرد کے لیے نہیں، بلکہ ایک جماعت کی فلاح کے لیے بھی ضروری ہے۔

اگر کوئی فرد اپنی آخرت کی کامیابی کے لیے اپنے بھائی کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا سلوک کرتا ہے تو یہ اجتماعی فلاح اور بچہتی کا باعث بنتا ہے۔ اس طرح تصورِ آخرت مسلمان کو اپنے اطراف کے لوگوں کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اس دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿اتَّبِعُوا مَنُونا إِخْوَةً﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

یہ آیت مسلمانوں کے درمیان محبت اور بھائی چارے کو مضبوط کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ مومنوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح محبت اور ہمدردی سے پیش آنا چاہیے۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح تعلق رکھتے ہیں، یعنی محبت، احترام اور ہمدردی کے ساتھ ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ اس آیت میں جو محبت اور ہمدردی کا اصول بیان کیا گیا ہے، وہ دراصل ایک اعلیٰ اخلاقی معیار کی عکاسی کرتا ہے۔ یہاں تصورِ آخرت کا کردار بہت اہم ہے، کیونکہ یہ تصور انسان کو اپنی زندگی کے اعمال اور تعلقات میں ایک بلند مقصد کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ محبت اور ہمدردی کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(لَا يُوْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)<sup>2</sup>

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز نہ پسند کرے جو اپنے

<sup>1</sup> الحجرات: 10

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتابُ الْإِيمَانِ، باب من الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ، حدیث 13

لیے پسند کرتا ہے۔"

اس حدیث میں ایک مسلمان کی سچی محبت کا معیار بیان کیا گیا ہے یعنی جس طرح وہ اپنی ذات کے لیے اچھائی اور فائدہ چاہتا ہے اسی طرح اسے اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی خیر خواہش کرنی چاہیے۔ اس طرح کی محبت اور ہمدردی کے ذریعے مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ بھلے سلوک کرتے ہیں اور آپس میں مضبوط تعلقات قائم کرتے ہیں۔

تصورِ آخرت انسان کی اخلاقی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہر اچھے عمل کا انعام آخرت میں ملے گا تو وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ محبت، ہمدردی اور تعاون کے جذبے سے پیش آتا ہے۔ اس طرح وہ اس حدیث کے اصولوں کو اپنی زندگی میں نافذ کرتا ہے اور اپنے اخلاقی معیار کو بہتر بناتا ہے۔ تصورِ آخرت کے ذریعے انسان کو اس بات کا شعور حاصل ہوتا ہے کہ اس کا ہر نیک عمل اللہ کے راستے میں ایک قدم ہے اور یہ اس کی آخرت کی کامیابی کا سبب بنے گا۔

## دنیوی خواہشات سے کنٹرول

آخرت کا تصور انسان کو اپنی دنیاوی خواہشات اور نفسانی لذتوں پر قابو پانے کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کی عارضی خوشیوں کا کوئی اصل فائدہ نہیں، اور اس کی حقیقی کامیابی آخرت میں ہے۔ اس کے نتیجے میں انسان دنیا کی فانی چیزوں کے بجائے آخرت کی مستقل خوشیوں کی طرف راغب ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿إِنبَأْ أَمْوَالَكُمْ وَأَوْلَادَكُمْ فِتْنَةً ۖ وَاللَّهُ عِنْدَكَ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾<sup>1</sup>

"تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہاری آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس بڑا انعام ہے۔"

اس آیت میں مال اور اولاد کو انسان کے لیے ایک آزمائش یافتہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ دنیوی خواہشات انسان کو اپنی توجہ اللہ کی رضا سے ہٹا کر دنیاوی فوائد کی طرف مرکوز کر سکتی ہیں۔ تاہم تصورِ آخرت انسان کو یہ یاد دلاتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز عارضی ہے اور اس کے حقیقی فائدے کا انحصار اس پر ہے کہ انسان ان چیزوں کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔

تصورِ آخرت انسان کو اس بات کی یاد دلاتا ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں، جیسے مال و دولت اور اولاد، محض عارضی ہیں۔ اصل کامیابی اور انعامِ آخرت میں اللہ کے ہاں ملے گا۔ جب انسان یہ یقین کرتا ہے کہ دنیا کی خوشیاں اور کامیابیاں وقتی ہیں تو وہ اپنے مال اور اولاد کی خواہشات کو اس طریقے سے کنٹرول کرتا ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے مطابق ان چیزوں کو حاصل اور خرچ کرتا ہے۔

تصورِ آخرت انسان کو یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ دنیا کی تمام خواہشات ایک آزمائش ہیں جو انسان کی آخرت کی کامیابی کے راستے میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ مال اور اولاد کا مقصد اللہ کی رضا کے لیے خدمت کرنا ہے، نہ کہ صرف ذاتی خوشی کے لیے، تو وہ ان چیزوں کو اپنے اخلاقی اور روحانی اہداف کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

(حُقَّتِ الْجَنَّةُ بِالْكَارِهِ وَحُقَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ)<sup>1</sup>

ترجمہ "جنت ناپسندیدہ (مشکل) چیزوں سے گھری ہوئی ہے اور جہنم خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔"

جہاں دنیا کی محبت انسان کو گناہ اور غلطیوں کی طرف لے جاتی ہے آخرت کا تصور انسان کو ان خواہشات پر قابو پانے کی ترغیب دیتا ہے۔ آخرت میں جنت اور عذاب کا تصور انسان کو اپنی دنیاوی خواہشات سے پرہیز کرنے کی ہمت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی آخرت کی فلاح کو ترجیح دے سکے۔ عقیدہ آخرت انسان کو یہ سمجھاتا ہے کہ دنیا کی تمام خوشیاں عارضی ہیں اور حقیقی سکون آخرت میں ملے گا۔ اس طرح وہ دنیا کی عارضی خوشیوں میں غرق ہونے کی بجائے اپنی زندگی کو اس مقصد کے لئے صرف کرتا ہے جو اسے آخرت میں کامیابی دے سکے۔ آخرت کے عقیدے کے ذریعے انسان کو یہ تسلی ملتی ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی نہیں ملا وہ آخرت میں مکمل طور پر پورا ہو گا۔ اس سے انسان دنیاوی لذتوں کی بجائے روحانی سکون کی طرف راغب ہوتا ہے۔

تصورِ آخرت انسان کے دل میں دنیا کی محبت کو کم کر دیتا ہے اور اسے اپنی زندگی کے مقصد کو واضح کرتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی خواہشات پر قابو پانے میں کامیاب ہوتا ہے کیونکہ اس کا دل اور ذہن آخرت کی فلاح کی طرف مائل ہوتا ہے۔

<sup>1</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاء حفت الجنۃ بالکارہ وحفت النار بالشہوات، حدیث: 2559

## برائیوں سے بچاؤ

تصور آخرت انسان کو اخلاقی برائیوں سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے سامنے جواب دہی کے دن اس کے گناہ اس کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتے ہیں، اور وہ اپنی زندگی میں جھوٹ، بددیانتی، غصہ، حسد اور لالچ جیسے برے رویوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿أَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَذِكُمْ اللَّهُ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "آپ اس کتاب کی تلاوت کیجیے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کیجیے، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

اس آیت میں "نماز" کو فحاشی و منکرات سے روکنے والا عمل قرار دیا گیا ہے۔ نماز محض ظاہری حرکات نہیں بلکہ ایک مسلسل روحانی تربیت ہے جس میں بندہ روزانہ کئی بار اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کی عظمت، جزا و سزا، اور قیامت کے دن کی یاد تازہ کرتا ہے۔ یہی تصور آخرت بندے کو برائیوں سے بچانے میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ نماز کے دوران بندہ نہ صرف اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہے بلکہ یہ اقرار بھی کرتا ہے کہ وہ صرف اللہ ہی سے مدد مانگتا ہے اور صرف اسی کی طرف رجوع کرتا ہے (ایک نعبہ و ایک نستعین)۔ اس مسلسل یاد دہانی کے ذریعے بندے میں آخرت کا خوف اور حساب کا تصور راسخ ہوتا ہے جو اسے ہر قسم کی فحاشی، جھوٹ، خیانت، ظلم اور دیگر منکرات سے بچاتا ہے حدیث شریف ہے:

(إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَيَبْنِيْنَهَا أُمُورٌ مُّشْتَبِهَاتٌ... فَبَيْنَ اثْنَيْ الشُّبُهَاتِ، فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ)<sup>2</sup>

ترجمہ "بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچا، اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا"

<sup>1</sup> العنکبوت: 45

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المعروف صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدينه، حدیث: 52

حدیث فردِ مؤمن کو نہ صرف واضح برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتی ہے بلکہ ان امور سے بھی اجتناب کا درس دیتی ہے جو مشتبہ ہوں اور انسان کو غیر محسوس انداز میں حرام کی طرف لے جاسکتے ہیں۔ اس شعور کا براہِ راست تعلق تصورِ آخرت سے جڑتا ہے کیونکہ آخرت کا یقین انسان کو ہر اس راستے سے گریز پر آمادہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور انجامِ بد کا سبب بن سکتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دیندار شخص نہ صرف ظاہر میں گناہوں سے بچتا ہے بلکہ دل و نیت کو بھی پاک رکھنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ آخرت میں کامیابی حاصل کر سکے۔ چنانچہ برائیوں سے اجتناب اسلامی اخلاقیات اور کردار سازی کا وہ پہلو ہے جسے تصورِ آخرت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

### غصے اور انتقام پر قابو پانا

تصورِ آخرت انسان کو غصے اور انتقام کے جذبات پر قابو پانے کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے سامنے جواب دہی کے دن ان جذبات کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کے بجائے، وہ معافی اور عفو کا راستہ اختیار کرتا ہے تاکہ اللہ کی رضا حاصل کر سکے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعُفَّينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اور غصہ پی جانے والے، اور لوگوں کو معاف کرنے والے۔ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ تصورِ آخرت انسان کو غصے، انتقام اور خود غرضی جیسے منفی رویوں سے بچاتا ہے اور اس میں عفوِ حلم اور ایثار جیسی خوبیاں پیدا کرتا ہے۔ آخرت کے دن کی فکر، اللہ کی رضا کی طلب اور جزا و سزا کا عقیدہ انسان کو غصے پر قابو پانے اور دوسروں کو معاف کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ یہی رویہ فرد اور معاشرے دونوں کے لیے خیر و برکت کا باعث بنتا ہے۔ تصورِ آخرت انسان کو صرف ذاتی اخلاقی فائدہ نہیں دیتا، بلکہ وہ اسے غصے اور انتقام جیسے منفی جذبات سے بچا کر ایک پرامن اور ہم آہنگ معاشرے کے قیام میں بھی مددگار بناتا ہے۔ ایسا شخص دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کر کے معاشرتی استحکام کا ذریعہ بنتا ہے۔



"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَوْصِنِي، قَالَ لَا تَغْضَبْ، فَرَدَّ مَرَارًا، قَالَ لَا

تَغْضَبُ"<sup>1</sup>

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ نہ کرو۔ اس نے کئی بار (دوبارہ) عرض کیا تو آپ نے ہر بار فرمایا: غصہ نہ کرو۔"

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لا تغضب کی بار بار تاکید ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ غصہ ایک ایسا منفی جذبہ ہے جس پر قابو پانا انسانی اصلاح کے لیے لازمی ہے۔ تصورِ آخرت انسان کو اس غصے سے بچاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اصل انصاف اللہ کے ہاں ہونا ہے اور جو صبر کرے گا، اللہ اسے آخرت میں بلند درجات عطا فرمائے گا۔ یہ عقیدہ انسان کے اندر صبر، معافی اور نرمی جیسے اعلیٰ اخلاق کو فروغ دیتا ہے، جو غصے اور انتقام کے مقابلے میں کہیں زیادہ قیمتی اور دائمی اثر رکھتے ہیں۔

## دوسروں کے حقوق کا احترام

ہر فرد کی زندگی، مال، عزت، رائے، اور آزادی جیسے حقوق ہیں جنہیں اسلام نے تسلیم کیا ہے۔ دوسروں کے حقوق کا احترام ان حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنانا ہے مثلاً والدین کی خدمت اور فرمانبرداری، یتیموں اور مسکینوں کی خبرگیری، ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ۔ جب انسان تصورِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، تو وہ دوسروں کے حقوق اور انصاف کے اصولوں کا زیادہ احترام کرتے ہیں۔ یہ تصور انہیں سکھاتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، دیانتداری اور انصاف کے ساتھ پیش آنا ضروری ہے کیونکہ ان کے اعمال کا اثر نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی پڑے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۚ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾<sup>2</sup>

<sup>1</sup>بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، حدیث: 6116

<sup>2</sup>النساء: 36

ترجمہ: "اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور قرابت داروں یتیموں، مسکینوں، قریبی ہمسایوں، اجنبی ہمسایوں، پاس بیٹھنے والوں، مسافروں اور (اپنے ماتحت) غلاموں کے ساتھ بھی۔ بے شک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والا، فخر کرنے والا ہو۔"

یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ معاشرے کے تمام طبقات والدین، رشتہ دار، ہمسائے، مساکین، مسافر اور کمزور افراد سب کے حقوق ہیں جن کا احترام ضروری ہے۔ تصورِ آخرت انسان کے ضمیر میں ایک ایسا اخلاقی و روحانی شعور بیدار کرتا ہے جو اسے نہ صرف اللہ کے حقوق بلکہ بندوں کے حقوق کی بھی پابندی پر آمادہ کرتا ہے۔ جب ایک فرد یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اسے قیامت کے دن اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہے تو وہ اپنے رویوں، معاملات، اور تعلقات میں محتاط ہو جاتا ہے۔ مذکور حقوق کی ادائیگی کا جذبہ اسی وقت پائیدار بن سکتا ہے جب انسان کے اندر یہ یقین راسخ ہو کہ ہر چھوٹے بڑے عمل کا محاسبہ ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يُوْذِ جَارًا)<sup>1</sup>

ترجمہ "جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔"

اس حدیث مبارکہ میں مایمان باللہ اور ایمان بالیومِ الآخر کو انسان کے اخلاقی رویے سے جوڑا گیا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تصورِ آخرت انسان کے معاشرتی طرزِ عمل پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ جب انسان اس یقین کے ساتھ زندگی گزارتا ہے کہ ایک دن اسے اپنے اعمال کا مکمل حساب دینا ہے تو وہ نہ صرف اپنے خالق کے حقوق کا خیال رکھتا ہے بلکہ مخلوق کے ساتھ حسن سلوک خصوصاً ہمسایوں جیسے کمزور اور قریبی افراد کے حقوق کی ادائیگی میں بھی محتاط ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ تصورِ آخرت انسان کے اندر ایک ایسا شعور پیدا کرتا ہے جو اسے دوسروں کے حقوق کے احترام پر آمادہ کرتا ہے، اور یہی شعور ایک پرامن بااخلاق اور عدل پر مبنی معاشرے کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

<sup>1</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف و خدمتہ رایہ بنفسہ، حدیث: 6018

## اللہ کے ساتھ تعلق میں مضبوطی

آخرت کا تصور انسان کے دل میں اللہ کے ساتھ تعلق کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی رضا کے بغیر آخرت میں کامیابی ممکن نہیں۔ اس کے نتیجے میں انسان اپنے اعمال، عبادات اور دعاؤں میں صدق دل سے زیادہ محنت کرتا ہے اور اس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾<sup>1</sup>

وہ دن جس دن نہ مال فائدہ دے گا، نہ اولاد، مگر وہ جو اللہ کے پاس صاف دل لے کر جائے گا۔

یہ آیات تصور آخرت کی بنیاد پر ایک ایسے اخلاقی و روحانی شعور کو جنم دیتی ہیں جو انسان کے اللہ سے تعلق کو گہرا اور مضبوط بناتا ہے۔ جب انسان اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ قیامت کے دن دنیا کی تمام ظاہری نعمتیں بے فائدہ ہوں گی اور صرف قلب سلیم یعنی خالص، گناہوں سے پاک اور اللہ کے ساتھ سچا تعلق رکھنے والا دل ہی نجات کا ذریعہ ہوگا تو وہ اپنی زندگی کا مقصد صرف دنیاوی کامیابی نہیں بلکہ رضائے الہی اور آخرت کی فلاح بنا لیتا ہے۔

یہ تصور انسان کو اپنے باطن کی اصلاح، گناہوں سے توبہ، عبادات میں اخلاص، اور اخلاقی طہارت کی طرف مائل کرتا ہے۔ یوں انسان دنیا کے فریب سے نکل کر ایک اعلیٰ روحانی درجہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، جو صرف اللہ کی رضا سے مشروط ہے۔ اس طرح تصور آخرت بندے کو رب کی طرف پلٹنے، اس پر بھروسہ کرنے اور اس کے ساتھ حقیقی قلبی تعلق قائم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے تعلق کی اہمیت اور اس کے مضبوط کرنے کے طریقوں کو بیان کیا ہے:

(عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: إِذَا تَقَرَّبَ إِلَى عَبْدِي شِبْرًا

تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِذَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِذَا جَاءَنِي يَبْشَى أَتَيْتُهُ هَرَوَلَةً)<sup>2</sup>

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جب میرا بندہ مجھ سے ایک باشت قریب آتا ہے تو میں اسے ایک ہاتھ قریب آتا ہوں اور جب وہ ایک ہاتھ

<sup>1</sup> الشعراء: 88-89

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب التَّوْحِيدِ، باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروایتہ عن ربہ، حدیث: 7405

قریب آتا ہے تو میں اسے دو ہاتھ قریب آتا ہوں، اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔" یہ حدیث اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے کے بارے میں ایک نہایت اہم اور عمیق حقیقت پیش کرتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کی کوشش کا بھرپور انعام بیان کیا گیا ہے۔ جب انسان اللہ کی طرف خود کو قریب کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسے کہ عبادات، توبہ، ذکر یا دعا کے ذریعے، تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی کوشش کا جواب زیادہ قریب آکر دیتا ہے۔ اس حدیث میں ایک گہری روحانی حقیقت چھپی ہے کہ انسان کا اللہ کی طرف ایک قدم اٹھانا اللہ کی طرف سے محبت اور رحمت کی صورت میں کئی گنا بڑھ کر واپس آتا ہے۔ یہ تعلق اللہ کے ساتھ محبت، دعا، اور عبادت کے ذریعے مضبوط ہوتا ہے، جو آخرت میں کامیابی اور اللہ کی رضا کا سبب بنتا ہے۔

## معاشرتی ہم آہنگی

معاشرتی ہم آہنگی سے مراد وہ حالت یا صورت حال ہے جب ایک معاشرے کے افراد مختلف پس منظر، ثقافت، عقائد یا معاشرتی حیثیت کے باوجود آپس میں تعاون، احترام اور محبت کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حالت ہے جس میں افراد اور گروہ اپنے اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کی آزادی اور حقوق کا احترام کرتے ہیں اور معاشرتی ترقی کے لیے مل کر کام کرتے ہیں۔ تصور آخرت افراد کو یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ ان کے اعمال کا اثر نہ صرف ان کی ذاتی زندگی پر پڑے گا بلکہ معاشرے میں بھی اس کے اثرات مرتب ہوں گے۔ اس سے معاشرتی ہم آہنگی، امن و سکون اور دوسرے لوگوں کے ساتھ رواداری کو فروغ ملتا ہے ایک اہم آیت جو معاشرتی ہم آہنگی کی اہمیت کو بیان کرتی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ

عَلِيمٌ خَبِيرٌ<sup>1</sup>

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ یقیناً اللہ جاننے والا اور باخبر ہے۔"

<sup>1</sup> الحجرات: 13

اس آیت میں معاشرتی ہم آہنگی کے قیام کے لیے قرآن کی ایک اہم ہدایت ہے، جو انسانوں کے درمیان اختلافات کو اتحاد اور تعاون کی بنیاد پر مستحکم کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسانوں کی مختلف قوموں، قبائل، اور نسلوں میں تقسیم کو محض تفریق یا امتیاز کے لیے نہیں، بلکہ تعارف یعنی ایک دوسرے کو جاننے، سمجھنے اور آپس میں تعاون کرنے کے لیے قرار دیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان مختلف ثقافتوں، رنگوں، زبانوں، یا نسلی پس منظر کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ احترام، محبت اور تعاون کی فضا قائم کریں۔

اس آیت کا پیغام یہ ہے کہ معاشرتی ہم آہنگی صرف بیرونی تعلقات کی سطح پر نہیں بلکہ لوگوں کے درمیان احترام، محبت اور رواداری کی ایک گہری بنیاد پر استوار ہونی چاہیے جسے اللہ کی رضا اور تقویٰ کے اصول پر قائم کیا جائے۔ اس طرح انسان جب اپنے اختلافات کو سمجھ کر انہیں ایک دوسرے کے قریب آنے کا ذریعہ بناتا ہے تو اس سے معاشرت میں امن، بھائی چارہ اور انصاف قائم ہوتا ہے جو کہ تصور آخرت کی روشنی میں اللہ کی رضا کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ

بِالْحُسْنَى وَالسَّهْرِ)<sup>1</sup>

ترجمہ "مومنوں کی مثال ایک جسم کی مانند ہے، جب جسم کے کسی حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بخار اور نیند نہ آنے کے ساتھ اس کا شریک ہوتا ہے۔"

یہ حدیث معاشرتی ہم آہنگی اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی اہمیت کو بیان کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومنوں کو ایک جسم کی مانند مثال دی ہے، جس میں اگر ایک حصہ تکلیف میں ہو تو پورا جسم اس کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے معاشرتی گروہ، برادری یا انسانیت کے دوسرے افراد کی مشکلات، درد اور تکالیف کا احساس ہونا چاہیے اور انہیں اپنی تکالیف کی طرح اہمیت دینی چاہیے۔

یہ حدیث ایک مضبوط معاشرتی ہم آہنگی کی بنیاد فراہم کرتی ہے جہاں افراد ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

<sup>1</sup> مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر و صلۃ، باب تراحم المؤمنین و تعاضدھم، حدیث: 2586

## وفا اور وعدوں کی تکمیل

آخرت کا تصور انسان کو اپنے وعدوں کی تکمیل اور وفا کی اہمیت سکھاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے سامنے جو وعدے کیے گئے ہیں وہ پورے کرنے ضروری ہیں کیونکہ اس کے عمل کا حساب آخرت میں ہو گا۔ اس کے نتیجے میں انسان اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اور وعدے کو پورا کرو، کیونکہ وعدہ یقیناً پوچھا جائے گا۔"

یہ آیت وفا اور وعدوں کی تکمیل کی اہمیت کو بیان کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسانوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ اپنے وعدوں کو پورا کریں کیونکہ وعدہ ایک امانت ہے جس کا حساب قیامت کے دن اللہ کے سامنے دینا ہو گا۔ اس آیت کے ذریعے یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ کسی بھی وعدے یا عہد کی تکمیل صرف ایک اخلاقی ضرورت نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ ہے اور اس کی تکمیل انسان کی سچائی اور ایمانداری کو ظاہر کرتی ہے۔

اس آیت میں وعدے کی تکمیل کو اخلاقی فریضہ اور ذمہ داری کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ انسان اپنے وعدوں کو پورا کرے کیونکہ وعدہ خلائی معاشرتی بے اعتمادی پیدا کرتی ہے اور افراد کے درمیان تعلقات میں دراڑ ڈالتی ہے۔ یہ تصور انسان کو اپنے وعدوں میں صداقت اور وفاداری پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جو معاشرتی ہم آہنگی کے قیام میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے

( آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا أُؤْتِيَ خَانَ )<sup>2</sup>

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: منافق کی تین علامات ہیں: جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اُسے امانت دی جائے تو خیانت کرے۔"

<sup>1</sup> الاسراء: 34

<sup>2</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتابُ الْإِيمَانِ، باب بیان خصال المنافق، حدیث: 34

اس حدیث میں وعدہ خلافی کو منافقت کے مترادف قرار دیا گیا ہے، جو کہ ایک مسلمان کے لیے ایک سنگین بات ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وفا اور وعدوں کی تکمیل نہ صرف فرد کی اخلاقی ذمہ داری ہے بلکہ اس کا معاشرتی اثر بھی ہے۔ جب افراد اپنے وعدوں کو پورا نہیں کرتے تو یہ ان کے باہمی تعلقات میں دراڑ ڈال سکتا ہے اور سماجی اعتبار کو متاثر کرتا ہے۔ تصور آخرت انسان کو اپنے وعدوں اور امانتوں کی اہمیت کا شعور دیتا ہے کیونکہ آخرت میں ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ اسلامی تعلیمات میں وعدوں کی تکمیل اور امانت داری کو انتہائی اہمیت دی گئی ہے کیونکہ یہ اخلاقی معیار فرد کی روحانی ترقی اور فلاح کے راستے میں ایک اہم سنگ میل ہے۔ جب انسان تصور آخرت کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دیتا ہے تو وہ اپنے وعدوں کی تکمیل اور امانت کی حفاظت کو ایک دینی ذمہ داری کے طور پر دیکھتا ہے کیونکہ اس کے اعمال کا نتیجہ صرف دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی اس کا منتظر ہوتا ہے۔ اس طرح، تصور آخرت انسان کو اخلاقی طور پر ذمہ دار بناتا ہے اور اسے وفاداری اور وعدہ پورا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

### خدمتِ انسانی کا جذبہ

خدمتِ انسانی اسلام کی ان عظیم ترین تعلیمات میں سے ہے جو انسان کو اپنی ذات سے بلند ہو کر دوسروں کی بھلائی اور فلاح کے لیے کوشاں رہنے کا درس دیتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾<sup>1</sup>

"اور نیکی کا کام کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ"

یہ آیت اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ حقیقی کامیابی کا راستہ دوسروں کے لیے بھلائی اور خیر خواہی میں پوشیدہ ہے۔ مومن اس یقین کے ساتھ خدمتِ خلق انجام دیتا ہے کہ ہر نیک عمل اللہ کے ہاں محفوظ ہے اور قیامت کے دن اس کا بہترین بدلہ دیا جائے گا۔ یہ عقیدہ انسان کو خود غرضی، بے حسی اور سماجی غفلت سے بچا کر ایثار، تعاون اور خیر خواہی کی طرف مائل کرتا ہے کیونکہ آخرت میں کامیابی انہی کو ملے گی جو دنیا میں بھلائی کے کاموں میں پیش پیش رہے ہوں۔

## احترام انسانیت

احترام انسانیت انسانی کردار سازی اور معاشرتی ہم آہنگی کی بنیادی قدر ہے جو ہر فرد کو اس کی پیدائشی عزت و وقار کا حق دیتی ہے۔ یہ تصور اس عقیدے پر مبنی ہے کہ تمام انسان خالق کائنات کی مخلوق ہونے کے ناطے برابر ہیں، چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب قوم، نسل یا طبقے سے ہو۔ تصور آخرت کے تناظر میں، احترام انسانیت کا مفہوم مزید گہرا ہو جاتا ہے کیونکہ آخرت میں انسان کے اعمال کا حساب اس بات پر بھی ہو گا کہ اس نے دوسروں کے ساتھ کس حد تک عدل، رحم اور عزت کے ساتھ برتاؤ کیا۔ یہ اصول معاشرتی تعلقات میں باہمی اعتماد، مساوات، اور انصاف کو فروغ دیتا ہے، اور نفرت، امتیاز، و تعصب جیسے منفی رویوں کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح، احترام انسانیت نہ صرف فرد کی اخلاقی ترقی کا ضامن ہے بلکہ ایک مہذب، پرامن، اور خوشحال معاشرے کی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوُجُوهِ وَالْبَحْرِ وَزَرَعْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا

تَفْضِيلًا﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی، اور انہیں خشکی و تری میں سوار کیا، اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت عطا کی۔"

یہ آیت انسانیت کے احترام اور اس کے فطری وقار کی بنیادی دلیل فراہم کرتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ ہر انسان کو پیدائشی عزت دی گئی ہے اور اسے مخلوقات پر فضیلت عطا کی گئی ہے۔ جب انسان اس قرآنی تصور کو آخرت کے احتساب کے تناظر میں سمجھتا ہے تو وہ نہ صرف اپنی ذات کی حفاظت کرتا ہے بلکہ دوسروں کے وقار اور حقوق کا خیال رکھنے کو بھی اپنی اخلاقی ذمہ داری سمجھتا ہے، یوں معاشرتی ہم آہنگی اور عدل و مساوات کو فروغ ملتا ہے۔



تصورِ آخرت کا انسانی اخلاقیات سے گہرا تعلق ہے کیونکہ یہ انسان کی زندگی کے بنیادی اصولوں اور اس کے برتاؤ کو متاثر کرتا ہے۔ جب انسان آخرت کا تصور کرتا ہے تو وہ اپنی دنیاوی زندگی کے اعمال کے نتائج کا خیال رکھتا ہے، جو اس کے اخلاقی رویوں اور فیصلوں کو تشکیل دینے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس تصور کے تحت، انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اچھے یا برے اعمال کا نتیجہ اس کے بعد کی زندگی میں ملے گا جس سے وہ اچھائی کی طرف راغب ہوتا ہے اور برائی سے بچتا ہے۔ اس طرح، تصورِ آخرت نہ صرف اخلاقی ذمہ داریوں کا شعور دیتا ہے بلکہ انسان کو اپنی زندگی کو اخلاقی اصولوں کے مطابق گزارنے کی ترغیب بھی دیتا ہے، تاکہ وہ ایک بہتر اور کامیاب آخرت کی امید رکھ سکے۔

تصورِ آخرت کا انسانی اخلاقیات کو بہتر کرنے پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جب انسان آخرت کے تصور پر یقین رکھتا ہے، تو وہ اپنی زندگی میں اچھے اخلاقی اصولوں کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے اعمال کا حساب آخرت میں دینا ہو گا۔ یہ تصور انسان کو ہر وقت اپنی نیت اور عمل میں صداقت، ایمانداری، اور انصاف کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں، انسان اپنی ذاتی خواہشات کو قابو میں رکھتا ہے اور معاشرتی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ آخرت میں کامیابی حاصل کر سکے۔

تصورِ آخرت اخلاقی اصولوں جیسے کہ معاف کرنے، سچ بولنے، اور دوسروں کی مدد کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے کیونکہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اچھے اخلاق نہ صرف دنیا میں خوشی اور سکون کا باعث بنتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی انسان کی فلاح اور نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس طرح تصورِ آخرت انسان کی اخلاقی زندگی کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ یہ اسے اعلیٰ انسانی اقدار کی طرف مائل کرتا ہے۔

تصورِ آخرت پاکستانی نوجوانوں کے اخلاقیات کو بہتر کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ یہ انہیں اپنی زندگی کے اصولوں اور اقدار کو از سر نو سمجھنے اور اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ نوجوان جب آخرت کے تصور پر یقین رکھتے ہیں تو وہ دنیاوی لذتوں اور فانی خوشیوں کے بجائے اپنے طرزِ عمل کو اخلاقی اور روحانی ترقی کی طرف مائل کرتے ہیں۔ اس تصور کے ذریعے، نوجوانوں میں خود احتسابی کا شعور بیدار ہوتا ہے جس سے وہ اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں سچائی، ایمانداری اور انصاف کی کوشش کرتے ہیں

## فصل سوم: تصور آخرت اور نفسیات

تصور آخرت کا انسانی نفسیات پر گہرا اثر پڑتا ہے کیونکہ یہ انسان کو اپنی زندگی کے مقصد اور اس کے اعمال کے نتائج کے بارے میں ایک واضح فہم فراہم کرتا ہے۔ جب انسان یہ یقین کرتا ہے کہ اس کی زندگی کا کوئی نہ کوئی حتمی نتیجہ ہے جو مادی دنیا سے ماوراء ہے تو وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں زیادہ معنویت اور ذمہ داری کا احساس کرتا ہے۔

یہ تصور انسان کو اخلاقی رہنمائی فراہم کرتا ہے اور اس کے اندرونی سکون کو بڑھاتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس کے اچھے اعمال کا انعام اور برے اعمال کا حساب آخرت میں ہو گا۔ اس کے نتیجے میں انسان اپنی مشکلات اور زندگی کی تکالیف کو ایک عارضی مرحلے کے طور پر دیکھتا ہے، جو اسے ذہنی اور جذباتی طور پر مضبوط بناتا ہے۔ اس طرح، تصور آخرت نہ صرف انسان کی نفسیاتی صحت کے لیے ضروری ہے بلکہ یہ اس کی شخصیت کی تعمیر میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مشہور سولس ماہر نفسیات Carl Jung روحانیت اور مذہب کے متعلق لکھتے ہیں:

"The spiritual problem of modern man is the lack of meaning and purpose in life, which no amount of material success can satisfy."<sup>1</sup>

مادی کامیابی کسی بھی طرح زندگی میں معنوں اور مقصد کی کمی کو پورا نہیں کر سکتی، انسان کی روحانی حالت اور اس کے نفسیاتی اثرات کے حوالے سے بہت اہم ہے۔ تصور آخرت کے ذریعے انسان اپنے زندگی کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ خیال کہ دنیا کے بعد بھی کوئی زندگی ہے، انسان کو ایک بلند مقصد کی جانب رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

جب انسان تصور آخرت کو اپنے ذہن میں جگہ دیتا ہے، تو وہ صرف مادی کامیابیوں سے آگے بڑھ کر اپنی روحانی اور اخلاقی ترقی کو اہمیت دیتا ہے۔ اس سے نہ صرف اس کا نفسیاتی سکون بڑھتا ہے بلکہ اس کا رویہ اور عمل بھی اخلاقی اصولوں کے مطابق بہتر ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر عمل کا نتیجہ آخرت میں سامنے آئے گا۔ اس طرح، تصور آخرت انسان کو مادی دنیا کی عارضیت سے باہر نکال کر ایک دائمی مقصد کی جانب گامزن کرتا ہے جو نفسیاتی طور پر اس کی زندگی کو معنوں سے بھر دیتا ہے۔

مشہور عرب ماہر نفسیات ڈاکٹر عبدالرزاق قسوم اپنی کتاب "علم النفس الاجتماعي" میں لکھتے ہیں:

<sup>1</sup>Jung, C. G. Modern Man in Search of a Soul (p. 229). Harcourt, Brace & World. (1933).

"العلاقات تلعب دوراً أساسياً في النفس البشرية إن تأثير العلاقات على مشاعر الإنسان وأفكاره وحالته

النفسية عميق، لأن الإنسان كائن اجتماعي والعلاقات تؤثر بشكل كبير في صحته النفسية."<sup>1</sup>

اردو ترجمہ "تعلق انسان کی نفسیات میں ایک بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ کسی انسان کے احساسات، خیالات اور نفسیاتی حالت پر اس

کے تعلقات کا گہرا اثر ہوتا ہے کیونکہ انسان ایک سماجی حیوان ہے اور تعلقات اس کی نفسیاتی صحت میں اہمیت رکھتے ہیں۔"

یعنی تعلقات انسان کی نفسیات میں اہم کردار ادا کرتے ہیں یہ تصور آخرت کے نفسیاتی اثرات کے حوالے سے ایک اہم نقطہ ہے۔

تصور آخرت انسان کی ذہنی سکون اور جذباتی استحکام پر گہرا اثر ڈالتا ہے کیونکہ یہ انسان کو اپنے تعلقات اور افعال کی زیادہ سنجیدگی

سے سمجھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جب انسان کو یقین ہوتا ہے کہ اس کے اعمال کا آخرت میں حساب ہو گا تو وہ اپنے روابط کو اخلاقی

اصولوں اور بہتر سلوک پر مبنی بناتا ہے۔ اس سے نہ صرف انسان کی ذاتی سکونت اور ذہنی خوشی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ وہ اپنی زندگی

کو ایک زیادہ معنی خیز اور مقصد کے تحت دیکھنے لگتا ہے۔

اس طرح تصور آخرت نہ صرف فرد کی ذاتی زندگی میں توازن پیدا کرتا ہے بلکہ اس کے سماجی تعلقات کو بھی مثبت طور پر متاثر کرتا

ہے کیونکہ انسان اپنی اخلاقی ذمہ داریوں اور معاشرتی تعلقات کی اہمیت کو زیادہ سمجھتا ہے۔ ماہر نفسیات ڈاکٹر حافظ عبدالکریم لکھتے

ہیں:

"انسانی نفسیات میں سب سے اہم مسئلہ خودی کی شناخت ہے۔ جب تک انسان اپنے حقیقی نفس کو نہیں سمجھتا، اس وقت تک اس کی

شخصیت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔"<sup>2</sup>

انسانی نفسیات میں سب سے اہم مسئلہ خودی کی شناخت ہے یعنی انسان کی شخصیت کی تکمیل اور نفسیاتی سکون کے لیے ضروری ہے کہ

وہ اپنے حقیقی نفس کو سمجھے۔ تصور آخرت اس خودی کی شناخت میں اہم کردار ادا کرتا ہے، کیونکہ یہ انسان کو اپنی حقیقت اور زندگی

کے مقصد کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کی زندگی کا کوئی ابدی مقصد ہے اور اس کے اعمال کا نتیجہ

آخرت میں سامنے آئے گا، تو وہ اپنے نفس کو ایک بلند تر زاویے سے دیکھنے لگتا ہے۔ اس تصور کے ذریعے انسان اپنے اخلاقی اور

<sup>1</sup> قسوم، عبد الرزاق، علم النفس الاجتماعي، بيروت دار الفكر 2007، ص. 92

<sup>2</sup> عبدالکریم، حافظ، علم نفسیات، نون پبلی کیشنز اسلام آباد 1980، ص. 115

روحانی پہلوؤں کو بہتر طور پر سمجھتا ہے، جس سے اس کی نفسیات میں سکون اور توازن آتا ہے۔ تصورِ آخرت انسان کو نہ صرف دنیاوی کامیابیوں سے آزاد کرتا ہے بلکہ اسے اپنی حقیقت کا شعور بھی بخشتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کی شخصیت کی تکمیل اور نفسیاتی استحکام ممکن ہوتا ہے۔

لہذا تصورِ آخرت انسانی نفسیات پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے کیونکہ یہ انسان کو اپنی زندگی کے مقصد اور حقیقت کا شعور دیتا ہے۔ یہ تصور فرد کو نہ صرف مادی دنیا کی عارضیت سے آزاد کرتا ہے بلکہ اس کی شخصیت کی تکمیل اور روحانی سکون کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔ جب انسان آخرت کی حقیقت کو سمجھتا ہے، تو اس کے اخلاقی رویے، تعلقات، اور جذباتی استحکام میں بھی بہتری آتی ہے جو اس کی نفسیات کو ایک مثبت سمت میں متاثر کرتا ہے۔

تصورِ آخرت انسان کی نفسیات پر کئی طریقوں سے اثر انداز ہوتا ہے، اور اس کے اثرات زندگی کے مختلف پہلوؤں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہاں کچھ اہم موارد ہیں جن میں تصورِ آخرت انسان کی نفسیات پر گہرا اثر ڈالتا ہے:

## انسانی رویوں کی تبدیلی

تصورِ آخرت انسانی نفسیاتی رویوں میں گہری اور معنی خیز تبدیلیوں کا باعث بنتا ہے۔ جب فرد یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد ایک دائمی زندگی ہے جس میں اعمال کا حساب لیا جائے گا، تو اس کا اثر اس کے شعور، احساسِ ذمہ داری اور جذباتی کیفیت پر واضح طور پر مرتب ہوتا ہے۔ تحقیقی مشاہدات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخرت پر یقین رکھنے والے افراد میں اضطراب، خوف اور عدم تحفظ کے احساسات کم جبکہ صبر، تسلیم و رضا اور خود احتسابی کی صفات زیادہ پائی جاتی ہیں۔ یہ تصور فرد کو نہ صرف اخلاقی و روحانی طور پر مضبوط کرتا ہے بلکہ اسے روزمرہ زندگی کے چیلنجز کا سامنا کرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔

یوں تصورِ آخرت ایک مثبت نفسیاتی قوت کے طور پر فرد کی شخصیت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

﴿لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَعَدَ اللَّهُ ۚ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ

### الْبَيْعَادُ<sup>1</sup>

ترجمہ "لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے، ان کے لیے اونچے اونچے محل ہوں گے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے، اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"

یہ آیت ان لوگوں کو خوشخبری دیتی ہے جو دنیا میں اللہ کا خوف رکھتے ہیں اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔ جب انسان کو یہ یقین ہو کہ نیکی کے بدلے اسے دائمی جنت میں آرام و آسائش ملے گا، تو اس کے اندر صبر، تسلی اور امید کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ احساس کہ دنیاوی مشکلات وقتی ہیں اور ان کے بعد ایک بہتر انجام منتظر ہے، فرد کو ذہنی دباؤ، مایوسی اور بے چینی سے بچاتا ہے۔ اسی طرح یہ تصور انسان کو برائیوں سے بچانے اور اچھے اخلاق اپنانے میں مدد دیتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا ہر عمل ریکارڈ ہو رہا ہے اور اس کا بدلہ لازمی ملے گا۔ اس طرح، تصورِ آخرت نہ صرف عمل پر اثر انداز ہوتا ہے بلکہ انسان کی نفسیاتی ساخت کو بھی مستحکم اور مثبت بناتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی حدیث ہے:

(قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ مَا إِذَا كُنْتُمْ هَادِمِ اللَّذَّاتِ، يَغْنِي الْمَوْتُ)<sup>2</sup>

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز کو کثرت سے یاد کیا کرو" یعنی موت کو۔" یہ حدیث نہایت گہرا پیغام رکھتی ہے جو انسان کو آخرت کے تصور سے جوڑ کر اس کی نفسیاتی کیفیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جب انسان موت اور آخرت کو یاد رکھتا ہے تو اس کے رویوں میں سنجیدگی، عاجزی اور احتسابِ نفس پیدا ہوتا ہے۔ عارضی دنیاوی لذتیں اور مفادات اس کے لیے ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور وہ اپنی زندگی کے فیصلے آخرت کی جوابدہی کو مد نظر رکھتے ہوئے کرتا ہے۔ نفسیاتی طور پر یہ شعور فرد کے جذباتی توازن، اخلاقی ضبط اور دوسروں کے حقوق کا احترام پیدا کرتا ہے۔ اس طرح حدیث میں دی گئی ہدایت انسان کو صرف روحانی ترقی کی طرف نہیں بلکہ ایک متوازن، پُر امن اور ذمہ دار معاشرتی فرد بننے کی راہ بھی دکھاتی ہے۔

<sup>1</sup> الزمر: 20

<sup>2</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب الزہد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاء فی ذکر الموت، حدیث: 2307

## تصورِ آخرت اور جذباتی سکون:

تصورِ آخرت انسان کی جذباتی کیفیت پر مثبت اثر ڈالتا ہے۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور ہر عمل کا بدلہ روزِ قیامت دیا جائے گا، تو وہ دنیاوی نقصان یا ظلم پر بھی تحمل اور صبر کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس یقین کے باعث انسان کے اندر منفی جذبات جیسے غصہ، انتقام، حسد اور جلن کم ہو جاتے ہیں، اور اس کی جگہ بردباری اور داخلی اطمینان جنم لیتے ہیں۔ اسلام میں بھی صبر کو اعلیٰ درجہ دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِيرِ الصَّابِرِينَ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں کچھ خوف، بھوک، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے؛ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ انسان کو درپیش آزمائشوں کا ذکر کر کے یہ شعور دیتا ہے کہ دنیاوی مصائب و آفات زندگی کا حصہ ہیں اور ان پر صبر کرنا ایک روحانی و نفسیاتی عمل ہے جس کی جزا آخرت میں دی جائے گی۔ یہی تصورِ آخرت انسان کو جذباتی طور پر مضبوط کرتا ہے۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ آزمائشوں پر صبر کا صلہ اسے ایک ابدی اور کامل زندگی کی صورت میں ملے گا تو وہ دنیاوی غم نقصان، اور تکلیف کو برداشت کرنے کا حوصلہ پاتا ہے۔

## تصورِ آخرت اور ذہنی سکون:

ذہنی سکون انسان کی نفسیاتی صحت کا ایک اہم جزو ہے۔ تصورِ آخرت انسان کے ذہن میں یہ شعور بیدار کرتا ہے کہ دنیا کی مشکلات وقتی ہیں اور اصل کامیابی آخرت میں ہے۔ یہ سوچ فرد کو غیر یقینی حالات میں بھی ایک ذہنی سہارا فراہم کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾<sup>2</sup>

ترجمہ "خبردار! دلوں کو اطمینان صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔"

<sup>1</sup> البقرہ: 155

<sup>2</sup> الرعد: 28

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس آیت کے مطابق، جب انسان آخرت کی حقیقت اور اللہ کی معیت پر یقین رکھتا ہے، تو وہ دنیا کی تکالیف اور پریشانیوں کے باوجود ذہنی سکون محسوس کرتا ہے۔ تصور آخرت انسان کے ذہن میں یہ احساس بیدار کرتا ہے کہ دنیا کی مشکلات عارضی ہیں اور اصل سکون اور کامیابی آخرت میں ہے۔ یہ سوچ انسان کو ذہنی سکون فراہم کرتی ہے، کیونکہ وہ اپنے مسائل کو ایک زیادہ وسیع اور روحانی تناظر میں دیکھتا ہے۔

### امید اور حوصلہ افزائی

تصور آخرت انسانی نفسیات پر نہایت گہرا اثر مرتب کرتا ہے بالخصوص امید اور حوصلہ افزائی جیسے بنیادی نفسیاتی عوامل کے حوالے سے۔ جب کوئی فرد آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ تصور مستحکم ہو جاتا ہے کہ اس کی موجودہ زندگی کے اعمال کے نتائج صرف دنیا تک محدود نہیں بلکہ ان کا اثر اخروی زندگی تک محیط ہو گا۔ یہ یقین اس کے اندر ایسی امید کو جنم دیتا ہے جو دنیاوی آزمائشوں کو محض عارضی سمجھتے ہوئے ان کا سامنا کرنے کی قوت پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ یہ نظریہ فرد کو زندگی کے نشیب و فراز میں استقامت عطا کرتا ہے اور وہ ہر مشکل مرحلے کو ایک وقتی ابتلاء تصور کرتے ہوئے اصلاح احوال کی کوشش کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے

"لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا"<sup>1</sup>

ترجمہ "اگر تم اللہ پر صحیح یقین رکھتے تو وہ تمہیں رزق دینے کے لیے تمہاری ضرورت کے مطابق روزی بھیجتا، جیسے پرندے صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔"

یہ امید اور حوصلہ افزائی کا رشتہ انسان کی نفسیات پر ایک طاقتور اثر ڈالتا ہے۔ تصور آخرت انسان کو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ اس کی محنت اور قربانی ضائع نہیں جائے گی بلکہ اس کا بدلہ اسے ابدی زندگی میں ملے گا۔ اس طرح، وہ اپنی موجودہ مشکلات اور چیلنجز کا حوصلے سے سامنا کرتا ہے کیونکہ اس کا ایمان ہے کہ اللہ اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور اس کا انعام آخرت میں دیا جائے گا۔

<sup>1</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی التوکل علی اللہ، حدیث: 2344

## احساس مسرت

تصورِ آخرت اور انسان کی خوشی کے درمیان گہرا تعلق پایا جاتا ہے، جو انسانی نفسیات پر اہم اثرات مرتب کرتا ہے۔ جب فرد کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کا کوئی مقصد ہے اور اس کے اعمال کا حساب آخرت میں ہوگا تو یہ اسے ایک اطمینان اور سکون فراہم کرتا ہے جو اس کی خوشی کو بڑھاتا ہے۔ تصورِ آخرت انسان کو اپنی زندگی کے ہر عمل کو ایک بلند مقصد کی طرف مائل کرتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فرد اپنی دنیاوی تکالیف کو عارضی سمجھتا ہے اور اپنے اندر ایک روحانی سکون محسوس کرتا ہے۔ اس سے انسان کی ذہنی اور جذباتی حالت میں توازن آتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے اعمال کا صلہ اسے آخرت میں ملے گا، جو ایک ابدی خوشی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اس تصور کی موجودگی انسان کو دنیاوی پریشانیوں کے باوجود خوش رہنے کی طاقت دیتی ہے کیونکہ وہ آخرت میں اپنی محنت اور نیک اعمال کا اجر پانے کی امید رکھتا ہے۔ مزید یہ کہ تصورِ آخرت انسان کے اندر شکرگزاری، مثبت سوچ، اور اخلاقی اصلاح کے رجحانات کو پروان چڑھاتا ہے، جو اس کی مجموعی خوشی میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس طرح، تصورِ آخرت نہ صرف انسان کو زندگی کے پیچیدہ اور چیلنجنگ پہلوؤں کا سامنا کرنے کی طاقت دیتا ہے، بلکہ اس کی نفسیاتی حالت کو بھی مستحکم کرتا ہے جس سے خوشی کی کیفیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حافظ عبدالکریم فرماتے ہیں:

"تصورِ آخرت انسان کو اپنے اخلاقی رویوں میں بہتری کی ترغیب دیتا ہے۔ جب انسان یہ جانتا ہے کہ اُس کے عمل کا آخری حساب ہوگا، تو وہ اپنی زندگی میں اچھائی کو ترجیح دیتا ہے، جو کہ اُسے ایک مستقل خوشی اور اندرونی سکون فراہم کرتا ہے۔"<sup>1</sup>

اس موضوع پر مشہور ماہر نفسیات Carl Jung لکھتے ہیں:

"The modern man is often caught in the conflict between his conscious desires and his unconscious urges. True happiness comes from integrating these opposites and recognizing the self in its totality. This process leads to a deeper sense of fulfillment and peace."<sup>2</sup>

<sup>1</sup> حافظ عبدالکریم، علم نفسیات، صفحہ 118

<sup>2</sup> Carl Jung, Modern Man in Search of a Soul, p. 48



کارل یونگ کے مطابق انسان کی خوشی تب مکمل ہوتی ہے جب وہ اپنے شعور، ظاہری خواہشات اور لاشعور، چھپی ہوئی داخلی خواہشات، کے درمیان توازن قائم کر لے۔ یہ داخلی ہم آہنگی انسان کو حقیقی سکون اور خوشی عطا کرتی ہے۔ آخرت کا عقیدہ انسان کو اس کی وقتی دنیاوی خواہشات سے بلند کر کے ایک اعلیٰ اور ابدی مقصد کی طرف لے جاتا ہے۔ جب انسان کو یقین ہوتا ہے کہ اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا، تو وہ اپنی شعوری خواہشات کو ضبط کرنا سیکھتا ہے۔

## عزم و استقلال

عزم اور استقامت انسان کی نفسیاتی قوتوں میں سے ایک اہم طاقت ہے۔ یہ وہ صلاحیت ہے جو انسان کو مشکل حالات، ناکامیوں اور رکاوٹوں کے باوجود اپنے مقصد پر قائم رہنے کی ہمت دیتی ہے۔ جب کسی انسان کے دل میں کوئی واضح مقصد ہوتا ہے تو وہ اس مقصد کے لیے مسلسل کوشش کرتا ہے، چاہے حالات جیسے بھی ہوں۔ نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ جو انسان خود پر یقین رکھتا ہے، وہ زیادہ مضبوط ارادے والا اور ثابت قدم ہوتا ہے۔

اسی طرح، جب انسان کی زندگی میں کوئی بڑا مقصد ہو جیسا کہ اللہ کی رضا یا آخرت کی کامیابی تو وہ دنیاوی پریشانیوں کو صبر اور حوصلے سے برداشت کرتا ہے۔ یہ عزم اسے اندرونی سکون بھی دیتا ہے اور اسے ذہنی دباؤ سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس لیے عزم و استقامت نہ صرف کامیابی کی کنجی ہے بلکہ یہ انسان کی ذہنی اور جذباتی صحت کے لیے بھی بہت ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾<sup>1</sup>

ترجمہ: "پس آپ ثابت قدم رہیے جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور وہ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں، اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک وہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو اور ان کے ماننے والوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ثابت قدمی اختیار کریں۔ یہاں "استقامت" کا مفہوم صرف وقتی صبر نہیں بلکہ طویل عرصے تک اللہ کی اطاعت، اخلاق، عبادات اور سچائی پر قائم رہنا ہے، چاہے حالات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں۔ اس حکم کے پیچھے جو سب سے بڑی قوت کار فرما ہے وہ یقین آخرت ہے۔ جب انسان اس بات پر

یقین رکھتا ہے کہ ہر عمل کا حساب ہو گا اور ایک دن اسے اپنے رب کے حضور جواب دینا ہے تو یہی یقین اسے گناہوں سے بچنے نیکی پر قائم رہنے اور مشکلات میں ہار نہ ماننے کا داخلی عزم عطا کرتا ہے۔ تصورِ آخرت انسان کے اندر یہ شعور پیدا کرتا ہے کہ دنیا کی آزمائشیں وقتی ہیں لیکن آخرت کا اجر دائمی ہے۔

### انسانی نفسیات میں تخلیقی صلاحیت

تخلیقی صلاحیت (Creativity) انسانی نفسیات کا ایک بنیادی اور اہم پہلو ہے جو فرد کو منفرد، مؤثر اور با مقصد انداز میں سوچنے اور عمل کرنے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔ نفسیاتی ماہرین کے مطابق تخلیقی صلاحیت ایسی ذہنی اور فکری استعداد کا نام ہے جس کے ذریعے انسان نئے تصورات، افکار، حل اور فن پارے تخلیق کرتا ہے۔ یہ صلاحیت نہ صرف انفرادی ترقی کا ذریعہ بنتی ہے بلکہ معاشرتی ارتقاء میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔

تخلیقی ذہن وہ ہوتا ہے جو روایتی اندازِ فکر سے ہٹ کر مسائل کا تجزیہ کرتا ہے اور غیر معمولی حل تجویز کرتا ہے۔ اس میں تصور، تخیل، تجزیہ، خود اعتمادی، حوصلہ اور جذبہ جیسے کئی نفسیاتی عوامل شامل ہوتے ہیں۔ تخلیقی فرد مروجہ اصولوں کو چیلنج کرتا ہے اور نئی راہیں تلاش کرتا ہے۔ یہ رجحان فرد کو اپنے خیالات اور احساسات کے اظہار کا موقع دیتا ہے جو ذہنی سکون اور اندرونی اطمینان کا باعث بنتا ہے۔

اسلامی تناظر میں بھی تخلیقی صلاحیت کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں تخلیق کائنات، مظاہرِ فطرت اور انسانی عقل و فکر پر بارہا غور و تدبر کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ دعوت دراصل انسان کی تخلیقی صلاحیت کو میسر دیتی ہے تاکہ وہ کائنات میں موجود نظم و ضبط اور حکمت کو سمجھ سکے۔ تصورِ آخرت بھی انسان کو تخلیقی اور مثبت سوچ کی طرف راغب کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے اعمال کا ایک دن محاسبہ ہونا ہے چنانچہ وہ اپنی فکری صلاحیتوں کو خیر، بھلائی اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے بروئے کار لاتا ہے۔

قرآن کریم انسان کو بارہا غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ یہ دعوت دراصل انسانی دماغ کی تخلیقی صلاحیتوں کو مہمیز دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾<sup>1</sup>

ترجمہ "کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے، یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟"

یہ آیت انسان کو محض تقلید پر قناعت کرنے کے بجائے تدبر، غور و فکر اور گہرائی سے سوچنے کی دعوت دیتی ہے۔ قرآن کا یہ اسلوب دراصل انسان کی عقلی و تخلیقی صلاحیت کو جگانے کا ذریعہ ہے۔ ایک متدبر انسان اپنے ماحول، کائنات اور نصوصِ دینیہ پر غور کر کے نئے معانی، نئی حکمتیں اور نئے راستے تلاش کرتا ہے۔ یہ تمام افعال تخلیقی ذہن کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یوں تخلیقی صلاحیت نہ صرف نفسیاتی طور پر انسان کو متحرک کرتی ہے بلکہ تصورِ آخرت کے زیر اثر یہ صلاحیت ایک اعلیٰ اخلاقی اور روحانی سمت اختیار کر لیتی ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"الْحَكِيمُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ"<sup>2</sup>

ترجمہ: "عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے۔"

یہ حدیث خود احتسابی، فکری بیداری اور مستقبل کی منصوبہ بندی کو عقلندی کی علامت قرار دیتی ہے جو تخلیقی شعور کا خاصہ ہے۔ اس اندازِ فکر کے تحت انسان اپنی تخلیقی صلاحیت کو صرف دنیاوی ترقی کے لیے نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی کے لیے بھی استعمال کرتا ہے۔ حافظ عبد الکریم صاحب لکھتے ہیں:

"تصورِ آخرت انسان کو اپنے اخلاقی رویوں میں بہتری کی ترغیب دیتا ہے۔ جب انسان یہ جانتا ہے کہ اُس کے عمل کا آخری حساب ہوگا، تو وہ اپنی زندگی میں اچھائی کو ترجیح دیتا ہے جو کہ اُسے ایک مستقل خوشی اور اندرونی سکون فراہم کرتا ہے۔"<sup>3</sup> لہذا تصورِ آخرت نہ صرف انسان کی تخلیقی صلاحیت کو مثبت رخ دیتا ہے بلکہ اسے ایک اعلیٰ مقصد یعنی رضائے الہی اور فلاحِ آخرت سے ہم آہنگ کرتا ہے۔

<sup>1</sup> محمد: 24

<sup>2</sup> الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب احوال قیامت، باب ماجاء فی الزهد أو ما جاء فی صفة القیامة، الرقائق، الورع، حدیث: 2459

<sup>3</sup> حافظ عبد الکریم، علم نفسیات، صفحہ 118

## نمونہ سوالنامہ برائے نوجوانوں کے کردار سازی پر تصور آخرت کے اثرات:

زیر نظر سوالنامہ اس تحقیق کا ایک اہم حصہ ہے جس کے ذریعے پاکستانی نوجوانوں میں تصور آخرت کے اثرات کو کردار سازی کے تناظر میں جانچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سوالنامے میں ایسے نکات شامل کیے گئے ہیں جو فرد کے عقائد، رویوں، اخلاقی رجحانات اور سماجی ذمہ داری کے پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ سوالات کو اس انداز سے ترتیب دیا گیا ہے کہ نوجوانوں کی فکری اور عملی زندگی میں تصور آخرت کے ممکنہ اثرات کی وضاحت کی جاسکے۔

سوال: کیا فہم تصور آخرت کا انسان کی کردار سازی میں کوئی عمل دخل ہے؟
Q: Does understanding the concept of the Hereafter play a role in human character building?
سوال: کیا ترغیبات اور ترہیبات کے ذریعے انسانی کردار کو مثبت رخ دے کر معاشرتی اقدار کو بہتر بنایا جاسکتا ہے؟
Q: Can encouragements and warnings help shape human character positively and improve social values?
سوال: کیا تصور آخرت انسدادِ جرائم میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟
Q: Can the concept of the Hereafter help in the prevention of crimes?
سوال: کیا آپ کو لگتا ہے کہ تصور آخرت انسان کی اخلاقیات، عبادات، معاملات پر اثر انداز ہوتا ہے؟
Q: Do you think the concept of the Hereafter influences a person's ethics, worship, and dealings?
سوال: کیا آپ کے خیال میں تصور آخرت کا انسانی نفسیات پر کوئی اثر ہے؟
Q: In your opinion, does the concept of the Hereafter have any effect on human psychology?
سوال: کیا آپ پاکستانی تعلیمی اداروں میں تصور آخرت کے حوالے سے تعلیم و تربیت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟
Q: Do you feel the need for education and training about the concept of the Hereafter in Pakistani educational institutions?

## سوال نامہ کی تفصیل وضاحت

یہ سوال نامہ پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ جاننا ہے کہ ایمانِ آخرت نوجوانوں کے خیالات، رویوں اور کردار سازی پر کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔ سوالات اس انداز سے مرتب کیے گئے ہیں کہ ان کے ذریعے اخلاق، نفسیات، تعلیم اور سماجی رویوں پر تصورِ آخرت کے ممکنہ اثرات کو سمجھا جاسکے۔ ذیل میں ہر سوال کی وضاحت اور اسکی ممکنہ پہلوؤں کی تفصیل دی گئی ہے:

**پہلے سوال کا مقصد** کردار سازی میں تصورِ آخرت کا کردار ہے۔ اس سوال کے ذریعے یہ جانچنا ہے کہ تصورِ آخرت فرد کی شخصیت اور کردار کی تشکیل میں کس حد تک معاون ثابت ہوتا ہے اور یہ فہم کس طرح اخلاقی رویوں، عادات، اور فیصلوں پر اثر انداز ہوتا ہے دوسرے سوال کا مقصد ترغیب و ترہیب کے ذریعے مثبت معاشرتی تشکیل ہے۔ اس سوال کے تحت یہ جائزہ لینا مطلوب ہے کہ آخرت سے متعلق وعدوں (ترغیبات) اور وعیدوں (ترہیبات) کا شعور افراد کی معاشرتی زندگی، باہمی تعلقات، اور ذمہ دارانہ طرزِ عمل پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے یا نہیں۔

**تیسرے سوال کا مقصد** انسدادِ جرائم میں تصورِ آخرت کی افادیت کو واضح کرنا ہے کہ تصورِ آخرت کے ذریعے داخلی احتساب، ضمیر کی بیداری، اور جوابدہی کے احساس جیسے عوامل کو جانچا جاسکے جو جرائم کی روک تھام میں ممکنہ طور پر کردار ادا کرتے ہیں۔

**چوتھے سوال کا مقصد** اخلاق، عبادات اور معاملات پر تصورِ آخرت کا اثر کا جائزہ لینا ہے کہ تصورِ آخرت فرد کے اخلاقی رویوں عبادات میں اخلاص، اور سماجی و مالی معاملات میں دیانت داری، عدل اور امانت جیسے اوصاف کو کس طرح فروغ دیتا ہے۔

**پانچویں سوال کا مقصد** انسانی نفسیات پر تصورِ آخرت کے اثرات کو سمجھنا مقصود ہے، خاص طور پر خوف، امید، ذہنی سکون اضطراب میں کمی، اور مقصدِ حیات کے تعین جیسے پہلوؤں کے تناظر میں۔

**چھٹے سوال کا مقصد** پاکستانی تعلیمی اداروں میں تصورِ آخرت کی تدریس کی موجودہ حیثیت کا جائزہ لینا اور اس تصور کو نوجوانوں کی اخلاقی و فکری تربیت میں مؤثر بنانے کے امکانات کا مطالعہ کرنا۔

## سوالنامہ کے نتائج

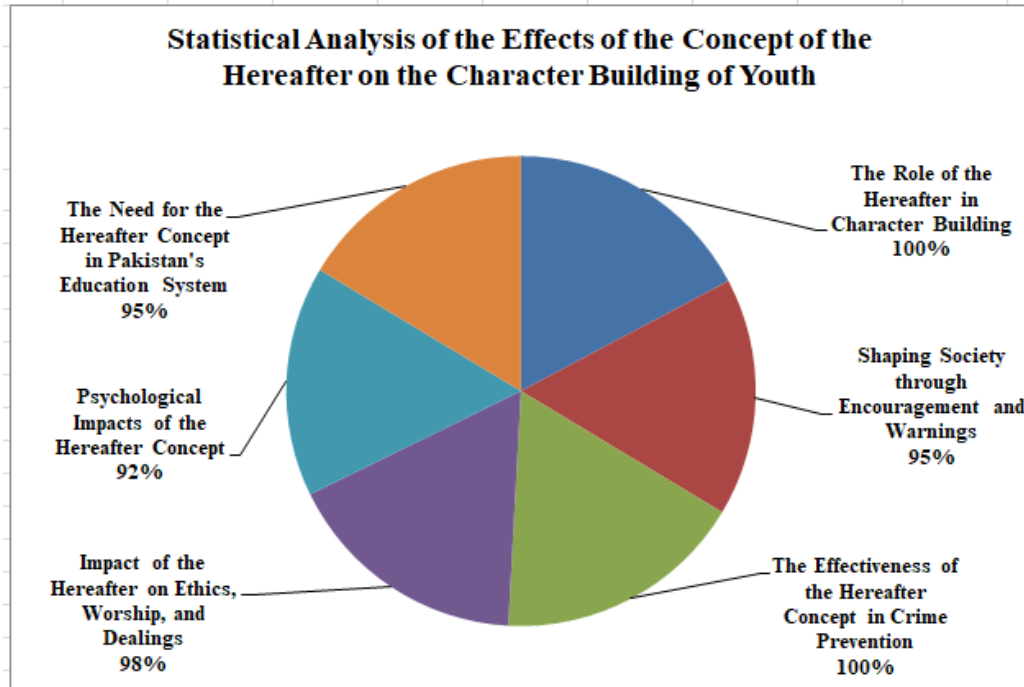
اس تحقیقی مطالعے میں ایک سوالنامہ ترتیب دیا گیا، جسے 80 نوجوانوں نے مکمل کیا۔ اس کے ذریعے یہ جانچنے کی کوشش کی گئی کہ پاکستانی نوجوانوں کی کردار سازی میں تصورِ آخرت کے اثرات کس حد تک پائے جاتے ہیں، اور یہ فہم ان کے کردار اور رویوں پر کس قدر اثر انداز ہوتا ہے۔

سوال	مکمل متفق	متفق	نامتفق	مکمل نامتفق
1 سوال: کیا فہم تصورِ آخرت کا انسان کی کردار سازی میں کوئی عمل دخل ہے؟ Q: Does understanding the concept of the Hereafter play a role in human character building?	45%	55%		
2 سوال: کیا ترغیبات اور ترہیبات کے ذریعے انسانی کردار کو مثبت رخ دے کر معاشرتی اقدار کو بہتر بنایا جاسکتا ہے؟ Q: Can encouragements and warnings help shape human character positively and improve social values?	60%	35%	5%	
3 سوال: کیا تصورِ آخرت اسنادِ جرائم میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟ Q: Can the concept of the Hereafter help in the prevention of crimes	70%	30%		
4 سوال: کیا آپ کو لگتا ہے کہ تصورِ آخرت انسان کی اخلاقیات، عبادات، معاملات پر اثر انداز ہوتا ہے؟ Q: Do you think the concept of the Hereafter influences a person's ethics, worship, and dealings?	45%	53%	2%	
5 سوال: کیا آپ کے خیال میں تصورِ آخرت کا انسانی نفسیات پر کوئی اثر ہے؟	47%	45%	8%	

				Q: In your opinion, does the concept of the Hereafter have any effect on human psychology?	
	5%	39%	56%	سوال: کیا آپ پاکستانی تعلیمی اداروں میں تصورِ آخرت کے حوالے سے تعلیم و تربیت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟ Q: Do you feel the need for education and training about the concept of the Hereafter in Pakistani educational institutions?	6

### نوجوانوں کے کردار سازی پر تصورِ آخرت کے اثرات کا شماریاتی شرح

پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کے اثرات کو جانچنے کے لیے اور اسکی مجموعی تفصیل ایک چارٹ میں ظاہر کی جا رہی ہے



یہ چارٹ مندرجہ ذیل موارد کی وضاحت فراہم کرتا ہے:

1۔ 45% شرکاء نے کردار سازی میں تصورِ آخرت کا کردار سے "مکمل اتفاق" اور 55% نے "اتفاق" ظاہر کیا یوں مجموعی طور پر 100% افراد اس تصور سے متفق نظر آئے۔

2۔ 60% شرکاء نے ترغیب و ترہیب کے ذریعے مثبت معاشرتی تشکیل سے "مکمل اتفاق" جبکہ 35% نے "اتفاق" اور 5% نے عدم اتفاق کا اظہار کیا اس طرح بھی مجموعی اتفاق 95% رہا۔

3۔ 70% افراد نے اسنادِ جرائم میں تصورِ آخرت کی افادیت سے "مکمل اتفاق" اور 30% نے "اتفاق" ظاہر کیا یوں اس نکتے پر بھی 100% اتفاق سامنے آیا۔

4۔ 45% شرکاء نے اخلاق، عبادات اور معاملات پر تصورِ آخرت کا اثر سے "مکمل اتفاق" اور 53% نے "اتفاق" جبکہ 2% نے عدم اتفاق "ظاہر کیا جس کے مطابق کل 98% اس تصور سے متفق پائے گئے۔

5۔ 47% افراد نے انسانی نفسیات پر تصورِ آخرت کا اثر سے "مکمل اتفاق" اور 45% نے "اتفاق" جبکہ 8% نے "عدم اتفاق" ظاہر کیا جس سے مجموعی اتفاق 92% بنتا ہے۔

6۔ 56% شرکاء نے پاکستانی تعلیمی نظام میں تصورِ آخرت کی ضرورت سے "مکمل اتفاق" اور 39% نے "اتفاق" جبکہ 5% نے عدم اتفاق ظاہر کیا یوں اس نکتے پر بھی 95% اتفاق سامنے آیا۔

اس تحقیق کے اہم حصے میں پاکستانی نوجوانوں کے کردار سازی پر تصورِ آخرت کے اثرات کو جانچنے کے لیے ایک سروے کا انعقاد کیا گیا۔ شرکاء کی آراء کو فیصد کی صورت میں حاصل کر کے ہر نکتے پر تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے:



## 1- کردار سازی میں تصورِ آخرت کا کردار

سروے کے مطابق 100% شرکاء نے اس بات سے اتفاق کیا کہ تصورِ آخرت کردار سازی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اس متفقہ رائے سے واضح ہوتا ہے کہ نوجوانوں کے نزدیک اعمال کا انجام اور اخروی جواب دہی ایک مضبوط اخلاقی محرک ہے، جو ان کے طرزِ عمل کو نکھارنے اور شخصی تربیت میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب انسان اپنے افعال کے انجام کو ذہن میں رکھتا ہے تو وہ خود کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

## 2- ترغیب و ترہیب کے ذریعے مثبت معاشرتی تشکیل

95% شرکاء نے اس امر سے اتفاق کیا کہ ترغیب (انعام) اور ترہیب (عذاب) کے عقائد معاشرتی اصلاح میں مؤثر ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نوجوان طبقہ اس تصور کو معاشرتی نظم و ضبط کا اہم ذریعہ سمجھتا ہے۔ جب افراد کو اچھے عمل پر جزا اور برے فعل پر سزا کا شعور ہو، تو وہ خود بخود معاشرتی اصولوں کی پابندی کرتے ہیں یوں ایک مثبت اور ہم آہنگ معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

## 3- انسدادِ جرائم میں تصورِ آخرت کی افادیت

اس سوال پر بھی 100% شرکاء نے اتفاق ظاہر کیا جو اس بات کا مظہر ہے کہ تصورِ آخرت کو نوجوان ایک مؤثر اخلاقی ضابطہ سمجھتے ہیں۔ جب انسان اپنے برے اعمال کے ممکنہ اخروی انجام سے واقف ہو، تو وہ جرم یا گناہ کی طرف کم میلان رکھتا ہے۔ یہ نتیجہ اس نکتے کو تقویت دیتا ہے کہ اگر معاشرے میں تصورِ آخرت کو فروغ دیا جائے تو جرائم کی شرح میں نمایاں کمی آسکتی ہے۔

## 4- اخلاق، عبادات اور معاملات پر تصورِ آخرت کا اثر

98% شرکاء نے اس بات پر اتفاق کیا کہ تصورِ آخرت انسان کے اخلاق، عبادات اور روزمرہ معاملات پر مثبت اثر ڈالتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نوجوانوں کی اکثریت اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ آخرت کی فکر انسان کو دیانت، اخلاص اور عدل جیسے اوصاف کی طرف مائل کرتی ہے۔ یہ تصور فرد کی انفرادی زندگی ہی نہیں بلکہ اجتماعی رویوں میں بہتری لانے کا سبب بھی بنتا ہے۔

## 5۔ انسانی نفسیات پر تصورِ آخرت کا اثر

92% شرکاء کی رائے کے مطابق تصورِ آخرت انسانی نفسیات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نوجوان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آخرت کی فکر انسان کو خوف، امید، ضبطِ نفس، اور سکونِ قلب جیسی کیفیات فراہم کرتی ہے۔ اس نفسیاتی پہلو کی موجودگی فرد کو جذباتی توازن، صبر اور منفی احساسات سے بچنے میں مدد دیتی ہے، جو کہ شخصیت کی مضبوطی کی دلیل ہے۔

## 6۔ پاکستانی تعلیمی نظام میں تصورِ آخرت کی ضرورت

سروے نتائج کے مطابق شرکاء کی اکثریت نے اس خیال سے اتفاق کیا کہ پاکستانی تعلیمی اداروں میں تصورِ آخرت سے متعلق تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ اس رجحان سے واضح ہوتا ہے کہ نوجوان نسل نہ صرف مذہبی اقدار سے آگاہی چاہتی ہے بلکہ ان کا اطلاق تعلیمی نصاب میں بھی دیکھنا چاہتی ہے۔ تصورِ آخرت کی تدریس طلبہ کی اخلاقی، فکری اور روحانی نشوونما میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے جس سے وہ نہ صرف بہتر انسان بلکہ ایک ذمہ دار شہری بھی بن سکتے ہیں۔ تعلیمی نظام میں اس تصور کی شمولیت معاشرتی اصلاح اور کردار سازی کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کر سکتی ہے۔

یہ تحقیق اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ تصورِ آخرت پاکستانی نوجوانوں کی کردار سازی، اخلاقی رویوں اور معاشرتی ذمہ داریوں میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ سوالنامے کے ذریعے حاصل شدہ شماریاتی اعداد و شمار سے واضح ہوا کہ نوجوانوں کی ایک بڑی اکثریت اس تصور کو مثبت سماجی تبدیلی، جرائم کی روک تھام اور فرد کی نفسیاتی و فکری تربیت کے لیے مؤثر ذریعہ سمجھتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی سامنے آیا کہ تعلیمی نظام میں تصورِ آخرت کی تدریس کو شامل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے کیونکہ اس سے نوجوانوں کی شخصیت میں استحکام، مقصدیت اور معاشرتی ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ مجموعی طور پر تحقیق کے نتائج اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ تصورِ آخرت نہ صرف فرد بلکہ معاشرے کی تشکیل میں ایک مؤثر اور مثبت محرک کی حیثیت رکھتا ہے۔

## خلاصہ بحث

یہ تحقیق اس نظریاتی اساس پر قائم کی گئی ہے کہ انسانی کردار کی تعمیر محض معاشرتی یا تعلیمی عوامل کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کی جڑیں فرد کے اعتقادی نظام میں پیوست ہوتی ہیں۔ ان اعتقادات میں تصورِ آخرت ایک ایسا بنیادی عقیدہ ہے جو انسان کی انفرادی، اخلاقی نفسیاتی اور اجتماعی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ آخرت پر ایمان، انسان کے طرزِ فکر اس کی نیت، ارادے، اعمال اور رویے کو ایک خاص سمت دیتا ہے جو نہ صرف فرد کی داخلی دنیا میں انقلاب برپا کرتا ہے بلکہ اُس کے سماجی کردار میں بھی مثبت تبدیلی کا باعث بنتا ہے۔

اس مطالعے میں یہ جائزہ لیا گیا کہ پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت کا فہم کس سطح پر موجود ہے اور وہ اس فہم کو اپنی عملی زندگی میں کس حد تک بروئے کار لاتے ہیں۔ تحقیق کا مقصد محض نظریاتی تجزیہ نہ تھا، بلکہ اس تصور کی کردار سازی میں عملی افادیت کو پرکھنا بھی تھا۔ اس کے لیے اسلامی تعلیمات کے تناظر میں اُن اصولوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا جن پر کردار سازی استوار ہوتی ہے، مثلاً تزکیہٴ نفس، محاسبہٴ نفس، توبہ، ذکرِ الہی، خدمتِ خلق، ترغیب و ترہیب، اور جزا و سزا کا احساس۔ یہ تمام عناصر تصورِ آخرت سے مربوط ہو کر انسان کو ایسے باطنی و ظاہری اوصاف اپنانے پر آمادہ کرتے ہیں جو اسے ایک صالح، بااخلاق اور با مقصد انسان بناتے ہیں۔

اسلامی نقطہٴ نظر سے کردار سازی صرف ظاہری اخلاقیات کی تربیت نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر روحانی عمل ہے جو انسان کے باطن، نیت سوچ، رجحانات اور اعمال کو سنوارتا ہے۔ اس تربیت کا اصل ہدف انسان کو اندرونی آلائشوں سے پاک کر کے اس کی شخصیت میں صداقت، عدل، حلم، صبر، ایثار اور خیر خواہی جیسے اوصاف پیدا کرنا ہے۔

یہ سب اقدار اُس وقت مضبوط بنیاد پر استوار ہوتی ہیں جب انسان کے دل میں یومِ حساب کا شعور بیدار ہو کہ اسے اپنے ہر عمل کا جواب اللہ تعالیٰ کو دینا ہے۔ یہی تصورِ آخرت انسان کو نیت کی پاکیزگی، عمل کی درستگی اور مقصدِ زندگی کی سچائی کا احساس عطا کرتا ہے۔

تحقیق کے ایک اہم حصے میں پاکستانی جامعات کے طلبہ پر مبنی ایک سروے تجزیہ شامل کیا گیا جس میں بارہ سوالات کے ذریعے نوجوانوں کی سوچ، رجحانات اور کردار پر تصورِ آخرت کے اثرات کو جانچنے کی کوشش کی گئی۔ اس تجزیے سے یہ حقیقت

سامنے آئی کہ وہ نوجوان جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اُن میں خود احتسابی، دیانت داری، سچائی، قربانی، صبر، احساسِ ذمہ داری اور خدمتِ خلق کا رجحان نسبتاً زیادہ پایا جاتا ہے۔

تحقیقی نتائج سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تصورِ آخرت نہ صرف فرد کی اخلاقی و روحانی تعمیر کرتا ہے بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اس کا اثر نمایاں ہوتا ہے۔ یہ شعور نوجوانوں میں وہ داخلی بیداری پیدا کرتا ہے جو انہیں معاشرتی انصاف، باہمی تعاون اور قومی ترقی جیسے اجتماعی مقاصد کے لیے قربانی پر آمادہ کرتا ہے۔ جب ایک فرد اپنے ہر عمل کو اللہ کی رضا اور آخرت کے حساب کے تناظر میں انجام دیتا ہے تو وہ معاشرے میں ایک ایسا فعال کردار ادا کرتا ہے جو امن، استحکام اور اخلاقی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔

پاکستان جیسے ملک میں جہاں معاشرتی بد عنوانی، اخلاقی بحران اور فکری انتشار عام ہے نوجوانوں میں تصورِ آخرت کی مضبوط بنیاد رکھنا از حد ضروری ہے۔ یہ تصور نہ صرف ان کی شخصیت میں توازن پیدا کرتا ہے بلکہ انہیں ایک با مقصد، خود آگاہ اور با اخلاق شہری بنانے کی طرف گامزن کرتا ہے۔ اس سے نہ صرف فرد کی نجات ممکن ہے بلکہ ایک صالح اور مہذب معاشرے کی تشکیل بھی۔

اختتاماً کہا جاسکتا ہے کہ تصورِ آخرت ایک محض مذہبی عقیدہ نہیں بلکہ ایک مربّی قوت ہے، جو انسانی شخصیت کی تعمیر و تہذیب میں بنیاد فراہم کرتی ہے۔ نوجوانوں میں اس کا شعور اجاگر کرنا نہ صرف ان کی اصلاحِ باطن کا ذریعہ بن سکتا ہے بلکہ قومی سطح پر بھی ایک صالح، دیانت دار اور عدل پر مبنی معاشرے کے قیام میں سنگِ میل ثابت ہو سکتا ہے۔

## نتائج تحقیق

- 1- مطالعہ کے دوران یہ واضح ہوا کہ تصور آخرت ایک ایسا عقیدہ ہے جو محض مذہبی یا عقلی مباحث تک محدود نہیں بلکہ انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی پہلوؤں پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ نوجوانوں کی اکثریت نے آخرت کے وجود کو تسلیم کیا اور اسے ایک اہم محرک کے طور پر بیان کیا۔
- 2- تحقیق سے معلوم ہوا کہ تصور آخرت کا فہم انسان کی سوچ، ارادوں اور فیصلوں کو متاثر کرتا ہے اور یہ انسان کے اندر ایک داخلی نگرانی کا نظام پیدا کرتا ہے جو اسے برے کاموں سے روکتا اور اچھے اعمال کی ترغیب دیتا ہے۔
- 3- سروے کے نتائج کے مطابق نوجوانوں کی بڑی تعداد نے اس بات سے اتفاق کیا کہ تصور آخرت کردار سازی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ ان کے نزدیک اچھے کردار، دیانت داری، انصاف، خیر خواہی اور رحم دلی جیسے اوصاف کا محرک تصور آخرت ہی ہے۔
- 4 تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ ترغیب و ترہیب بطور اسلامی منہج تربیت نوجوانوں کی شخصیت پر مثبت اثرات مرتب کرنے میں نہایت مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ جنت کی نعمتوں کی ترغیب اور جہنم کی سختیوں کی ترہیب نہ صرف نوجوانوں کے فکری رویوں کو متاثر کرتی ہے بلکہ ان کی عملی زندگی میں بھی ذمہ داری، دیانت داری، اور اخلاقی ضبط جیسے اوصاف پیدا کرتی ہے۔ اس کا واضح مشاہدہ نوجوانوں کی عبادات، معاملات اور معاشرتی کردار میں نظر آتا ہے۔
- 5- تحقیق میں یہ بھی واضح ہوا کہ تصور آخرت جرائم کے انسداد میں ایک اہم نفسیاتی کردار ادا کرتا ہے کیونکہ جواب دہی کا عقیدہ فرد کو جرم سے روکنے کا داخلی جذبہ فراہم کرتا ہے۔
- 6- سروے کے مطابق نوجوانوں کی اکثریت کا ماننا تھا کہ تصور آخرت، اخلاقی رویوں، مالی معاملات، عبادات، اور باہمی تعلقات پر اثر انداز ہوتا ہے جو کہ انفرادی و اجتماعی فلاح کا سبب بنتا ہے۔
- 7- نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد نے اس بات کی تائید کی کہ تصور آخرت کا انسانی نفسیات پر مثبت اثر ہوتا ہے۔ یہ فرد کو سکون قلب، امید، اور غم و اندوہ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ فراہم کرتا ہے۔
- 8- سروے سوالات کے مطابق نوجوانوں نے اعتراف کیا کہ تعلیمی اداروں میں تصور آخرت سے متعلق واضح اور منظم تربیت کی کمی ہے، اور اس پہلو پر مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ کردار سازی کا دینی منہج بہتر طور پر نافذ ہو سکے۔

9۔ معلوم ہوا کہ تصور آخرت محض دینی تعلیم کا حصہ نہیں، بلکہ یہ معاشرتی ترقی، باہمی اعتماد، عدل و انصاف اور امانت داری جیسے اجتماعی پہلوؤں کو فروغ دینے میں مددگار ہے۔

10۔ تحقیق کے دوران چند نوجوانوں نے اس بات سے اختلاف کیا کہ تصور آخرت پر ایمان کے بغیر بہتر زندگی ممکن نہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاشرے میں مختلف فکری رجحانات موجود ہیں جنہیں دینی اور فکری استدلال سے ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔

11۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ نوجوانوں میں تصور آخرت کا فہم جتنا زیادہ گہرا ہوتا ہے ان کی معاشرتی ذمہ داری کا احساس بھی اتنا ہی مضبوط ہوتا ہے۔ یہ نوجوان دوسروں کی مدد، خدمت خلق، اور باہمی رواداری جیسے رویوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

12۔ نتائج سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تصور آخرت نوجوانوں میں ذاتی احتساب کے جذبے کو فروغ دیتا ہے جس سے وہ اپنے قول و فعل پر نظر رکھتے ہیں اور غلطی کی صورت میں ندامت اور اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔

## سفارشات:

- 1- فہمِ آخرت کے مطالعے کی روشنی میں یہ تجاویز سامنے آتی ہیں کہ قومی نصابِ تعلیم میں ایسے مضامین اور اسباق شامل کیے جائیں جو تصورِ آخرت کے اثرات کو کردار سازی کے تناظر میں پیش کریں تاکہ پاکستانی نوجوانوں میں ذاتی و اجتماعی ذمہ داری، اخلاقی شعور اور مثبت معاشرتی رویوں کی تشکیل ممکن ہو سکے۔
- 2- میڈیا کو چاہیے کہ وہ اپنے پروگرامز، ڈراموں، دستاویزی فلموں اور عوامی مباحثوں کے ذریعے تصورِ آخرت کے اخلاقی و سماجی اثرات کو نمایاں کرے۔ ساتھ ہی بین المسالک ہم آہنگی، سماجی رواداری، برداشت، اور باہمی احترام کے فروغ میں بھی مؤثر کردار ادا کرے، تاکہ ایک ہم آہنگ، پر امن اور متوازن معاشرتی فضا قائم ہو۔
- 3- معاشرے میں بڑھتے ہوئے جرائم اور اخلاقی زوال کے سدباب کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ افراد میں احساسِ آخرت، جواب دہی کا شعور، اور روحانی تربیت کو فروغ دیا جائے۔ تعلیمی ادارے، مذہبی مراکز اور سماجی تنظیمیں اس سلسلے میں کردار ادا کرتے ہوئے ایسے تربیتی پروگرام تشکیل دیں جو اصلاحِ نفس، خیر خواہی، اور اجتماعی بھلائی کے جذبات کو ابھاریں۔
- 4- آئندہ تحقیقات میں پاکستانی نوجوانوں میں تصورِ آخرت اور خدمتِ خلق کے رجحان کے باہمی تعلق کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تاکہ کردار سازی پر اس کے عملی اثرات کو واضح کیا جاسکے۔

## فهارس آيات

نمبر شمار	آيت	سورة	آيت نمبر
1	وَتَقْوَا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ	البقرة	48
2	ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً	البقرة	74
3	يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ	البقرة	129
4	وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ	البقرة	155
5	لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ...	البقرة	177
6	كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةَ لِلْوَلَدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْعُرْفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ	البقرة	180
7	وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ	البقرة	188
8	إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ	البقرة	195



222	البقرة	إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ	9
275	البقرة	الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّا بَايِعُكُمْ مِثْلُ الرِّبَا ---	10
281	البقرة	وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ	11
282	البقرة	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبَ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ؕ ---	12
14	آل عمران	زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ	13
134	آل عمران	وَالْكَافِرِينَ الْغِيَظَ وَالْعَفِيفِينَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ	14
11	النساء	يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَىٰ ۖ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ---	15
29	النساء	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا	16

17	وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا <sup>ط</sup> وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ ---	النساء	36
18	إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا <sup>ل</sup> وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا ----	النساء	58
19	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ	النساء	59
20	وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	البائدة	2
21	أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ	التوبة	104
22	وَلْيَقُومُوا أَوقُوفًا بِالْكَيَالِ وَالْبِيزَانِ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ	هود	85
23	فَاسْتَقِمْ كَمَا أَمَرْتُ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا <sup>ء</sup> إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ	هود	112
24	إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي	يوسف	53
25	الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ <sup>ط</sup> أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ	الرعد	28
26	لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ <sup>ء</sup> إِنَّ اللَّهَ	ابراهيم	51

		سَرِيعُ الْحِسَابِ	
90	النحل	إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ	27
97	النحل	مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مَنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ	28
23	الاسراء	وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا يَاقُوتَ وَالْبَالِدِينَ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا	29
34	الاسراء	وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُورًا	30
70	الاسراء	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَمَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا	31
1	الأنبياء	اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ	32
115	البؤمنون	أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تَرْجِعُونَ	33
32	النور	وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ	34
88	الشعراء	يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ	35

		سَلِيمٌ	
183	الشعراء	وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ	36
45	العنكبوت	أَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ	37
69	العنكبوت	وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَكَنَ الْبُحْسِينِ	38
21	الروم	وَمِنَ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ	39
50	الروم	فَانْظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ ذَلِكَ لَبُحْيِ الْبُوتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ	40
24	الصفات	وَقُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ	41
10	الزمر	قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۚ إِنِّي أَنَا بَوَفَىٰ الصَّابِرِينَ أَجْرُهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ	42
20	الزمر	لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا	43

		عُرِفَ مَبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَعَدَ اللَّهُ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْبِعَادَ	
23	الزمر	اللَّهُ نَزَلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِي تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينَ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ	44
67	الزخرف	الْأَخْلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ	45
34	فصلت	وَلَا تَسْتَوِ الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ	46
24	محمد	أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا	47
10	الحجرات	إِنَّهَا الْبُؤْسُ مِنْ أَيْحُوهُ	48
11	الحديد	مَنْ ذَا الَّذِي يقرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعَّهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ	49
18	الحشر	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مِمَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ	50
2-3	الصف	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ - كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ	51

15	التغابن	إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ	52
1	الطلاق	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَالْتَقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ	53
2	الطلاق	وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ	54
2	الهدى	الَّذِي خَلَقَ الْبَشَرَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا	55
6-1	البطقيين	وَيْلٌ لِلْبَاطِفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ -	56
14	الاعلى	قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَوَّجَ	57
5	البيئة	وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ	58
8	الزلزلة	فَبِمَنْ يَّعْمَلُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ	59

## احادیث مبارکہ

نمبر شمار	حدیث	کتاب	حدیث نمبر
1	اللَّهُ أَفْرَحَ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلَى بَعِيرِهِ وَقَدْ أَضَلَّهُ فِي أَرْضٍ فَلَاةٍ	صحیح مسلم	2747
2	أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَا ذَكَرْتُهُ فِي مَلَا خَيْرٍ مِنْهُمْ	صحیح بخاری	7405
3	مَا تَعُدُّونَ الصُّرْعَةَ فِيكُمْ قَالُوا: الَّذِي لَا يَصْرَعُهُ الرَّجُلُ. قَالَ: لَيْسَ بِذَلِكَ، وَلَكِنَّهُ الَّذِي يَبْدُلُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ	صحیح مسلم	6641
4	ارْحَبُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَبْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ	سنن الترمذی	1924
5	الهرء على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل	صحیح مسلم	2635
6	أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ	صحیح مسلم	50
7	إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَيْبَ حَتِّهِ	صحیح مسلم	1955
8	قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسْمُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَاسْكُنُوا وَلَا تُنْفَرُوا	صحیح بخاری	6125
9	مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ	صحیح بخاری	1901
10	إِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ	صحیح مسلم	6637
11	الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لَهَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَبَتَّى عَلَى اللَّهِ الْأَمَانِ	سنن الترمذی	4260

12	الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ	صحيح مسلم	7417
13	إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَبْدِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتِغَاءً بِهِ وَجْهَهُ	سنن النسائي	3142
14	اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ	صحيح بخاري	1417
15	الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ	صحيح بخاري	10
16	سَبْعَةٌ يَظْلُمُهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ... وَذَكَرَ مِنْهُمْ رَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهُ خَالِيًا فَقَاضَتْ عَيْنَاهُ	صحيح بخاري	6806
17	قُلْ آمَنْتُ بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ	صحيح مسلم	159
18	كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ	صحيح بخاري	6599
19	مَرَّرَ رَسُولُ اللَّهِ بِصُبْرَةٍ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ: مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّهَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ لِيَرَاهُ النَّاسُ مِنْ غَيْشٍ فَلَيْسَ مِنِّي	صحيح مسلم	102
20	عَاقِلٌ مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لَهَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَجَاهِلٌ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَهَيَّ عَلَى اللَّهِ	سنن الترمذي	2459
21	الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ	صحيح مسلم	2564
22	مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي	صحيح مسلم	4747
23	مَنْ كَانَ يَوْمٌ مِنَ بِلَالٍ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقْلُ خَيْرًا أَوْ لِيَصْصِتْ	صحيح بخاري	6018
24	اتَّقِ اللَّهَ حَيْثُ كُنْتَ، وَاتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَبَحُّهَا، وَخَالِقِ	سنن الترمذي	1987



		الناس بخلق حسن	
2082	صحيح بخارى	الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَبَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا	25
2459	صحيح بخارى	أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَ فِيهِ خِلَّةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خِلَّةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ	26
282	صحيح مسلم	قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا	27
4122	صحيح مسلم	قَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ	28
284	صحيح مسلم	أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ مَرَّ عَلَى صُبْرَةٍ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بِلَلًا فَقَالَ مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّهَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي	29
2346	صحيح مسلم	قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا	30
1337	سنن الترمذی	لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرَّاشِيَّ وَالْمُرْتَشِيَّ	31
4093	صحيح مسلم	لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدِيهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ	32
2310	صحيح مسلم	مَنْ أَعَارَ مَالًا فَأَعَارَهُ اللَّهُ أَوْ بَعَثَ فِي لَهُ حَسَنَاتٍ إِلَى أَنْ قَالَ وَإِنَّ اللَّهَ يُطْعِمُهُ فِي الْآخِرَةِ	33
5063	صحيح بخارى	النِّكَاحُ سُنَّتِي فَمَنْ رَاغَبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي	34
2178	سنن ابى داؤد	قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ	35

		الطَّلَاقُ	
6746	صحيح بخارى	أَعْطُوا الْفَرَائِضَ أَهْلَهَا قَبَابَتِي فَلَاؤُلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ	36
4207	صحيح مسلم	ما حقُّ امرئٍ مسلمٍ له شيءٌ يُوصى فيه يبيتُ ليلتين إلا ووصيتهُ مكتوبةٌ عندهُ	37
3573	سنن ابى داؤد	الْقَضَاءُ ثَلَاثَةٌ: قَاضٍ فِي الْجَنَّةِ وَقَاضِيَانِ فِي النَّارِ فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَى الْحُكْمَ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ	38
109	صحيح بخارى	مَنْ شَهِدَ شَهَادَةً كَاذِبَةً فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ	39
2868	سنن ابى داؤد	أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا ضَارَبَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهُ أَوْ مَبْلُوكَهُ فَأَصَابَ مَالًا فَحَسَنْتِ الْوُضُفَةُ فَصَارَ إِلَى اللَّهِ	40
3535	سنن ابى داؤد	أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنْ اتَّيَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ	41
1829	صحيح مسلم	كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ	42
3490	صحيح مسلم	جَوَابُ التَّوْبَةِ مِنْهُ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَّا فِي عُمْرٍ إِذَا تَوَبَّتْ لَهُ	43
7500	صحيح مسلم	عَجَبًا لِمُرَاهُومٍ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِمُرَاهُومٍ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ	44
13	صحيح البخارى	لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ	45
2559	سنن الترمذى	حُقِّتِ الْجَنَّةُ بِالْكَارِهِ وَحُقِّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ	46
52	صحيح البخارى	إِنَّ الْحَلَالَ بَيْنَ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيْنَ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ... فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ، فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ	47

48	جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَوْصِنِي، قَالَا تَغْضَبُ، فَرَدَّدَ مَرَارًا، قَالَ لَا تَغْضَبُ	صحيح البخارى	6116
49	قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: إِذَا تَقَرَّبَ إِلَى عَبْدِي شَبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِذَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِذَا جَاعَنِي يَبْشَى أَتَيْتُهُ هَرَوَلَةً	صحيح البخارى	7405
50	مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِهِمْ وَتَرَاحُهُمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ الْوَحِيدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عَضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحَسَى وَالسَّهْرِ	صحيح مسلم	2586
51	آيَةُ الْبُخْلِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أُؤْتِيَ خَانَ	صحيح البخارى	34
52	قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ مَا ذَكَرَ هَادِمُ اللَّذَاتِ، يَعْنِي الْمَوْتَ	سنن الترمذى	2307
53	لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُو خَبَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا	سنن الترمذى	2344
54	الْحَكِيمُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لَهَا بَعْدَ الْمَوْتِ	سنن الترمذى	2459

## مصادر ومراجع

عربي:

- القرآن

- 2- بخاري، محمد بن اسماعيل، الجامع المسند الصحيح المعروف صحيح البخاري، رياض دار السلام 1997
- 3- مسلم، مسلم بن حجاج، الجامع المسند الصحيح، المعروف صحيح مسلم، رياض دار السلام 2007
- 4- الترمذي، ابو عيسى محمد بن عيسى، الجامع الكبير المعروف سنن الترمذي، دار الكتب العلمية بيروت 2007
- 5- ابوداود، سليمان بن اشعث، السنن، المعروف سنن ابى داود، دار السلام رياض، 2008
- 6- النسائي، احمد بن شعيب، السنن الكبرى المعروف سنن نسائي، دار الكتب العلمية بيروت 2001
- 7- الجوزية، ابن قيم، محمد بن ابى بكر، مدارج السالكين، دار الكتب العلمية بيروت، 2004
- 8- الجوزية ابن قيم، محمد بن ابى بكر، زاد المعاد، دار الكتب العلمية، بيروت 1410هـ
- 9- الحسيني، شيخ عبد الله سراج الدين، الإيوان بعوالم الآخرة ومواقفها، ناشر، دار النهضة القويم دمشق، 2019
- 10- السديس، شيخ عبد الرحمن، الإيوان بالآخرة وأثره في بناء الشخصية الإسلامية، دار النفائس، جدة، 2015
- 11- راغب اصفهاني، ابوالقاسم حسين بن محمد، المفردات في غريب القرآن، المكتبة القاسية لاهور، 2012
- 12- سلامه، سيد مراد، ثمرات الإيمان باليوم الآخر وأثره في حياة الفرد والمجتمع. شبكة الألوكة 2020
- 13- على الأبارة، سبيرمثنى، الإيمان باليوم الآخر وأثره النفسية، منبع، شبكة الألوكة، تاريخ اشاعت 11 نومبر 2015
- 14- قسوم، عبد الرزاق، علم النفس الاجتماعي، بيروت دار الفكر 2007

## اردو:

- 1- اشرفی، مفتی سردار محمد، اسلامی معاشرت میں قوانین کی پابندی، جامعہ بنوریہ ٹاون، 2019
- 2- اقبال، محمد۔ تشکیل جدید الہیاتِ اسلامیہ (ترجمہ: وحید عشرت)۔ لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 2021
- 3- اعظمی، محمد الیاس، معاشرتی تعمیر اور کردار سازی کے اصول قرآن و سنت کی روشنی میں، منہاج القرآن لاہور، شمارہ مئی 2022
- 4- ام سلمیٰ، خاندانی نظام کا استحکام اور معاشرتی فلاح تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں، العلم، جلد 3، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ، 2019
- 5- انیلہ طارق، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نوجوانوں کی تربیت، مقالہ برائے ایم فل، لیڈ یونیورسٹی لاہور، 2017
- 6- اصلاحی، امین احسن، تزکیہ نفس، ناشر: ملک سنز تاجران کتب فیصل آباد، 2014
- 7- خان، مولانا وحید الدین، اخلاقی اقدار اور اسلامی زندگی، الفرقان پبلی کیشنز، دہلی، 2017
- 8- خان، مولانا وحید الدین، خاندانی زندگی، الفرقان پبلی کیشنز، دہلی، 2010
- 9- ڈاکٹر اور انزیب، تعمیر شخصیت میں فکر آخرت اور عقل کا کردار سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں، مجلہ الوفاق، جلد 4، شمارہ 2021
- 10- ڈاکٹر حمید اللہ، اسلام کا نظام حیات، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2020
- 11- ڈاکٹر ظفر اقبال، مادی ترقی کا لازمہ: واہمہ یا حقیقت؟ مجلہ الشریعہ، 2014
- 12- ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات اخلاق، ادارہ معارف اسلامی، اسلام آباد، 2015
- 13- رفیق، محمد، اسلامی خطبات اور معاشرتی اصلاح، ادارہ تبلیغ و اشاعت لاہور، 2018
- 14- سعیدی، غلام رسول، تفسیر تیان القرآن، نعمانی کتب خانہ لاہور، 2006
- 15- عبد الغفور، ڈاکٹر احمد، اسلامی تعلیمات اور انسان کی فلاح، مکتبہ رشید، لاہور، 2009
- 16- عبد الکریم، حافظ، علم نفسیات، نون پبلی کیشنز، اسلام آباد، 1980
- 17- عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، 2010

- 18- قاسمی، محمد اللہ، اسلام کا معاشرتی انقلاب، مقالات و مضامین، جون 2022
- 19- گلریز محمود، ہمارے بچے اور والدین کی شرعی ذمہ داریاں، مکتبہ جدید، کراچی، 2013
- 20- لاہوری، حافظ مبشر حسین، انسان اور آخرت، مبشر اکیڈمی، لاہور، 2016
- 21- محمد امین، تعلیمی ادارے اور کردار سازی، عزیز بک ڈپو، اردو بازار، لاہور، مئی 1997
- 22- محمد مبشر، اپنی شخصیت اور کردار کی تعمیر کیسے کی جائے، ناشر: انڈار ٹرسٹ، 2018
- 23- مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیمات، اسلامک پبلیکیشنز، 2005
- 24- مولانا حافظ عبدالغفار، اسلام کا تصور آخرت اور معاشی زندگی، محدث، 1993
- 25- میاں عبدالرشید، اسلام اور تعمیر شخصیت، ناشر: شیخ غلام علی اینڈ سنز ایجوکیشنل پبلیشرز، لاہور، 1963
- 26- منیرہ شیخ بنت عبدالرؤف شیخ، آخرت کا تصور اور انسانی زندگی پر اثرات، حجاب اسلامی، جلد 22، شمارہ 9، ستمبر 2022
- 27- ندوی، ابواللیث اصلاحی، زندگی پر عقیدہ آخرت کا اثر، زندگی نو، 30 جنوری 2021
- 28- نقوی، سیدہ زینب، اسلامی معاشرتی نظام اور خاندانی تربیت، ادارہ تحقیقات اسلامی، 2019
- 29- یونس خالد، تحفہ والدین برائے تربیت اولاد، ادارہ تربیہ، لاہور، 2019

### English Sources:

- 1.Ahmed, S., & Farooq, M. (2019). Impact of religious sermons on youth behavior in Pakistan. Journal of Islamic Studies, 25(2).
- 2.Alam, A. (2020). A course on personality development: An outline in the light of Quran, Hadith and Sirah. Al-Qamar, 3(1).
- 3.Ali, M. (2019). A critical analysis of the impact of Islamic education in social context of Sindh, Pakistan (M.Phil thesis). Hamdard University, Sindh, Karachi.
- 4.Amin, A. (2018). The Quran and the personality development (Ph.D. thesis). Department of Education, University of Kashmir.

5. Gondal, M. U., & Malik, S. (2024). Thought-action fusion, scrupulosity and afterlife beliefs in young adults. *Applied Psychology Review*, 3. University of Management and Technology, Lahore.
6. Jung, C. G. (1933). *Modern man in search of a soul*. Harcourt, Brace & World.
7. Khwaja, A. O., & Ajmal, M. A. (2012). Perceptions of death among Pakistani undergraduates. *Pakistan Journal of Social Psychology*, 9(3), 3–8.
8. Masumian, F. (2002). *Life after death: A study of the afterlife in world religions*. Kalimat Press.
9. Rafiq, M. (2020). *Moral development strategies for university students in the light of Islamic philosophy of moral development in the Quran and Sunnah* (Ph.D. thesis). Faculty of Social Sciences, International Islamic University, Islamabad.
10. Rattan, S. A., & Iqbal, F. (2017). Death and life: A study on Pakistani youth. *Journal of Social Science Research*, 11(1).
11. Shariff, A. F., & Rhemtulla, M. (2012). Divergent effects of beliefs in heaven and hell on national crime rates. *PLoS ONE*, 7(6), e39048.
12. Shahid, M., & Khan, A. (2021). Impact of digital religious content on Pakistani youth. *Journal of Islamic Studies*, 25(2).
13. Iqbal, H. A., Abrar, M. J., & Abrar, M. H. (2023). Belief in the hereafter and Iqbal's concept of eternity: An analytical study. *Al-Qamar*.